ایک ہیبتناک ناول

زرّو

سلامت علی مہدی

G. U. L. Patna.
گورنمنٹ اردو لائبریری
پٹنہ
سنہ ۱۹۳۸
۱۰۹۹
URDU LIBRARY
ACC. No. 7822
Date 6.9.87
PATNA
Govt. Urdu Library
7822

جملہ حقوق دائمی طور پر برائے ہند و پاکستان بحق
نسیم بکڈپو لکھنؤ محفوظ ہیں

قیمت مجلّد
چار روپئے
آٹھ آنے

ناشر

نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ
فون نمبر ۴۵۵۹

ناشر:۔ عزیز الرحمٰن
پرنٹر:۔ سرفراز پریس لکھنؤ

📚 ادب سے محبت کرنے والوں کے لیے خواص پیشکش!

📙 اردو کتابوں کا چینل

URDU BOOKS CHANNEL

https://t.me/Library_Urdu

▶️ **Join Now**

اگر آپ

📖 نایاب اور منفرد ناولز،

✨ حوصلہ افزا کتابیں،

🕌 دینی و مذہبی کتب اور

🌍 مختلف زبانوں میں ترجمہ شدہ ادب کی تلاش میں ہیں، تو ہمارے خصوصی

📱 ٹیلیگرام چینل سے ضرور جُڑیں اور

📚 قیمتی ادبی خزانے سے لطف اندوز ہوں۔

🔍 ہمارے چینل میں آپ کو ملے گا:

- 📘 منفرد اور نایاب ناول
- 💡 حوصلہ افزا اور اصلاحی کتابیں
- 🕋 دینی و مذہبی کتب اور مواد
- 🌐 مختلف زبانوں میں ترجمہ شدہ ادب
- 📰 معیاری رسائل
- 🎁 اور بہت سا نایاب ادبی مواد
- 🔔 ابھی جُڑنے کے لیے "Join Now" بٹن یا لنک پر کلک کریں!

📕 ہندی کتابوں کے چینلز

HINDI BOOKS CHANNEL

https://t.me/Hindi_Books_Library

(مذہبی، آزادی، تاریخ وغیرہ)

Join Now ▶️

---

https://t.me/Book_Hindi

(نئی اور پرانی کتابیں)

📚

📗 انگریزی کتابوں کے چینلز

ENGLISH BOOKS CHANNEL

https://t.me/Google_Ebooks

Join Now 📘

---

https://t.me/English_Library_Books

📗

🔗 ریختہ بکس

https://t.me/Rekhta_Books

✅ Join Now

زمرد لکھنے کا سبب

۱۸۵۷ء سے قبل قرول باغ دہلی میں ایک پرانی اور تاریکی مسجد کی پشت پر پرانی کتابوں کی ایک دوکان واقع تھی اس عجیب و غریب دوکان میں مہینوں ایک پیسہ کی بکری نہ ہوتی لیکن بوڑھا مالک دوکان پابندیٔ وقت کے ساتھ روزانہ اپنی دوکان کھولتا اور شام کو نہایت اطمینان کے ساتھ خالی جیب گھر چلا جاتا، اس دوکان کی پرانی کتابوں اور گرد آلود الماریوں میں کوئی ایسی دلچسپی نہ تھی جو عوام کو اپنی طرف مائل کر لیتی، نہ اس کی بوسیدہ الماریوں میں مفید رسالے تھے نہ دلچسپ افسانے، نہ تواریخ، نہ سفرنامے، نہ ناول، نہ آپ بیتیاں، گاہک آتا بھی تو کیوں آتا —— لیکن مالک دوکان کو گاہک نہ آنے کا کبھی غم نہ ہوتا —— وہ اپنی پُرامید نگاہوں سے سڑک کے باہر تمام دن جھانکتا رہتا اور اس کی نگاہیں کبھی نہ تھکتیں

پرانی کتابوں کی اس دوکان میں زیادہ تر علم کیمیا، علم ہیئت، علم الافلاک اور علم النجوم کی کتابیں بھری ہوئی تھیں دوکان کے بوڑھے مالک نے ملک کے گوشے گوشے میں گھوم کر ان قیمتی کتابوں کو فراہم کیا تھا اور ان کی خریداری میں بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تھا —— لیکن یہ نہ معلوم کیا اسرار تھا کہ دوکان کا مالک ان کتابوں کو فروخت بھی کرنا نہیں چاہتا تھا —— الماریوں میں بند کتابوں کی خوش قسمتی سے اگر کوئی خریدار کبھی اس دوکان میں آتا بھی تو مالک کو بے حد صدمہ ہوتا، وہ نہایت تیز اور گہری نظروں سے اس خریدار کی حرکات و سکنات کو دیکھتا رہتا اور سایہ کی طرح اس کے پیچھے ہو جاتا۔

اگر وہ خریدار کسی الماری سے کوئی کتاب نکال کر دیکھتا تو اس کی تیوری پر بل آجاتے اور وہ دل ہی دل میں اس کو برا بھلا کہنے لگتا خریدار اگر قیمت دریافت کرتا تو ہمیشہ دوگنی چوگنی بتلاتا اور جیسے ہی خریدار ذرا تامل کرتا بوڑھا دوکاندار خوش ہو کر اس کے ہاتھ سے کتاب اس طرح چھین لیتا جیسے اس کی تمام دولت چند ٹکوں کے عوض چھنی جا رہی ہو اور اس نے اپنی دانش مندی سے اسے بچا لیا ہو ——— اگر ایسا ہوتا کہ خریدار اس کی منہ مانگی قیمت پر راضی ہو جاتا تو دوکاندار کے صدمے کی انتہا نہ ہوتی ایسی صورت میں وہ دوکان بند کرنے کے بعد اس خریدار کے مکان جاتا اور منت سے خوشامد سے غرض جس طرح ہوتا وہ کتاب کو منہ مانگی قیمت دے کر خرید لاتا ——— اور دوبارہ الماری میں سجا دیتا ———

میں نے اپنی تعلیم ختم کی تھی قدیم تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے میں نے امتیازی ڈگری حاصل کی تھی لیکن تاریخ کے اس قدیم دور سے میں اب بھی بالکل اجنبی تھا، ہزاروں راز تھے جو اب تک پنہاں تھے اور میں ان سے قطعی نابلد تھا ——— اسی زمانہ میں ایک پرانی کتاب میں میں نے پڑھا کہ قدیم زمانے میں کرگانہ نام کا ایک فرقہ تھا، جو مختصر حالات اس فرقہ کے مختلف کتابوں میں ملے اُن سے مجھے تسلی نہ ہوئی اور میرا شوق دن بدن بڑھتا گیا اپنے اسی شوق کی تکمیل کے لئے میں ایک دن اسی کتب خانہ میں پہنچ گیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ پرانی کتابوں کی اس دوکان میں لاتعداد مرموز خطوط کی اور قلمی کتابیں ہیں ـ میں نے اپنے پسندیدہ موضوع کی کتابیں تلاش کرنا شروع کیں لیکن کئی گھنٹے کی جدوجہد کے بعد مجھے ایک بھی کتاب نہ ملی ——— ناامید ہو کر میں واپس چلا آیا لیکن اس کے باوجود میں اکثر اس دوکان چلا جایا کرتا اور کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہتا ———

ایک دن میں حسب عادت اس دوکان میں کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا کہ ناگاہ میں نے

دیکھا کہ ایک بزرگ صورت بوڑھا دوکان میں داخل ہوا اور میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے یہ دیکھا کہ مالک دوکان اس بوڑھے خریدار کے ساتھ بہت ادب کے ساتھ پیش آرہا ہے اور از خود کتابیں نکال کر اس کے سامنے پیش کر رہا ہے ـــــ یکایک دوکاندار نے اپنے نئے گاہک سے کہا" آج ۴۵ سال کی جد و جہد کے بعد صرف آپ ایسے شخص نظر آئے ہیں جو میرے خریدار ہونے کے قابل ہیں۔

"بندہ نوازی ـــــ" بوڑھے خریدار نے جواب دیا ـــــ چند منٹ کی خاموشی کے بعد بوڑھے نے چند کتابیں خریدیں اور کہا" اس قدیم فرقہ کے متعلق آپ کے پاس جو بھی لٹریچر ہو وہ آپ میرے پاس بھجوا دیجئے ـــــ یہ رہا میرا کارڈ ـــــ"

"کون سا فرقہ ـــــ" میں نے بالکل اچانک دخل در معقولات کی۔

"کردگانہ ـــــ" اور بوڑھے خریدار کے منہ سے نکلے ہوئے اس چھوٹے سے لفظ نے جیسے ایک ہی لمحہ میں میری تمام نا اُمیدیوں کو اُمید میں تبدیل کر دیا، میں نے پوچھا" کیا اس قدیم فرقہ کے متعلق آپ کے پاس کچھ کتابیں موجود ہیں ـــــ کیا آپ اس فرقہ کے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہیں؟"

بوڑھا خریدار مسکرا دیا ـــــ اور اس نے بہت آہستہ سے کہا" ہاں ـــــ میں اس فرقہ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں اتنا کچھ کہ میرے بعد اس فرقہ کی معلومات رکھنے والا ایک بھی شخص اس دنیا میں باقی نہ رہے گا ـــــ"

"ایسا نہ کہئے محترم بزرگ ـــــ پروردگار ایسے انسانوں کی تخلیق کرتا رہتا ہے جو اس دنیا کو علم سے خالی نہیں رہنے دیتے ـــــ کردگانہ فرقہ کی تحقیق خود میرا موضوع ہے کیا آپ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے ـــــ"

"ضرور ــــــ آپ کسی وقت میرے مکان تشریف لائیے ــــــ"

بوڑھا خریدار اپنے پتہ کا کارڈ دے کر آہستہ آہستہ چلا گیا، مالک دوکان نے میری طرف عجب نظروں سے دیکھا ــــــ اور مجھ سے کچھ پوچھنا چاہا ــــــ میں نے اس کی گھورتی ہوئی آنکھیں دیکھیں جو مجھ سے مسلسل سوال کر رہی تھیں اور میں گھبرا کر اس کی دوکان سے نکل آیا ــــــ اس واقعہ کے بعد میں دوبارہ اس دوکان میں داخل نہیں ہوا لیکن ایک عرصہ کے بعد مجھے یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ اس دن بوڑھے دوکاندار کی آنکھیں مجھ سے کیا سوال کر رہی تھیں۔

دوسرے دن میں انتہائی بے چینی کے ساتھ بوڑھے خریدار کے مکان پہنچ گیا ــ پہاڑی بھوجلہ میں واقع اس چھوٹے سے خوش قطع مکان کی کھڑکیوں سے وہ تمام مناظر نظر آ رہے تھے جو غور و فکر کرنے والے شخص کے مددگار ثابت ہوتے ہیں ــــــ دہلی کی تمام بلند عمارتیں اور گرد و نواح کے باغات ان کھڑکیوں سے صاف نظر آتے تھے۔

محمد محتشم نام کے اس بوڑھے شخص نے اپنے مکان کو نہایت پاکیزگی کے ساتھ آراستہ کر دیا تھا ــــــ میں ابھی اس کے کمرے کو اچھی طرح دیکھ بھی نہ پایا تھا کہ بوڑھا خریدار کمرے میں داخل ہو گیا اور بالکل قدیم انداز سے مصافحہ کرنے کے بعد مجھ سے کہا: "آپ کی تشریف آوری کا شکریہ"

"میرے محترم بزرگ شکریہ مجھے ادا کرنا چاہیئے کہ آپ بلا وجہ میرے حصول علم کیلئے زحمتیں اٹھا رہے ہیں ــــــ"

محمد محتشم :- ہاں تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو فرقہ کرد گانہ کے متعلق معلومات حاصل

کرنے میں مدد دوں ــــــ لیکن پہلے آپ کو یہ وعدہ کرنا پڑے گا کہ آپ فرقہ کردگانہ کے حالات کی تردید نہ کرنے لگیں گے۔"

میں:۔ علم کا متلاشی طالب علم کبھی علم کی ٹھوس حقیقتوں کی خواہ عقل ان کو قطعی تسلیم نہ کرتی ہو کبھی تردید نہیں کرتے ــــــ"

محمد محتشم:۔ اچھا تو سنیئے سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ کردگانہ فرقہ کے لوگ اب بھی پوشیدہ طور پر موجود ہیں اور اپنے قدیم اصولوں کی بنیاد پر سائنس اور دیگر علوم کی تفتیش میں سرگرم ہیں

میں:۔ (انتہائی حیرت سے) یعنی اس آٹھ ہزار برس قدیم فرقہ کے لوگ اب بھی زندہ ہیں

محمد محتشم:۔ بیچ میں بول کر گفتگو کا سلسلہ منقطع نہ کیجئے، حیرت نہ کیجئے اور تردید نہ کیجئے ــــ ورنہ میری زبان اس موضوع پر خاموش ہو جائے گی اور آپ ہمیشہ کے لئے پیاسے رہ جائینگے ــــ کردگانہ فرقہ کے لوگ اب بھی زندہ ہیں، کردگانہ کوئی مذہبی فرقہ نہیں ایک علمی فرقہ ہے، علم اور سائنس اس کا مسلک ہے اور دنیا کی ترقی اس کا مقصد اول ــــ اس فرقہ کے افراد الگ الگ اپنا کام کرتے رہتے ہیں کسی کو ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس فرقہ کے لوگ ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی ہونے کے باوجود شکل دیکھتے ہی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں ــــ کردگانہ فرقہ میں نئے آدمی بھی شامل کئے جاتے ہیں لیکن بہت سمجھ بوجھ کے اور اگر کوئی شخص اس فرقہ کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کی زندگی پر اسرار طریقوں پر ختم کر دی جاتی ہے اور اس طرح کردگانہ فرقہ کا راز۔ راز ہی بنا رہتا ہے کیوں کہ راز اور اسرار ہی اس فرقہ کا پہلا بنیادی اصول ہے ــ"

میرے اور ان کے درمیان گفتگو ہوتی رہی ـــــــ اور یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہا اب میں اپنی جگہ یہ مجبور رہا تھا کہ فرقہ کردگانہ کے بارے میں میری معلومات میری پیاس کو بجھانے کے لئے کافی ہیں ـــــــ لیکن میں اکثر یہ سوچتا کہ کیا کبھی کسی کردگی سے میری ملاقات بھی ہوسکتی ہے؟

ایک دن حسب معمول میں محتشم صاحب سے گفتگو کر رہا تھا اور اچانک انھوں نے کہا "میں جانتا ہوں تم فرقہ کردگانہ کے کسی زندہ فرد سے ملنے کے لئے بے چین ہو لیکن اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا"

اس دن میرے بزرگ دوست نے بالکل عجیب و غریب باتیں کیں اور اس کے بعد یہ نشست ختم ہوگئی ـــــــ کاش معلوم ہو جاتا کہ اس بوڑھے انسان سے یہ میری آخری ملاقات ہے ـــــــ کیوں کہ چند دنوں کے بعد جب میں ان کے مکان گیا تو پڑوسیوں سے معلوم ہوا کہ محتشم صاحب کا مکان خالی ہو چکا ہے ان کا سامان ان کا کوئی دور کا عزیز اٹھا لے جا چکا ہے اور اب اس مکان میں کوئی نہیں رہتا ـــــــ ان کے کسی پڑوسی کو ان کے بارے میں کوئی معلومات نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ ایک نیک انسان تھے اور محلہ کے ہر شخص کی مدد کرتے تھے ـــــــ کوئی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ان کی آمدنی کا ذریعہ کیا تھا اور وہ اپنے کثیر اخراجات کو کہاں سے پورا کرتے تھے۔

میں محتشم صاحب کی یاد کے ساتھ اپنے مکان واپس آگیا ـــــــ میں اکثر سوچتا کہ فرقہ کردگانہ تو اتنی معلومات کے باوجود میرے لئے ابتک بالکل راز ہے اور شائد وہ ہمیشہ ایک راز ہی رہتا لیکن ـــــــ؟

چند ماہ کے بعد مجھے ایک پارسل ملا۔ جس میں ایک موٹی سی کتاب بند تھی اور ایک

مختصر سا خط ــــــ جس کا خطاب مجھ سے تھا۔

عزیزم ــــــ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ تم فرقۂ کردگانہ کے حالات جاننے کے لئے بے چین تھے اور میں تمہارے ذریعہ اس ایٹم بم کے دَور کو فرقۂ کردگانہ کا ایک پیغام بھجوانے کے لئے مضطرب تھا چنانچہ میں تمہیں فارسی زبان کی ایک کتاب بھیج رہا ہوں تم اس کتاب کو اپنی مادّی دنیا کے سامنے پیش کر دو اور اس طرح "کردگانہ" کا یہ بنیادی اصول ثابت کر دو کہ روح سے مادہ ہے مادہ سے روح نہیں ہے ــــــ

میں یہ کہکر فرقۂ کردگانہ کے بارے میں تمہاری معلومات کو بھی بالکل مکمل کر دینا چاہتا ہوں کہ تم اس قدیم فرقہ کے ایک فرد سے بار بار مل چکے ہو اس سے باتیں کر چکے ہو اور اس کے ساتھ اپنی علمی زندگی کے بیشتر لمحات گذار چکے ہو

خدا تمہیں خوش رکھے

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت

محمد محتشم

میں نہیں بیان کر سکتا کہ اس خط کو پڑھ کر میری کیا حالت ہوئی، خیالات کے ایک طوفان کے ساتھ میں نے اس فارسی کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اس کے بعد آج اس کتاب کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں ــــــ ہو سکتا ہے آپ اسے صرف ایک خیالی افسانہ یا ناول سمجھیں لیکن میں اپنے بوڑھے دوست سے فرقۂ کردگانہ کے حقائق کی تردید نہ کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں اس لئے میں اس افسانہ کو بہر حال ایک حقیقت سمجھتا ہوں اور شاید آخری وقت تک زندہ حقیقت ہی سمجھتا رہوں گا۔

سلامت علی مہدی

(۱)

مغلیہ سلطنت کا چراغ زندگی ٹمٹما رہا تھا۔ لال قلعہ کی شان و شوکت اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی اور بہادر شاہ کی حکومت عملی طور پر صرف لال قلعہ کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو کر رہ گئی تھی ہر طرف ایک عام ذہنی انتشار پھیلا ہوا تھا، پورے ملک میں سیاسی سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی اور ہندوستان کا ہر شخص پوری شدت کے ساتھ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی ایسا دھماکا ضرور ہونے والا ہے جو ملک کی قسمت بدل دیگا ایک طرف تو پورے ملک میں یہ عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور دوسری طرف دہلی والے اپنی روایاتی رنگ رلیوں میں مصروف تھے بہادر شاہ کے لال قلعہ کی ہر صبح ایک نئی صبح ہوتی اور ہر شام ایک نئی شام ہوتی جوان کے خیال میں صرف اس لئے آتی تھی کہ اسکو زندگی کی مسرتوں میں ڈبو کر گذار دیا جائے، بادشاہ کے اس کردار کا اثر دہلی والوں پر بھی نمایاں تھا وہ بھی غم امروز و فکر فردا سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنے دن بسر کر رہے تھے۔ ہر رات دہلی میں ناچ رنگ اور موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتیں اور ساری رات دہلی کی فضاء مست کر دینے والے نغمات سے معمور رہتی

اسی دہلی کے ایک محلے میں ایک غریب مطرب رہتا تھا جس کا نام تھا عظمت ـــــ

عظمت اگرچہ اپنے فن میں یکتا تھا لیکن خوش قسمتی نے اس کی یکتائی فن کا ساتھ نہ دیا تھا چنانچہ باوجود اس کے کہ وہ ایک عظیم فن کار تھا دہلی میں اس کی کوئی خاص شہرت نہ تھی اور اگر کبھی کسی اچھی محفل میں اس کا تذکرہ بھی آتا تو عام طور سے یہ رائے ظاہر کی جاتی کہ عظمت کے گیت اور عظمت کے ستار سے نکلے ہوئے نغمے ماحول کو دہشت زدہ کر دیتے ہیں، چاروں طرف وحشت طاری ہو جاتی ہے اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے خبیث روحوں نے کسی ایک جگہ جمع ہو کر آہ وزاری شروع کر دی ہے ——— اور یہ واقعہ تھا کہ عظمت کا مذاق دنیا بھر سے نرالا تھا وہ اپنے گانے کے لئے ہمیشہ وہ چیزیں پسند کرتا جو عام پسند نہ ہوتیں اس کے گیتوں کے عنوان بھیانک ہوتے ایسے جن کو سُن کر آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور وہ کانپ جائے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ عظمت کو باوجود فن کار ہونے کے کبھی محفلوں میں نہ بُلایا جاتا اور وہ پریشانی کی زندگی بسر کرتا رہتا ———

عظمت کو زندگی کی ان دشواریوں کی کوئی پرواہ نہ تھی وہ اکثر ساری ساری رات اپنا ستار بجاتا رہتا اور ڈراؤنے نغمات فضا میں بکھیرتا رہتا حد یہ کہ اس کے ہمسایے پریشان ہو جاتے لیکن اس کو اس کی کوئی خبر نہ ہوتی اور وہ بالکل بے خود ہو کر اپنے ہی گیتوں میں ساری رات کھویا رہتا ——— یہ پوچھنے پر کہ وہ ایسے دل خراش نغمے کیوں سُناتا ہے وہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیتا میرے نغمات اور میری موسیقی تمہارے لئے نہیں بلکہ ان کے لئے ہے جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ——— اس کے اس جواب کو سن کر لوگ اس کو پاگل سمجھتے اور اس سے دور دور رہنے کی کوشش کرتے ——— عظمت کی صورت شکل بھی اس کی عادات کے بالکل مناسب تھی، اس کا نقشہ خوب صورت ضرور تھا مگر چہرے سے ہمیشہ متفکر اور بیمار معلوم ہوتا تھا، بالوں کی سیاہ لٹیں اس کے چہرے پر پڑی رہتی تھیں

وہ جس طرف دیکھتا تھا اس کی ٹکٹکی بندھ جاتی تھی وہ ہمیشہ بالکل خالی الذہن معلوم ہوتا، اس کی حرکات وسکنات عجیب تھیں اس کی حرکتوں سے گھبراہٹ معلوم ہوتی تھی، اکثر وہ بیٹھے بیٹھے یکایک کھڑا ہو جاتا یا کسی خیال میں یکایک چونک اٹھتا ——— لیکن اپنے اس کردار کے باوجود وہ ایک نہایت نیک اور نرم دل انسان تھا، ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہتا نہ اس کی کسی سے دوستی تھی نہ کسی پر بھروسہ ——— وہ یا تو اپنے ستار میں کھویا رہتا اور یا پھر اپنی بیوی نجمہ اور اپنی اکلوتی لڑکی زمرد سے باتیں کرتا رہتا ——— عظمت نے اپنی بیوی نجمہ اور اپنی لڑکی زمرد کو بھی موسیقی سکھادی تھی۔

اور یہ واقعہ ہے کہ اگر نجمہ اس کی زندگی میں داخل نہ ہوتی تو شائد عظمت کسی دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو چکا ہوتا یا عالم محویت میں کسی دن چھت پر سے نیچے گر کر اپنی ہڈی پسلی توڑ چکا ہوتا، نجمہ اس کے گیتوں کی تعریف کرتی اور اس کی موسیقی کو دنیا کی سب سے بہتر موسیقی ثابت کرتی، وہ عظمت کو ڈھارس دیتی اور دنیا کو برا بھلا کہتی کہ وہ عظمت کی موسیقی کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتی، غرض نجمہ عظمت کی ناکام زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھا اور اسی ایک سہارے کے بل پر عظمت طوفان حیات کا مقابلہ سکون اور اطمینان سے کرتا چلا جا رہا تھا، نجمہ اپنی لڑکی زمرد کو اس کے باپ سے دور ہی دور رکھتی اور ہر لمحہ یہ کوشش کرتی رہتی کہ زمرد کے دل و دماغ پر اس کے باپ کی حرکات وسکنات کا سایہ نہ پڑنے پائے، لیکن بچپن ہی سے زمرد کے کانوں میں عظمت کے خوفناک گیتوں کی آواز پڑ چکی تھی وہ از خود اپنے باپ کے ان گیتوں کی طرف بڑھتی اور جیسے مست ہو جاتی ——— موسیقی اس کی پیدائش کے وقت سے اس کے گرد و پیش موجود تھی، اور اس طرح اسکا دماغ موسیقی کے احساس رنج و راحت کا مجموعہ ہو کر رہ گیا تھا، جب وہ صبح کو جاگتی تو اسکی آنکھوں

میں اس کے جلوے موجود ہوتے اور جب کبھی رات کو اس کی آنکھ کھلتی تو موسیقی کا تصور ہی اس کو جھنجوڑ تا رہتا ـــــ عظمت اپنی بیٹی کی ان کیفیات سے خوب واقف تھا لیکن لاکھ چاہنے پر بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ زمرد کو بھی اس موسیقی سے روشناس کرائے جس نے اس کی دنیا ہی بدل دی ہے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس نے زمرد کو رائج الوقت موسیقی سکھائی ـــــ رفتہ رفتہ زمرد کی آواز بذات خود ایک نغمہ ہو گئی چنانچہ ایک دن عظمت نے بالکل وارفتگی کے عالم میں کہا، "زمرد تو ایک مطرب کی نہیں موسیقی کی بیٹی ہے ـــــ تو وہ سمندر ہے جس میں موسیقی کے تمام دریا گرتے ہیں اور میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ تو کسی بڑے کام کے لئے پیدا ہوئی ہے ـــــ"

باپ کا یہ جملہ زمرد کے دل و دماغ پر نقش ہو کر رہ گیا وہ اکثر یہ سوچا کرتی کہ وہ کسی بڑے کام کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اس کا تعلق زندگی کے کسی بڑے افسانے سے ہونے والا ہے، یہی وہ خیالی افسانہ تھا جس کی آوازیں ہر وقت اس کے کانوں میں گونجتی رہتی تھیں، اکثر وہ تنہائی میں اپنی خیالات میں غرق ہو جاتی اس تصور میں ڈوب جاتی ـــــ کبھی وہ خود کو لال قلعہ کی عالی شان دیوان خانوں میں موجود پاتی اور کبھی ویران قبرستانوں میں ـــــ غرض کہ انسانی فطرت کے عین مطابق یہ لایعنی خواب اس کے دل و دماغ میں مسلط ہوتے جا رہے تھے اور وہ بالکل غیر محسوس طریقہ پر بدلتی جا رہی تھی

(۲)

عظمت کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا، فضا میں بھٹکنے والی روحوں کو ان کے پسندیدہ نغمات سنانے والے موسیقار کو اپنی محفلوں میں کون بلاتا، ماحول کو خوفزدہ بنانے والے

مطرب کو کون رئیس اپنی سرپرستی میں لیتا اور گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے والے مغنی کی کون قدر کرتا ــــ لیکن باوجود اس کے کہ عظمت کی کوئی آمدنی نہ تھی اس کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی، اس کی زندگی آسودہ نہ تھی تو مصیبت زدہ بھی نہ تھی ــــ ہر تیسرے چوتھے مہینہ ایک مغل رئیس کمال الدولہ آتا اور اس کو کچھ نہ کچھ رقم دے جاتا ــــ تین افراد پر مشتمل یہ چھوٹا سا خاندان ہمیشہ اپنے اس سرپرست کا منتظر رہتا ــــ اور جیسے ہی وہ آتا گھر کا گھر اس کے آگے اپنی آنکھیں بچھا دیتا۔ عظمت کو کیا بلکہ پورے دہلی کو حدیہ کہ بہادر شاہ کے دربار تک کو جہاں کمال الدولہ کو بے پناہ عزت و احترام حاصل تھا یہ نہیں معلوم تھا کہ کمال الدولہ کہاں کا رئیس ہے اس کی جاگیر کہاں واقع ہے، اس کے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں، اور اس کو یہ شان و شوکت کہاں سے حاصل ہوئی ہے،

کمال الدولہ ہمیشہ دہلی سے باہر رہتا وہ صرف چند دنوں کے لئے دہلی آتا اور دہلی کی محفلوں میں اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کر کے نہ معلوم کہاں واپس چلا جاتا، اس کا قافلہ ہمیشہ قدسیہ[1] باغ میں ٹھہرتا اور اس کے ساتھ اتنا ساز و سامان ہوتا کہ دہلی کے عوام ہی نہیں دہلی کے رئیس تک اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتے ــــ اسی کمال الدولہ کی سرپرستی عظمت کا ذریعۂ آمدنی تھی اور یہی واحد شخص تھا جو عظمت کی موسیقی کی قدر کرتا تھا، کمال الدولہ نے خود کبھی عظمت کی موسیقی نہیں سنی تھی اور جب کبھی عظمت نے چاہا کہ کمال الدولہ کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرے کمال الدولہ ٹال جاتا اور کہتا "تمھاری موسیقی سننے اور سمجھنے کی اہلیت مجھ میں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے وقت آنے پر میں تم سے کہوں گا کہ تم اپنے ستار کے تار چھیڑو"

آج عظمت کے مکان میں بڑی چہل پہل تھی، قدسیہ باغ میں کمال الدولہ کا قافلہ ٹھہرا ہوا

[1] اس باغ کا اب صرف نام ہی نام باقی رہ گیا ہے۔

تھا اور عظمت کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ آج کمال الدولہ اس کے مکان آنے والا ہے ــــــ آج عظمت نے اپنے اُلجھے ہوئے بالوں میں کنگھی بھی کرلی تھی اور اپنی عادت کے بالکل برعکس صاف کپڑے بھی پہن لئے تھے۔ شام کو کمال الدولہ تن تنہا ایک شاندار گھوڑے پر سوار عظمت کے گھر پہنچ گیا، عظمت نے بہت احترام کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اسکو مکان کے اندر لے گیا، مزاج پرسی کے بعد عظمت نے کہا: "نصیب دشمناں مزاج کیسے تھے اس مرتبہ دہلی آنے میں سرکار نے خلاف معمول اتنی تاخیر کیوں کی ــــــ"

"کچھ نہیں عظمت ــــــ میں موتیوں کی تجارت کے سلسلے میں یورپ گیا ہوا تھا!"

کمال الدولہ نے مسکرا کر کہا

"تو سرکار اب تجارت کرنے لگے ــــــ" عظمت نے لجاجت سے کہا۔

"اچھا چھوڑو اس تذکرہ کو ــــــ میں نے سُنا ہے تم نے اپنی لڑکی زمرد کو بھی موسیقی سکھادی ہے ــــــ"

"آپ نے کس سے سُنا سرکار ــــــ"

"دہلی کی فضائیں اور دہلی سے گذرنے والی ہوائی لہر مجھے دہلی کی ہر خبر سنا دیتی ہے موسیقار عظمت کی اکلوتی لڑکی روایات کے خلاف موسیقی سیکھے اور اس کی خبر نہ مشہور ہو ــــــ یہ کیسے ممکن ہے ــــــ"

"ہاں سرکار میں نے سوچا میرا ستار تو کبھی دل خوش کن نغمات بکھیرتا ہی نہیں میں کیوں نہ اپنی لڑکی کو موسیقی کی فرحت زا قدروں سے روشناس کرادوں ــــــ اور سچ پوچھیے تو میں نے اپنا سارا فن اپنی زمرد کے گلے میں ہی اُتار دیا ہے تاکہ میرے بعد میرا فن بھی نہ مرجائے ــــــ"

"اچھا ——" (حیرت سے) —— ذرا زمرد کو بلاؤ تو ——"

عظمت نہیں چاہتا تھا کہ اپنی لڑکی کو اس رئیس کے سامنے پیش کرے لیکن مجبوری اسکی راہ میں حائل تھی، بھلا وہ اس شخص کی بات کیسے ٹالتا جو اس کی سرپرستی کر کے زندگی کی دشواریوں کو اس کے لئے آسان کرتا چلا آیا تھا چنانچہ اس نے بادل نخواستہ زمرد کو بلوایا —— زمرد آئی اور شرما کر باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی —— کمال الدولہ نے جس کی عمر بمشکل تیس برس معلوم ہوتی تھی چند لمحات تک نظر بھر کے زمرد کی طرف دیکھنے کے بعد زمرد سے کہا "خدا تمہارا اقبال بلند کرے —— اور تم لڑکی ہونے کے باوجود اپنے باپ کی اچھی جانشین ثابت ہو ——"

"آپ ایسے بزرگوں کی دعائیں شامل حال رہیں ——" عظمت بیچ ہی میں بول دیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر زیادہ بات ہو اور کمال الدولہ کو اس کا موقع ملے کہ وہ زمرد کو زیادہ دیر تک دیکھتا رہے

"میں نے یہی دعا دینے کے لئے تمھیں یہاں بلوایا تھا، میں تمھیں یہی نصیحت کرنا چاہتا تھا کہ بعض وقت جس شعلے کی روشنی آنکھوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے وہی اکثر دل وجان کو جلا ڈالتا ہے —— میں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ تم یہ سوچ کر کہ تم ایک لڑکی ہو اپنی ہمت نہ ہارو اپنے خیالات کی پراگندگی دور کرو، اپنی آرزوئیں اور اپنے ارادے پورے کرنے کیلئے دل وجان سے کوشش کرو" کمال الدولہ نے انتہائی سنجیدگی اور ربانہ شان سے کہا۔

"آپ کی یہ نصیحتیں میری زمرد ہمیشہ پیش نظر رکھے گی ——" عظمت نے پھر بات کاٹنا چاہی لیکن کمال الدولہ نہ معلوم کیا کیا کہنا چاہتا تھا —— اس نے اپنا جملہ جاری رکھتے ہوئے کہا "تم باغ میں درختوں کو دیکھتی ہوگی غور کرو وہ کس طرح بڑھتے ہیں پہلے کیسے بڑھتے ہوتے ہیں۔ ابتدا میں تیز وتند ہوائیں ان کی نرم ونازک شاخوں کو ادھر سے ادھر کرتی رہتی ہیں

مگر وہ اپنی تمام عمر اپنی ہستی قائم رکھنے کی کوشش میں صرف کر دیتے ہیں اور چونکہ ان درختوں کا مقصد بالذات روشنی کا حصول ہوتا ہے اس لئے وہ تمام مشکلات کا مقابلہ کر کے آخر کار آفتاب کی طرف سر کر کے کھڑے ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنے ہرے پتوں کی تازگی ہر حال میں باقی رکھتے ہیں ـــــــ اس لئے میں بھی تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تم درختوں پر چڑیوں کو چہچہاتے اور اونچی دیواروں پر چمکتی دھوپ کو دیکھو تو اس سبق کو نہ بھول جاؤ جو قدرت نے روز اول تمہیں دیا تھا یعنی تاریکی سے روشنی میں آؤ اور ہمیشہ روشنی میں رہنے کی جدوجہد کرو ـــــــ"

عظمت اور زمرد دونوں حیرت سے اس نوجوان رئیس کی بوڑھی باتیں سن رہے تھے عظمت سوچ رہا تھا ایک دوشیزہ کو اس قسم کی نصیحتیں دینے سے کیا فائدہ اور زمرد کا دماغ یہ سوچ رہا تھا کاش یہ رئیس اسی طرح گھنٹوں باتیں کرتا رہے ـــــــ اپنی بات ختم کرنے کے بعد کمال الدولہ نے عظمت کو روپیوں کی ایک تھیلی دی اور اس کے بعد جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ـــــــ عظمت اس کے ساتھ ساتھ دروازہ تک گیا ـــــــ زمرد کی بے اختیار نگاہیں بھی اس کے ساتھ دروازہ تک گئیں، وہ نہیں چاہتی تھی کہ کمال الدولہ اس کے مکان سے جائے اگر کوئی اس وقت کمال الدولہ کو واپس بلا دیتا تو زمرد دنیا بھر کی دولت وحشمت اس کو دینے کے لئے تیار ہو جاتی، اس کا معصوم دل اس اجنبی رئیس کی آواز سننے کے لئے تڑپا جاتا تھا ـــــــ جس طرح چودھویں رات کے چاند کی روشنی سے دنیا کا کونہ کونہ منور ہو جاتا ہے اسی طرح وہ کمال الدولہ کو اپنے دل کے ہر حصہ میں موجود پاتی تھی چنانچہ جیسے ہی کمال الدولہ اس کے مکان سے باہر نکلا اس کے دل و دماغ پر تاریکی اور اداسی چھا گئی بالکل اسی طرح جیسے چاند غروب ہو کر رات کو اور بھی زیادہ

تاریک اور اداس بنا دیتا ہے — ہوئیں

(۴)

کمال الدولہ جامع مسجد سے متصل گذرنے والی سڑک پر ہولیا ــــــ کیونکہ یہی سڑک قدسیہ باغ جاتی تھی ــــــ ایک بڑے محل کے پھاٹک پر بہت سے امیرزادے کھڑے تھے۔ یہ محل امراء کی تفریح گاہ سمجھا جاتا تھا یعنی وہ قمار خانہ جہاں امراء اور رئیس اپنی دولت بے دریغ اڑایا کرتے تھے، کمال الدولہ بھی گھوڑے سے اتر کر پھاٹک کے اندر داخل ہوگیا

کمال الدولہ کے اندر چلے جانے کے بعد پھاٹک پر کھڑے ہوئے رئیس زادوں میں سے ایک نے کہا ــــــ "شائد یہی وہ کمال الدولہ ہے جس کی دولت کا تمام دہلی میں ڈنکا بجا ہوا ہے ــــــ"

دوسرا :- "کہتے ہیں اس کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں!"

پہلا :- "کوئی نہیں جانتا اس کے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی اور یہ شان و شوکت اس کو کہاں سے حاصل ہوگئی ــــــ نہ معلوم وہ کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں چلا جاتا ہے ــــــ"

تیسرا :- "یہ لو صفدر علی خاں بھی آگئے ــــــ سنا ہے ان کی کمال الدولہ سے کافی دوستی ہے ــــــ اور ــــــ (صفدر علی خاں کے قریب آنے پر) تسلیمات عرض ہے صفدر علی خاں صاحب ــــــ آج تو آپ کے دوست کمال الدولہ بھی قمار خانے تشریف لے گئے ہیں ــــــ"

وہ ابخلیخاں :- "اچھا تو کمال الدولہ آ گئے ـــــــ"

مقصد :- "صفدر صاحب ذرا یہ تو بتایئے کہ آپ اور کمال الدولہ میں خلاف معمول اتنی دوستی کیسے ہو گئی "

صفدر علیخاں :- "طوائف کے کوٹھے پر ـــــــ وہ بھی گانا سن رہے تھے اور میں بھی گانے کے بعد طوائف نے ہم دونوں کا تعارف کیا بس اس کے بعد ہم دونوں میں دوستی ہو گئی پچھلے سال جب وہ جانے لگے تو مجھے بطور اپنی یادگار یہ انگوٹھی بھی دے گئے (انگوٹھی دکھا کے) میں نے بازار میں اس کی قیمت دریافت کروائی تو معلوم ہوا صرف ہیرا دس ہزار روپے سے زائد کا ہے ـــــــ"

ہیلا :- "نواب صاحب! شائد آپ تک وہ خبریں نہیں پہنچیں جو اس شخص کے بارے میں مشہور ہو چکی ہیں ـــ مجھے حیرت ہے کہ آپ ایسے شخص سے تحفہ قبول کرتے ہیں جسکا نتیجہ بہت ہی برا ہونے والا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہ شخص جادوگر ہے ..... "

صفدر علیخاں :- "ان خیالات کو رہنے دیجئے اگر کوئی اور سنے گا تو ہنسے گا کوئی ایسی بات کہیئے جو معقول ہو اور فلسفہ اسے قبول کرے ـــــــ ابھی چند دن کا تذکرہ ہے کہ ایک ۹۰ برس کا بڈھا مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے کمال الدولہ کو اپنے بچپن میں دیکھا تھا اور اس وقت بھی کمال الدولہ کی عمر یہی تھی جو آج ہے ـــــــ اب آپ ہی بتایئے میں ان تصورات اور بے بنیاد خیال آرائیوں کو کیسے اپنے دل میں جگہ دیدوں؟

ہیلا رٹیس :- "آپ کمال الدولہ کو غلط سمجھ رہے ہیں، ابھی دو دن ہوئے مصر کے ایک تاجر نے جو آجکل دہلی آیا ہوا ہے مجھ سے یہ کہا کہ اس نے کمال الدولہ کو آج سے بیس سال قبل قاہرہ کی بازاروں میں دیکھا تھا اور اس وقت بھی وہ جوان تھا اور

بے پناہ حد تک دولت کا مالک اب آپ ہی بتایئے یہ صفات جادوگر میں نہیں ہوتیں تو پھر کس میں ہوتی ہیں ——"

صفدر علیخاں :- "معاف کیجئے کمال الدولہ میرے دوست ہیں اور میں اپنے معزز دوست کے بارے میں ایسے مکروہ الزامات سننے کے لئے تیار نہیں ہوں —— ہاں —— شام کو آپ سب حضرات میرے یہاں دعوت میں تشریف لائیں میں کمال الدولہ کو بھی بلواؤں گا اور عملی طور پر یہ ثابت کر دوں گا کہ کمال الدولہ کے بارے میں آپ سب کے خیالات انتہائی گمراہ کن ہیں

پہلا :- "آپ کچھ بھی کہئے صفدر صاحب —— خدا کی قسم کمال الدولہ کی طرف دیکھ کر مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں پانچ ہزار سال پرانی کسی ایسی مصری ممی کو دیکھ رہا ہوں جو اپنا تابوت توڑ کر باہر نکل آئی ہو ——"

دوسرا رئیس :- "وہ جب دہلی آتا ہے ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے چلا جاتا ہے میں پوچھتا ہوں آخر یہ روپیہ آتا کہاں سے ہے؟

پہلا :- زمین میں دفن شدہ ان خزانوں کے علاوہ اور کہاں سے آتا ہو گا جن کا حال جادوگروں کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔

دوسرا رئیس :- ایک بات اور بتاؤں —— اس کمال الدولہ کے ملازمین جو زبان بولتے ہیں وہ کمال الدولہ کے علاوہ اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتی —— واللہ مجھے تو ان کا چہرہ دیکھ کر ہی ہول ہونے لگتا ہے

صفدر علیخاں :- قسم پروردگار کی —— آپ لوگوں کی انہی باتوں نے تو دہلی کی سلطنت ختم کروا دی ہے —— ورنہ مغلیہ سلطنت کا تاجدار صرف پالم تک حکومت نہ کرتا ہوتا "

ایک نیا آدمی :۔ اچھا ہٹایئے اس جھگڑے کو ــــــ آیئے اندر چلیں وقت گذر رہا ہے

اسکے بعد تمام آدمی قمار خانے کے اندر چلے گئے جہاں دہلی کے رئیس اپنا اچھا سرمایہ برباد کر رہے تھے۔

(۴)

قمار خانے میں شہر کے تمام ممتاز لیکن اوباش قسم کے رئیس جمع تھے طرح طرح کی خوش فعلیاں ہو رہی تھیں اور مختلف تختوں پر جواریوں کی ٹولیاں جمی ہوئی تھیں ــــــ کمال الدولہ بھی ان میں سے ایک ٹولی میں شریک ہو گیا، اسی اثناء میں صفدر علی خاں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قمار خانہ کے اندر داخل ہو گیا سب سے پہلے صفدر علی خاں نے کمال الدولہ سے علیک سلیک کی مزاج پرسی کی اور اس کو بھی دعوت دی کہ آیئے کسی ٹولی میں بیٹھ کر قسمت آزمائی کریں۔

کمال الدولہ :۔ لیکن میں کبھی جوا نہیں کھیلتا

صفدر علی خاں :۔ کیوں ــــــ ؟

کمال الدولہ :۔ اس لئے نہیں کہ جوا بُرا ہوتا ہے جوا تو ایک بُری اور تباہ کن عادت کا نام ہے ہی بلکہ اس لئے کہ جواء دوسرے کے مفاد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتا ہے

صفدر علی خاں :۔ میں آپ پر زور نہیں دیتا اور نہ میں آپ سے اس مسئلہ پر بحث کر کے اس خوش گوار ماحول کو مکدر کرنا چاہتا ہوں لیکن پھر بھی ــــــ !

کمال الدولہ :۔ (بیچ میں مداخلت کر کے) میں آپ کے کھیل کا تماشہ دیکھتا رہوں گا۔

صفدر علی خاں شہر کا سب سے چالاک رئیس تھا ــــــ اس کی فطرت میں بے ایمانی داخل تھی وہ ہر ایک کی دولت کو حریص نگاہوں سے دیکھتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ ساری دنیا کی دولت سمٹ کر اس کے قبضہ میں آ جائے، دولت کی یہی لالچ اس کو قمار خانے بھی

گھسیٹ لاتی تھی ——— وہ قمار خانے میں ہمیشہ جیتنے کے لئے آتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ وہ کبھی ہارتا بھی نہیں تھا کچھ تو اس لئے کہ وہ بے پناہ حد تک چالاک تھا اور کچھ اس لئے کہ وہ جوئے میں بے ایمانی کرنے میں بھی بے حد مہارت رکھتا تھا

تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹولی نے پانسے پھینکنا شروع کر دیے۔ صفدر علی خاں مخالف ٹولی میں شریک ہو گیا ——— چاندی اور سونے کے سکے ادھر سے ادھر منتقل ہونے لگے اچانک پانسہ صفدر علی خاں کے ہاتھ لگ گیا، بازی اس کے ہاتھ میں آنا تھی کہ مخالف پارٹی ہارنے لگی دونوں طرف سے جوش بڑھ گیا، داؤں پر داؤں لگنے لگے اور صفدر علی خاں کا مقابل رئیس جس کا نام اعتماد علی خاں تھا مسلسل ہارنے لگا ——— صفدر علی خاں کی ہر جیت پر اعتماد علی خاں کا رنگ اُتر جاتا حد یہ کہ اعتماد علی خاں جو بڑے پایہ کا رئیس تھا اپنی مسلسل ہار سے بدحواس سا ہو گیا، اس سارے مجمع میں صرف کمال الدولہ ہی وہ واحد شخص تھا جس کو کھیل سے کوئی دلچسپی نہ تھی جس کے چہرے پر ہار جیت کا کوئی اثر نہ تھا جو انتہائی خاموشی کے ساتھ ان بے ایمانیوں کا اندازہ لگا رہا تھا جس میں صفدر علی خاں ماہر ہو چکا تھا، آخر کار کمال الدولہ سے نہ رہا گیا، اعتماد علی خاں کی بے چینی اس سے نہ دیکھی گئی اور اس نے اچانک یہ کہکر فضا بالکل بدل دی کہ اعتماد علی خاں کی طرف سے بازی وہ لگایا کرے گا ——— صفدر علی خاں پر جیت کا بخار سوار ہو چکا تھا اس نے چاہا کہ وہ کمال الدولہ کو چند منٹ قبل کی باتیں یاد دلائے لیکن اس نے دل ہی دل میں یہ سوچا کہ لگے ہاتھوں کمال الدولہ کو بھی پانسے کی بے ایمانی سے لوٹ لیا جائے اس مرتبہ پہلا ہی داؤں صفدر علی خاں کے خلاف پڑا اور جب بازی اعتماد علیخاں کے ہاتھ آئی تو جیسے صفدر علیخاں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

کھیل کی اس نئی ابتداء نے صفدر علی خاں کی جیتی ہوئی تمام رقم اعتماد علی خاں کو واپس دلادی ـــــ چنانچہ اس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا۔

صفدر علی خاں :۔ کمال صاحب ـــــ میرے خیال میں آپ اعتماد علی خاں کا ساتھ نہ دیجئے

کمال الدولہ :۔ ساتھ دینے اور نہ دینے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، بات صرف اتنی تھی کہ میں کسی شخص کا نقصان ہونا پسند نہیں کرتا خواہ آپ کا ہو رہا ہوتا خواہ اعتماد صاحب کا

صفدر علی خاں :۔ لیکن آپ یہ کیسے بھول جاتے ہیں کہ یہ قمار خانہ ہے اور یہاں جوا ہو رہا ہے۔

کمال الدولہ :۔ میرے دوست یہ ٹھیک ہے کہ یہاں جوا ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ......

اتنا کہہ کر کمال الدولہ نے نہ معلوم کن آنکھوں سے صفدر علی خاں کی جانب دیکھا کہ صفدر علی خاں کا رنگ یکایک سفید ہو گیا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس طرح پیچھے ہٹا جیسے کوئی اس کو مار کر پیچھے ہٹا رہا ہے، وہ کانپنے لگا اور کانپتے کانپتے چیخ پڑا ـــــ" خدا کے لئے اپنا جملہ مکمل نہ کیجئے ـــــ میری عزت آپ ہی کے ہاتھ ہے ـــــ "

صفدر علی خاں کی چیخ اور ڈراؤنی آواز سن کر تمام افراد اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے اس نے اپنی آنکھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بند کر لیا اور چاہتا تھا کہ مزید کچھ کہے کہ کمال الدولہ نے بڑھ کر اس کو تھام لیا اور نہایت نرمی سے کہا۔

"معزز حضرات امید ہے کہ ہم دونوں کی اچانک روانگی کو آپ لوگ نظر انداز کر دیں گے صفدر علی خاں کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہو گئی ہے اور میں ان کو ان کے گھر پہنچا دینا چاہتا ہوں "

کمال الدولہ صفدر علی خاں کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا، دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے، کافی دیر کی خاموشی کے بعد صفدر علی خاں نے کہا: میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اعتماد کا ساتھ کیوں دیا جب کہ آپ اعتماد کے نہیں میرے دوست تھے!

کمال الدولہ:- صرف اس لئے کہ میں اس کو آپ کی بے ایمانی سے بچانا چاہتا تھا

صفدر علی خاں:- (بگڑ کر) تو گویا میں بے ایمانی کر رہا تھا۔

کمال الدولہ:- بالکل صاف ــــــ لیکن اس بے ایمانی کو صرف میری ہی آنکھیں دیکھ سکتی تھیں بالکل اسی طرح جیسے میری ہی آنکھیں آج بھی تیرہ سال قبل کا یہ واقعہ دیکھ رہی ہیں کہ آپ دوا کے بہانے اپنے شفیق باپ کو زہر پلا رہے ہیں اور پھر ان کی رحلت کے بعد ان کے غم میں مصنوعی آنسو بہا رہے ہیں۔

صفدر علی خاں:- (گھبرا کر) کمال الدولہ صاحب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں

کمال الدولہ:- آپ خوب سمجھتے ہوں گے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ کہا ہے، شائد آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اب آپ اس موضوع پر مجھ سے مزید کوئی گفتگو نہ کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے اس راز کو ہمیشہ راز رکھوں گا بالکل اسی طرح جیسے دنیا کے اور بھی بہت سے راز میرے سینے میں دفن ہیں اور کبھی باہر نہیں آتے۔

صفدر علی خاں:- (شرمندگی کے لہجے میں) خدا کی قسم آپ جادوگر ہیں اور دنیا آپکے بارے میں جو کچھ کہتی ہے وہ بالکل سچ ہے۔

کمال الدولہ:- دنیا بالکل غلط کہتی ہے میرے دوست

صفدر علی خاں:- تو پھر آپ مجسم اسرار ہیں۔

کمال الدولہ:- (بات کاٹ کر) یہ لیجئے آپ کی محل سرا آگئی، اب بقیہ باتیں کل شب میں دعوت کے موقع پر ہوں گی۔

کمال الدولہ نے یہ کہکر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تاریکی میں غائب ہوگیا لیکن صفدر علیخاں کافی دیر تک کھڑا یہ سوچتا رہا کہ کمال الدولہ کو اس کا یہ راز کیسے معلوم ہوگیا یہی نہیں بلکہ اس کی محل سرا جو قمار خانے سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے چند منٹ میں کیسے آگئی اور وہ اتنی جلد یہاں کیسے پہنچ گیا؟

(۵)

رات آدھی سے زائد گزر چکی تھی دلی سے ۹ میل دور تغلق آباد کے ویران کھنڈروں میں بالکل موت کا سا سناٹا چھایا ہوا تھا، تاریکی نے ان کھنڈروں کو اور بھی زیادہ ہولناک بنا دیا تھا ——— یہ وہی کھنڈرات تھے جہاں تغلق بادشاہوں نے کوہ پیکر قلعے تعمیر کئے تھے انھیں بوسیدہ محرابوں کے نیچے سے غیاث الدین تغلق اور محمد شاہ تغلق کے شاہانہ جلوس نکلا کرتے تھے یہیں وہ بلند ہال تھے جن میں تغلق شہنشاہ اپنے تمام رعب و جلال کے ساتھ اپنا دربار منعقد کرتے تھے اور یہیں محراب در محراب اور ستون در ستون وہ عالی شان محل تھا جو محمد شاہ تغلق نے دکن جانے سے قبل اپنے لئے تعمیر کرایا تھا تغلق آباد کے انھیں ویران کھنڈروں میں اب بھی ایک شکستہ عمارت موجود تھی اس عمارت میں کبھی کوئی نہیں رہتا تھا آس پاس کے گوجر بھی اس عمارت کے نزدیک نہیں آتے تھے عام طور سے ان گوجروں میں یہ مشہور تھا کہ ان کھنڈروں میں اکثر روشنی چلتی پھرتی نظر آتی ہے، اکثر انسانی آوازیں بلند ہوتی ہیں اور اکثر دھواں نکلتا دکھائی دیتا ہے بالکل اس طرح جیسے سردی سے بچنے کے لئے الاؤ سلگا دیا جائے اور اس الاؤ کا دھواں فضا کو اپنے دامن میں چھپانے لگے۔

آج اسی بوسیدہ عمارت میں دو شخص ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے، ایک کا نام تھا کمال الدولہ اور دوسرے کا سقیف ــــــ آج برسوں کے بعد ان دونوں میں ملاقات ہوئی تھی ویسے کوئی دن ایسا نہیں جاتا جبکہ ان دونوں میں ملاقات نہ ہوتی ہو، کمال الدولہ اور سقیف جب چاہتے ایک دوسرے سے مل لیتے اور ان کا درمیانی فاصلہ خواہ وہ ہزاروں میل کا ہی کیوں نہ ہو چند لمحوں میں ختم ہو جاتا ــــــ لیکن ان کی آج کی ملاقات کی نوعیت ہی کچھ اور تھی آج دونوں کا جسم ایک دوسرے کے نزدیک تھا، دونوں کے پاس وقت کم تھا دونوں یہ چاہتے تھے کہ ماضی کی تمام باتیں ایک دوسرے کے سامنے پیش کر دی جائیں۔

سقیف:۔ کمال الدولہ ــــــ میں تمہاری کسی سرگرمی پر اعتراض نہیں کرتا البتہ تم کو یعنی موقف کو جسے آج دنیا کمال الدولہ کے نام سے پکارتی ہے اور جو کسی نصیحت کا محتاج نہیں ہے، یہ آخری نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ تم گناہ سے اسی طرح بھاگو جس طرح ہماری زندگی موت سے دُور بھاگتی رہتی ہے

کمال الدولہ عرف موقف:۔ گناہ اور موقف دو متضاد چیزوں کے نام ہیں سقیف۔

سقیف:۔ میں جانتا ہوں تم گناہ کے پاس نہیں جا سکتے لیکن گناہ تمہارے پاس ضرور آسکتا ہے اور میری وہ نظریں جو ہر وقت مستقبل کی ورق گردانی کرتی رہتی ہیں اور جو ماضی اور مستقبل کا درمیانی فاصلہ پلک جھپکتے میں طے کر لیتی ہیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ گناہ تمہارے نزدیک آنے کیلئے تڑپ رہا ہے۔

کمال الدولہ:۔ میں آپ کا مدعا سمجھ گیا میں یہ بھی سمجھ گیا کہ آپ کا اشارہ کس طرف ہے لیکن میرے محترم ــــــ موقف جانتا ہے کہ اس دنیا میں اب ہم صرف دو رہ گئے ہیں ایک آپ

اور ایک میں ——— اور ظاہر ہے کہ گناہ کر کے میں خود کو فنا کے حوالے کر کے آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔

سقیفت :- میرے موقف ——— مجھے اس کا اعتراف ہے کہ تم پر گناہ کا قبضہ نہیں ہو سکتا لیکن یہ مت بھولو کہ گناہ اپنے تمام بُرے انجاموں کے ساتھ تم پر حملہ ضرور کر سکتا ہے۔

کمال الدولہ :- بالفرض محال گناہ نے مجھ پر حملہ بھی کیا تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں گناہ کے آگے اپنا سر جھکا دوں گا جب کہ آپ اس راز کو اچھی طرح جان چکے ہیں کہ کمال الدولہ خواہ موقف کے نام سے زندہ ہو یا کینفوس کے نام سے ——— وہ کبھی گناہ کے آگے نہیں جھکا اور دنیا کی تمام نیکیوں نے اس سے محبت کی ——— کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں جب مصر کے بازاروں میں ——— میں توحید کا درس دیا کرتا تھا اور مصر کی تمام حسین عورتیں مجھ کو محبوب سمجھ کر دن رات مجھے اپنے خوابوں میں دیکھا کرتی تھیں ———

کیا آپ کو فرعون مصر کا زمانہ یاد نہیں رہا جب بدی اپنی انتہائی معراج پر تھی اور میں عافیل کے نام سے بدی کے خلاف جنگ کر رہا تھا، کیا آپ کو خاقان چین کا وہ دور یاد نہیں رہا جب میں وزارت عظمٰی کے عہدہ پر فائز تھا اور ملکۂ وقت مجھ پر فریفتہ ہو کر خاقان کو زہر کھلا دینا چاہتی تھی لیکن میں ......

سقیفت :- بس بس موقف ——— مجھے ماضی یاد نہ دلاؤ ——— میں نے یہ کب کہا تھا کہ تم مجھے اپنے کارناموں کی تفصیل سنا دو، میں تمہارا بزرگ ہوں تم سے زیادہ تجربہ رکھتا ہوں میں نے تم کو محض ایک معمولی سی نصیحت کی تھی اور تم نے داستانِ پارینہ کھول کے سامنے رکھ دی ——— میں جانتا ہوں تم انسان کی صورت میں مجسّم روح ہو ——— ایک ایسی روح جو ایک ہی جست میں آسمان کی انتہائی وسعتوں تک پرواز کر سکتی ہے، گو آج کی

دنیا روح کو ایک خیالی چیز سمجھتی ہے لیکن وہ یہ قطعی نہیں جانتی کہ روح وہ قوت ہے جسکی زندگی بے پایاں ہے اور جو کبھی فنا نہیں ہوتی ——— تم اپنی روح پر قابض ہو چکے ہو، تم نے اپنے نفس کو مار لیا ہے تم نے اپنے دل کو مار لیا ہے تم نے اپنے جذبات کو فنا کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمھاری نبض کی ہر حرکت سے خوش آیند الاپ کی آواز نکلتی ہے ——— تم اس فانی دنیا کے ہزاروں انقلاب دیکھ چکے ہو، لیکن یہ تو ابھی ابتدا ہے ——— کاش تم جان سکتے کہ اس کی انتہا کیا ہوگی

کمال الدولہ:۔ رات زیادہ ہوتی جا رہی ہے ذرا ایک لمحہ کے لئے آسمان کی طرف نظر اٹھائیے اور دیکھئے کہ قدرت اپنا کون سا نیا کھیل دکھا رہی ہے ——— یہی نہیں بلکہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی ریاضت میں زیادہ مخل نہ ہوں

سقیت:۔ اچھا جاؤ ——— رخصت

کمال الدولہ چلا گیا اور اس کے بعد ان ویران کھنڈروں میں وہی موت کا سا سناٹا طاری ہو گیا یعنی بقول گوجروں کے بھوتوں کا رقص شروع ہو گیا۔

(۶)

شام کا وقت تھا صفدر علی خاں کی حویلی میں بڑی چہل پہل تھی، کافوری شمعوں کی روشنی نے پورے ماحول کو بقعۂ نور بنا دیا تھا، رئیسوں کی سواریاں اُتر رہی تھیں، اور شہر کے تمام رئیس ایک کے بعد ایک حویلی میں داخل ہو رہے تھے آج صفدر علی خاں کی حویلی میں دہلی کی سب سے پراسرار شخصیت کی دعوت تھی وہ شخصیت جو آج بھی تمام دن رؤسائ کی محفلوں میں زیر بحث رہی تھی اور جس نے کل رات کو قمار خانے کے باہر صفدر علیخاں

کو اسکی زندگی کا اہم ترین راز بتا دیا تھا ـــــ شہر کے تمام رئیس آچکے تھے ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کر رہا تھا کسی گوشے میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں، کہیں سے قہقہوں کی صدا بلند ہو رہی تھی اور کسی جانب کسی گذرے ہوئے واقعات پر تبصرہ کیا جا رہا تھا ـــــ دہلی کے رئیسوں کی اس تاریخی محفل میں برطانوی ریزیڈنٹ کا نمائندہ مسٹر والٹر بھی موجود تھا جو انتہائی بے چینی کے ساتھ کمال الدولہ کی آمد کا انتظار دیکھ رہا تھا۔

کمال الدولہ بالکل ٹھیک وقت پر حویلی پہنچ گیا اس کی آمد نے ہر طرف خاموشی طاری کر دی اور ہر شخص اس کو دیکھنے لگا وہ بھی جو اس کو دیکھ چکے تھے اور وہ بھی جنھوں نے اسے نہیں دیکھا تھا

دعوت ہوئی اور خوب اچھی طرح ہوئی صفدر علی خاں نے اپنی عادت کے بالکل برخلاف اس دعوت پر ہزاروں روپے صرف کر دئے اور ہر طرح سے یہ چاہا کہ کمال الدولہ ان تکلفات کو دیکھ کر اس کے بارے میں ایک اچھی رائے قائم کرے، دعوت کے بعد تمام معزز مہمان ایک آراستہ شامیانے کے نیچے جمع ہو گئے تاکہ بے تکلفی کے یہ چند لمحات ایک دوسرے سے ہنس بول کر گذار لئے جائیں، کمال الدولہ کے پاس بھی چند روسا بیٹھ گئے اور حالات حاضرہ پر بحث ہونے لگی

ایک رئیس:۔ کمال الدولہ صاحب ہندوستان کی یہ بڑھتی ہوئی بے چینی آخر کہاں جا کر دم لے گی۔

کمال الدولہ:۔ اس سوال کا جواب آپ کی قوت بازو، آپ کے استقلال اور آپ کے جذبۂ وطنیت پر منحصر ہے۔

دوسرا رئیس:۔ ہم نے سُنا ہے آپ نجومی ہیں۔

کمال الدولہ:۔ آپ راوی کو غیر معتبر سمجھتے ہیں نجومی نہیں ایک معمولی تاجر ہوں البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ وقت کی نبض کس رفتار سے چل رہی ہے۔

ایک رئیس:۔ مثلاً

کمال الدولہ:۔ مثلاً یہ کہ ایک نیا انقلاب دہلی کے دروازہ پر دستک دے رہا ہے۔

ایک آواز:۔ اس نئے انقلاب سے آپ کی مراد کیا ہے۔

کمال الدولہ:۔ آج کی سوسائٹی اور آج کے ماحول کی مکمل موت

دوسری آواز:۔ بالفاظ دیگر ہم سب کی موت

کمال الدولہ:۔ یہ آپ کسی نجومی سے پوچھیئے۔

ایک رئیس:۔ (طنز سے) ہم تو سمجھتے ہیں کہ دہلی میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نجومی نہیں ہے جو یہ بتا سکتا کہ دہلی کی فصیل کے باہر ایک نیا انقلاب دستک دے رہا ہے۔

کمال الدولہ:۔ مجھے طنزیہ جملوں سے جوش نہیں آتا میں جانتا ہوں یہاں جمع ہو کر مجھ سے اس طرح کے سوالات کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے چنانچہ میں نہیں چاہتا کہ آپ اس محفل سے پیاسے واپس جائیں ——— سنیئے یہ نیا انقلاب اس دہلی کو برباد کر دے گا۔ ان محلوں کو مسمار کر دے گا۔ ان بستیوں کو ویران کر دے گا اور اس کے بعد ان کھنڈروں پر ایک نئی دنیا کی تعمیر کرے گا ایسی دنیا جس کو دیکھنے کے لئے اس محفل کا کوئی بھی شخص زندہ نہ رہے گا۔

کئی آوازیں:۔ یعنی ہم سب مر چکے ہوں گے۔

کمال الدولہ:۔ بے شک

ایک آواز:۔ لیکن کس طرح؟

کمال الدولہ:۔ محترم بزرگو ـــــ آپ مجھ سے وہ باتیں نہ کہلوایئے جن کو کہہ کر میں اپنی زندگی کے اصول توڑنا نہیں چاہتا ـــــ خدا کی قسم ـــــ میری آنکھیں کوتوالی کے سامنے سینکڑوں انسانوں کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ رہی ہیں

یہ جملہ کمال الدولہ نے کچھ اس انداز سے کہا کہ پوری محفل پر ایک سناٹا سا چھا گیا کمال الدولہ کی شخصیت پوری فضا پر چھا گئی ایک ایک کر کے تمام رئیس رخصت ہونے لگے کمال الدولہ بھی صفدر علی خاں سے اجازت لینے کے بعد اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرے دن ریزیڈنٹ کے نمائندے مسٹر والٹر نے ریزیڈنٹ کے سامنے ایک مختصر سی رپورٹ پیش کر دی

"کمال الدولہ کی سخت نگرانی کی جائے وہ یا تو کسی غیر ملک کا جاسوس ہے یا اور کوئی جنت برا بدمعاش ـــــ اس شخص کے پاس دولت کی انتہا نہیں، اس کے علم کی کوئی حد نہیں، یہ شخص ایک کامل نجومی اور نفسیات کا ایک ماہر عالم ہے ـــــ بظاہر اس کی شخصیت ایک اسرار ہے ـــــ جو تمام دہلی کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی ہے"

رپورٹ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد انگریز ریزیڈنٹ نے فوراً چند جاسوسوں کو قدیہ باغ روانہ کر دیا تاکہ وہ کمال الدولہ کی نگرانی کریں لیکن جاسوسوں نے الٹے پیروں یہ خبر دی کہ کمال الدولہ مع اپنے قافلہ کے راتوں رات کہیں چلا گیا

(۷)

دہلی کی طرح لکھنؤ بھی اپنی شرقیت کے انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا، اودھ کے نواب اپنا سارا وقت عیش و عشرت پر صرف کر رہے تھے اور ہر طرف ایک عام بے چینی

پھیلی ہوئی تھی، اسی لکھنؤ میں کٹرہ ابوتراب خاں سے ذرا آگے بڑھ کے آغا باقر کے امام باڑے سے متصل ایک نیم بوسیدہ حویلی کے پھاٹک سے ایک آدمی جس کا لباس بالکل سادہ تھا عمارت کے اندر داخل ہوا ____ اس حویلی کے بالائی حصہ پر مسافر ٹھہرتے تھے اور نیچے ایک بوڑھا فلاسفر حکیم مصباح الدین رہا کرتا تھا، جیسے ہی یہ اجنبی مسافر زینے پر چڑھنے کے لئے مڑا ایک جوان آدمی جو صورتاً نہایت سفاک اور خود غرض معلوم ہوتا تھا اس کے قریب سے تیزی کے ساتھ گذر گیا اجنبی نے مڑ کر اس نوجوان کو دیکھنا چاہا لیکن اسی اثناء میں اس کے کانوں میں کسی شخص کے کراہنے کی آواز سنائی دی، اجنبی فوراً آواز کی طرف چلا اور ایک کمرے میں داخل ہو گیا جہاں حکیم مصباح الدین ایک مسہری پر پڑا ہوا ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

اجنبی نے چند لمحات تک بوڑھے کو دیکھا اور پھر فوراً اپنے کمرے سے جا کر ایک دوا لایا جو اس نے بوڑھے کو پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دوا کا عمل ظاہر ہو گیا، درد جاتا رہا بیمار کو تسکین ہو گئی اور سیاہ ہونٹ بتدریج سرخ ہونے لگے۔

" افسوس جس کے لئے میں نے اپنی زندگی برباد کی، جس کے لئے میں نے اپنا فلسفہ ترک کیا اور جس کو میں نے اپنی جان اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھا آج اسی ناہنجار حمید اللہ نے مجھے زہر پلا دیا ____ " بوڑھے حکیم نے نقاہت کی آواز سے اپنا یہ جملہ ادا کیا ____ " آپ نہ آتے تو شائد میں اسی طرح ہلاک ہو جاتا کیا میں آپ کا اسم مبارک معلوم کرنے کی جراءت کر سکتا ہوں ____ "

" آپ کو زہر دینے والا یہ حمید اللہ ہے کون ____ ؟ اور یہ اسوقت گیا کہاں ہے۔ اجنبی نے دریافت کیا۔

"وہ میرا ایک دور کا عزیز دار یتیم لڑکا تھا جس کو میں نے پالا پوسا اور جوان کیا ——
میری دولت پر قبضہ کرنے کے لئے اس نے مجھے زہر کھلایا اور شائد اس وقت چوک بازار میں اللہ رکھی طوائف کے یہاں دادِ عیش دے رہا ہوگا —— (قدموں کی چاپ سن کر)" لو دیکھو شائد وہ پھر آرہا ہے۔"

بوڑھے حکیم نے ابھی یہ جملہ مکمل بھی نہ کیا تھا کہ اجنبی ایک پردے کی آڑ میں کھڑا ہوگیا اسی اثناء میں وہی نوجوان جو اجنبی کو تیری کے ساتھ حویلی کے باہر نکلتے دکھائی دیا تھا کمرے کے اندر داخل ہوکر بوڑھے کے نزدیک آیا —— بوڑھے نے مصلحتاً آنکھیں بند کرلیں چنانچہ نوجوان یہ سمجھ کر کہ زہر اپنا کام کر چکا مسکرا کر صندوق کے قریب گیا اور چاہتا تھا کہ صندوق کا تالا کھولے کہ بوڑھے نے اپنی کمزور لیکن گرجدار آواز میں کہا

"خبردار حمید اللہ ——"

حمید اللہ گھبرا گیا، کنجیوں کا گچھا اس کے ہاتھ سے گر پڑا ایک لمحے تک وہ خاموشی کے ساتھ بوڑھے کو دیکھتا رہا اور پھر بولا

حمید اللہ:۔ کم بخت تو اب تک نہیں مرا کیا زہر نے کوئی اثر نہیں کیا؟"

بوڑھا:۔ ظالم تجھے اپنے محسن کو قتل کرتے شرم نہ آئی کیا تو یہ بھول گیا کہ میں نے اپنی زندگی تیرے لئے وقف کر رکھی تھی اور یہ تمام دولت صرف تیرے لئے ہی جمع کی تھی تو اس دولت کے لیئے مجھے قتل کرنا چاہتا تھا تو صندوق کھول اور اشرفیاں لے جا، لیکن کم بخت اتنا تو بتا کہ آخر میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی، میں نے تجھے اولاد کی طرح پال کر آخر کون سا گناہ کیا تھا —— ؟

حمید اللہ:۔ (انتہائی نفرت وحقارت کے ساتھ) اگرچہ تو یہ باتیں کرنے کے لئے جو تو

اب تک کر چکا ہے زندہ رہا ہے لیکن بوڑھے خبیث ۔۔۔۔۔ یاد رکھ کہ میں تجھے کسی کے حق میں وصیت نامہ لکھنے کے قابل نہ چھوڑوں گا۔"

بوڑھا:۔ " خدایا ۔۔۔۔۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں "

حمید اللہ:۔ ہائیں! کیسا خدا! تو ہی تو مجھے بچپن سے یہ سمجھاتا رہا ہے کہ خدا کوئی چیز نہیں ہے آج تجھے اسی خدا کا نام لیتے شرم نہیں آتی۔ تو نے فلسفہ کے بیہودہ مسائل سے میرے دل کو سیاہ کر دیا، کیا تو ہمیشہ یہ نہ کہا کرتا تھا کہ آدمی کو محض انسانوں کی خاطر نیک اور منصف مزاج بننا چاہیئے ۔۔۔۔۔ عاقبت اور جنت دوزخ کی باتیں محض قصہ کہانی ہیں، آج موت کو سامنے دیکھ کر تجھے اتنی جلد خدا کیسے یاد آ گیا

بوڑھا:۔ " خدا تجھے دربدر کرے "

حمید اللہ:۔ جب تیرے نزدیک خدا ہے ہی نہیں تو تیری بد دعائیں کون سُنے گا اور ہاں یہ دیکھ تیرا تمام اندوختہ میرے قبضہ میں ہے، نیچے میرے گھوڑے تیار کھڑے ہیں جو مجھے چند دن کے اندر دہلی پہنچا دیں گے ۔۔۔۔۔ (چلتے چلتے رک کر) مگر ہاں میں بھول گیا ۔۔۔۔۔ تجھے زندہ چھوڑنا سخت غلطی ہے کیوں کہ تیرے ایسے غلیظ اور خدا دشمن انسان کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے "

یہ کہہ کر حمید اللہ بُری نیت سے آگے بڑھا، بوڑھا غصے اور خوف کے ملے جلے جذبات کے تحت کانپ رہا تھا لیکن نہ معلوم کیوں اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا " مجھے چھوڑ دے کہ ۔ کہ ۔۔۔۔ "

حمید اللہ:۔ " کہ کیا "

بوڑھا:۔ کہ میں تیرا قصور معاف کرنے کے لئے زندہ رہوں ۔۔۔۔۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ

میں تیری اس حرکت کی کوئی سزا نہ دوں گا۔"

حمید اللہ:۔ "کس کی قسم جو شخص خدا کو نہ مانے اس کی قسم کا کیا اعتبار —— بوڑھے حکیم —— تو خود غور کر کہ آج تیرا ہی عقیدہ تجھے کس طرح ذلیل کر رہا ہے ——"

حمید اللہ کی انگلیاں بوڑھے کی گردن کی جانب بڑھیں اور شائد چند ہی منٹ کے بعد بوڑھے کا مردہ جسم پلنگ پر پڑا ہوتا کہ اچانک قاتل اور مقتول کے درمیان کوئی شخص اس طرح آکر کھڑا ہو گیا کہ دونوں یہ سمجھے کہ شائد یہ اس ہستی کا بھیجا ہوا آیا ہے جو ابھی ان دونوں کے درمیان مابہ البحث تھی

قاتل الگ ہو کر کانپنے لگا اور فوراً چل دیا لیکن بوڑھا ایک ہی لمحہ کے بعد بیہوش ہو گیا۔

دوسرے دن صبح بوڑھے کا ایک قریبی رشتہ دار عزیز احمد اس سے ملاقات کے لئے آیا تو اجنبی نے جو ساری رات بوڑھے کے ساتھ رہا تھا اس سے سارا قصہ بیان کیا —— جس کو سن کر عزیز احمد نے کہا۔

" چچا جان —— میں قتل کے حق میں نہیں اور میں نے دوبارہ اودھ میں بھی قتل کی سزا کے خلاف آواز بلند کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت مجھے حمید اللہ مل جائے تو میں اس کی گردن اپنے ہاتھ سے قلم کر دوں ——"

بوڑھا:۔ میرے بچے —— میں اس منحوس کو معاف کرنے کی قسم کھا چکا ہوں تم بھی اسے معاف کر دینا ——"

عزیز احمد:۔ (اجنبی سے مخاطب ہو کر) کیوں جناب —— آپ میری رائے سے متفق ہیں؟"

اجنبی:۔ جی نہیں

عزیز احمد۔ (حیرت سے) کیوں ـــــ؟

اجنبی:۔ اس طویل بحث کا جواب آنے والی کل ضرور دے دیگی ــــ"

بوڑھا:۔ (مداخلت کر کے) تمھاری گفتگو نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا عزیز احمد ــــ کاش میں تم کو ہی اپنا سچا شاگرد سمجھتا ـــــ اور حمید اللہ کو جان سے زیادہ عزیز بنا کر غلطی نہ کرتا ـــــ"

عزیز احمد:۔ محترم چچا ــــ سقراط کے ساتھ اس کے شاگرد نے جو کچھ کیا اس میں بیچارے سقراط کی کیا غلطی تھی ــــ لیکن کیا آپ کو یاد نہیں کہ سقراط کا ایک شاگرد افلاطون بھی تھا جس کی اس نے بھی قدر نہ کی لیکن اسی شاگرد نے اس کا نام اونچا کیا ـــــ

بوڑھا:۔ آج سے تم مجھ سقراط کے افلاطون ہو

اجنبی دونوں کو باتوں میں چھوڑ کر مکان کی دہلیز تک پہنچ چکا تھا کہ عزیز احمد اس سے مخاطب ہو لے ــــ" ذرا ٹھہریئے میں دل کھول کر آپ ایسے نیک صفت انسان کا شکریہ تو ادا کر دوں جس نے ایک قابلِ احترام بزرگ کی بروقت جان بچالی ـــــ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس احسان کے بدلے میں عزیز احمد کی جان بھی مانگیں تو حاضر ہے ـــــ" یہ الفاظ کہتا ہوا عزیز احمد ــــ اجنبی کو دوسرے کمرے میں لے آیا جہاں اس نے اجنبی کے کان میں کہا ـــــ" میں خود یہاں اپنا وقت برباد کرنا نہیں چاہتا اب اس بڈھے خبیث کے پاس کیا رہ گیا ہے جو اس کی خدمت کروں ـــــ"

اجنبی:۔ کیا افلاطون بھی اپنے استاد سقراط کی نسبت ایسے ہی الفاظ کہا کرتا تھا

عزیز احمد:۔ (کسی قدر شرما کر) ہر بات کا ایک محل و موقع ہوتا ہے آپ فضول مجھے شرمندہ کرتے ہیں ـــــ خیر میں آپ سے پھر لوں گا ـــــ"

اجنبی نے (حیرت سے) کیا کہا ——— آپ پھر ملیں گے ——— ؟

عزیز احمد جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ بڑھے نے اس کو آواز دی ، چلتے چلتے عزیز احمد نے اجنبی سے پوچھا ——— "اچھا آپ اپنا اسم مبارک تو بتاتے جایئے ——— "

" مجھ ناچیز کو کمال الدولہ کہتے ہیں ——— " اجنبی یہ کہکر کمرے کے باہر نکل گیا۔

(۸)

کمال الدولہ یہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں گیا اور ایک کتاب کھول کر پڑھنے لگا ——— پڑھتے پڑھتے اچانک وہ کھڑا ہو گیا اور اس کے منھ سے نکلا ———

" افسوس عظمت تم مر گئے ——— اور تمہاری موت ایک نغمہ کو نشتہ چھوڑ گئی ——— "

کمال الدولہ سے اس کے بعد کتاب کی ایک سطر بھی نہیں پڑھی گئی اس وقت اسکو رہ رہ کر زمرد یاد آ رہی تھی ، زمرد ——— عظمت کی یتیم لڑکی جس سے وہ اپنی زندگی میں صرف ایک بار ملا تھا اور جس سے دوبارہ ملنے کے لئے وہ ہمیشہ بے چین رہتا تھا ———

کمال الدولہ اکثر سوچتا ——— خلاف معمول زمرد اس کے دماغ میں چھپ کر کیسے بیٹھ جاتی ہے ، وہ اس کو کیوں یاد آتی ہے ؟ اس کی آواز اس کے کانوں میں کیوں گونجتی رہتی ہے وہ چاہتا تھا کہ دہلی جاکر زمرد سے ملاقات کرے لیکن برطانوی ریزیڈنٹ کی موجودگی میں وہ کمال الدولہ کی حیثیت سے دہلی جا بھی تو نہ سکتا تھا اور اگر وہ کمال الدولہ کی حیثیت سے دہلی نہ جائے اور کوئی دوسرا بھیس بدل کر دوسری شکل ہی اختیار کرے تو زمرد اسے پہچانے گی کیسے ——— ؟

تمام رات کمال الدولہ بے چینی کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلتا رہا دن اسی طرح

گذرتے گئے کمال الدولہ لکھنؤ سے بھی چلا گیا، وہ ہفتوں بلکہ مہینوں نہ معلوم کہاں کہاں پھرتا رہا، کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی روانگی کا مقصد کیا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا تھا کہ اس کی یہ سرگرمیاں کس مشن کے تحت جاری ہیں ____ اسی طرح گھومتے پھرتے کمال الدولہ ایک دن دہلی پہنچ ہی گیا ____ لیکن اس مرتبہ معمول کے بالکل خلاف اس کے ساتھ کوئی قافلہ نہ تھا، کوئی ساز و سامان نہ تھا، کوئی شان و شوکت نہ تھی۔ وہ دہلی پہنچ کر درگاہ نظام الدین کے قریب ایک حجرہ میں ٹھہر گیا، کسی کو اس کی آمد کی اطلاع نہ ملی، روزانہ شام کو وہ خاموشی کے ساتھ لودھی بادشاہوں کے مقبروں کی سیر کرتا ہوا مقبرہ صفدر جنگ تک چلا جاتا یا پھر قطب مینار چلا جاتا اور پھر اس کی انتہائی بلندیوں پر سے زمین کی پستیوں کی جانب دیکھا کرتا ____ زمرد بدستور اس کے خیال میں رہتی، وہ اس کے دماغ میں آتی اور چلی جاتی ____ اور جیسے کمال الدولہ کو دور بہت دور تغلق آباد کے کھنڈروں میں رہنے والے اپنے گم نام دوست سقیف کی ایک آخری نصیحت یاد آجاتی ____ گناہ کے تصور سے بچنے کے لئے ہی وہ دہلی میں رہنے کے باوجود ابتک زمرد سے نہیں ملا تھا حالانکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ عظمت کے بعد زمرد کی ماں بھی چند دنوں کے بعد مر گئی تھی اور اب زمرد تن تنہا صرف ایک بوڑھی ملازمہ کے ساتھ اس مکان میں حسرتناک سی زندگی بسر کر رہی ہے ____ کمال الدولہ کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ دہلی کے اوباش رئیس زادے زمرد کے مکان کے گرد چکر لگانا شروع کر چکے ہیں اور زمرد بھی ایک رئیس کی طرف جس کا نام توقیر علی خاں ہے ملتفت ہے حالانکہ یہ التفات ایسا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بہن محبت بھری نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھے اور یہ سوچے کہ اس کا بھائی کتنا اچھا، کتنا نیک اور کتنا خوبصورت ہے، کمال الدولہ اچھی طرح جانتا

تھا کہ توقیر علی خاں سے زمرد قطعی محبت نہیں کرتی لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ توقیر علی خاں بہر حال زمرد پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار ہے وہ زمرد پر ایک نہیں ہزار جان سے عاشق ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسی بھی قیمت پر زمرد اس کی ہو جائے ——— چنانچہ یہی وجہ تھی کہ کمال الدولہ ہر وقت اُداس رہتا تھا، آخر ایک رات وہ اپنی اس اداسی کو دور کرنے کے لئے اور اپنی اس الجھن کا علاج دریافت کرنے کے لئے تغلق آباد کے کھنڈروں کی طرف روانہ ہو گیا

تغلق آباد میں اس وقت بھی قیامت کا سناٹا طاری تھا، ہر طرف کی فضا اپنے شاندار ماضی پر آنسو بہا رہی تھی، اور اس وقت بھی کھنڈروں کے ایک گوشے سے دھواں نکل رہا تھا ——— کمال الدولہ کو دیکھتے ہی بڈھا سقیف مسکرایا۔

سقیف:۔ اپنے چہرے پر اُداسی کا غازہ ملے ہوئے آخر کار تم یہاں آ ہی گئے، میں نہ کہتا تھا کہ گناہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے

کمال الدولہ:۔ میرے محترم میں آپ سے ایک انتہائی ضروری مسئلہ پر گفتگو کرنے آیا ہوں

سقیف:۔ زمرد کو بھول جاؤ، یہی تمہارے مسائل کا حل ہے۔

کمال الدولہ:۔ میں زمرد کو بھلا دینے کے لئے ہی یہاں آیا ہوں، میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میں زمرد کو کیسے بھلاؤں، میں اپنی قوت اور بے پناہ صلاحیت کا احساس رکھتا ہوں، لیکن پھر بھی نہ معلوم کیا بات ہے کہ زمرد کا تصور مجھے ایک خود فراموشی کی دنیا میں پہنچا دیتا ہے ——— یہ ایک گناہ ہے سقیف ——— اور میں اس گناہ کا اعتراف کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا

سقیف (مسکرا کر اور کچھ سوچ کر) اچھا تو جاؤ خود کو حالات کے حوالے کر دو اور اس طرح اپنی

طویل زندگی کا ایک اور تجربہ کر لو۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں پوری اجازت دے رہا ہوں۔

سقیف اور کمال الدولہ میں اس کے علاوہ بھی کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں جسکے بعد کمال الدولہ وہاں سے اٹھ کر چلا آیا

(۹)

چاندنی رات تھی دہلی کے قدسیہ باغ میں دو چار دوست بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ان لوگوں میں ایک شخص حیدر آباد کا باشندہ تھا جو یوں تو بہت زندہ دل اور جلسوں کی رونق تھا لیکن چند روز سے وہ اداس اور شکست سار ہنے لگا تھا۔ دوران گفتگو میں اس کے ایک دوست نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ور توقیر تمھارا کیا حال ہے، تم کچھ علیل تو نہیں ہو؟ بالکل زرد پڑ گئے ہو، لو اب کانپنے بھی لگے یہ بات کیا ہے؟ کیا سردی تو نہیں لگتی؟

توقیر علی خاں:۔ نہیں اس وقت تو بالکل اچھا ہوں لیکن نہ معلوم کیوں میں اکثر کانپنے لگتا ہوں۔

ایک شخص جس کی عمر کوئی تیس برس کی ہو گی اور جو صورت شکل سے اپنے دوستوں میں بہت ممتاز معلوم ہوتا تھا دفعتاً اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا "میں سمجھ گیا اور تم سے زیادہ تمھارا حال بتلا سکتا ہوں، حضرات! شائد آپ لوگوں کو بھی اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا ہو ——— کبھی کبھی جب آپ رات کو تنہا بیٹھے ہوتے ہیں تو ایک عجیب و غریب حالت جو بیان نہیں کی جا سکتی آپ پر طاری ہو جاتی ہے آپ کو خوف معلوم

ہونے لگتا ہے اور آپ کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے کوئی بھیانک اور ڈراؤنی چیز کہیں چھپی ہوئی ہے ـــــ اس احساس سے آپ کا بدن کانپنے لگتا ہے، تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل دھڑکنے لگتا ہے آپ نگاہ اٹھاتے ڈرتے ہیں ـــــ لیکن چند لمحات کے بعد یہ حالت ختم ہو جاتی ہے اور آپ اپنی کمزوری پر تعجب کرنے لگتے ہیں ـــــ میں پوچھتا ہوں کیا آپ میں سے ہر ایک پر یہ حالت نہیں گزر چکی ہے؟ اگر گذری ہے تو سمجھ لیجئے یہی کیفیت اس وقت ہمارے دوست توقیر کی ہے حالانکہ یہ اتنے آدمیوں میں اور ایسے دلکش و فرحت افزا مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

توقیر:۔ (متعجب ہو کر) آپ نے بالکل صحیح فرمایا حقیقت میں مجھ پر یہی کیفیت طاری تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کا اثر اس حد تک میرے چہرے پر عیاں تھا کہ آپ نے بالکل لفظ بہ لفظ اس کی تصویر کھینچ دی۔

اجنبی:۔ اثر تھا تبھی میں نے جانا، اصل بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں میرا تجربہ وسیع ہے اور میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔

مراد:۔ (وہ شخص جو سب سے پہلے توقیر سے مخاطب ہوا تھا) مجھ پر بھی یہ حالت اکثر طاری ہوتی لیکن اس وقت جب میں کسی ویران قبرستان سے گذرا

اجنبی:۔ یہ حالت اور کیفیت انسانی دنیا کے لئے نئی نہیں، ہر ملک میں اس کے نئے نئے معنی اور مطلب بیان کئے جاتے ہیں مغربیوں کے ایک خاص فرقہ کا خیال ہے کہ یہ حالت انسان پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ اس شخص یا اس کے کسی نہایت قریبی عزیز دار کی موت کا وقت مقرر کرتا ہے، افریقہ کے وحشی جن کے تخیلات کو بت پرستی نے اور بھی بھیانک بنا دیا ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت کوئی خبیث روح اس

شخص کے بال پکڑکر اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ہندوستان کے عام لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی بھوت یا کوئی جن اس وقت ان کے قریب ہوتا ہے الغرض عرب ہوں یا وحشی ہر قسم کے لوگ اپنے نزدیک کوئی نہ کوئی وجہ ضرور قائم کئے ہوئے ہیں۔"

توقیر علی خاں:۔ لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی کیفیت معدہ کی خرابی یا خون میں برودت پیدا ہونے کی وجہ ہو جاتی ہے۔

اجنبی:۔ آپ غلط سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس حالت میں یا اس سے قبل ہماری روح کسی ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو اس میں عارضی طور پر نفرت یا خوف پیدا کر دیتی ہے، یہ چیز ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے لیکن روح —— اس کی آنکھیں تو تاریکی کے انتہائی پردوں کے نیچے بھی دیکھ سکتی ہیں

مراد:۔ معلوم ہوتا ہے آپ ارواح خبیثہ یعنی جن بھوت پریت کے قائل ہیں۔

اجنبی:۔ اس وقت میرا اشارہ ان ارواح کی طرف نہیں تھا لیکن بہرحال یہ ممکن ہے کہ جن بھوت پریت بھی ایک غیر مرئی مادہ کی طرح اس دنیا میں موجود ہوں اور ان کے پاس بھی وہی جذبات و احساسات ہوں جو ہمارے آپ کے پاس ہوتے ہیں یہی نہیں بلکہ میرا تو یقین ہے کہ اگر پروردگار عالم ہمارے اور اس غیر مرئی مخلوق کے درمیان کوئی حد فاصل نہ بنا دیتا تو ہماری زندگی دشوار ہو جاتی

توقیر:۔ ایسی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن یہ حد فاصل رفع ہو جائے۔

یہ کہہ کر اجنبی تمام افراد کو رخصتی سلام کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور باغ سے چلا گیا۔

اجنبی کے جانے کے بعد توقیر علی خاں نے سب سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اپنی لاعلمی ظاہر کی لیکن مراد نے کہا "میں ان کو جانتا ہوں

آج سے تقریباً ایک سال قبل صفدر علی خاں کی حویلی میں ان سے ایک دعوت کے موقع پر ملاقات ہوئی تھی ان کا نام کمال الدولہ ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ کسی علاقے کے بہت بڑے رئیس ہیں۔

توقیر علی خاں:۔ لیکن مجھے تو یہ کوئی پر اسرار ہستی معلوم ہوتی ہے۔ خدا کی قسم جتنی دیر وہ بیٹھا رہا ایسا معلوم ہوتا رہا جیسے سردی کی لہریں میرے جسم میں سرایت کرتی جا رہی ہیں یہی نہیں جب وہ میری طرف دیکھتا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہزاروں سال پرانی آنکھیں جو بالکل آگ کی طرح سرخ ہوں اور کسی پرانی قبر سے نکالی گئی ہوں مجھے مسحور کئے دے رہی ہیں۔

مراد:۔ خیر چھوڑو اس قصے کو ــــــ یہ بتاؤ کہ زمرد کا کیا حال ہے۔

توقیر۔ وہی حال، وہی بے اعتنائی، وہی بجھی بجھی سی محبت

مراد:۔ تو تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔

توقیر۔ کوشش تو یہی ہے اب دیکھیں خبیث مطرب کی یہ لڑکی کیا جواب دیتی ہے۔

(۱۰)

توقیر علی خاں جوان عمر تھا، خوب صورت اور ایک اچھی تندرستی کا مالک تھا اگرچہ دولت کے اعتبار سے اسے امیر نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن وہ اتنا غریب بھی نہ تھا کہ پرسکون زندگی نہ بسر کر سکتا ہو، اس کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا، قریبی رشتہ داروں میں اس کی ایک چھوٹی اکلوتی بہن تھی جو اپنی پھوپھی کے پاس حیدرآباد میں رہتی تھی ــ

توقیر کو ابتدائے عمر سے مصوری کا شوق تھا چنانچہ کمائی کی غرض سے نہیں بلکہ محض اپنا

شوق پورا کرنے کے لئے اس نے مصوّری میں خوب دل لگایا اور اس فن میں ایک حد تک کمال حاصل کر لیا۔ توقیر محنت کا ابتدا ہی سے عادی نہ تھا اور فطرتاً کچھ جلد باز واقع تھا، وہ چاہتا تھا کہ درخت بوئے بغیر اسے پھل کھانے کے لئے مل جائیں، سیر تفریح کا بھی دل دادہ تھا، ہمیشہ کا حسن پرست تھا، چنانچہ اس حسن پرستی نے اس کے دل کو مصوّری سے دور پھینک دیا تھا، بہادر، منچلا، عاشق مزاج، بے چین اور متجسس یہ وہ صفات تھیں کہ توقیر علی خاں کو کسی پہلو چین نہ لینے دیتی تھیں، فطرت کا مقابلہ کرنے میں اس کو ایک خاص لطف آتا تھا غرض، وہ دھن کا پکّا اور اپنے خیالات کا بالکل غلام سا ہو گیا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں آئے دن شورشیں اور بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور عوام ایک نئے انقلاب کی درپردہ تیاریاں کر رہے تھے، ایسٹ انڈیا کمپنی کی دست اندازیاں حد سے زیادہ بڑھ چکی تھیں دیسی ریاستیں دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھیں، بہادر شاہ کی حکومت ایک تماشا بن کر رہ گئی تھی اور ہر شخص ذہنی اعتبار سے بالکل مفلس ہو چکا تھا یہی نہیں بلکہ اس زمانہ میں سخت ضعیف الاعتقادی اور وہم کی وبا پھیلی ہوئی تھی، اچھے اچھے فلسفی تاثیر نظری اور جادو کے قائل ہو جاتے تھے ہر شخص کو پیشین گوئی کا مرض ہو چکا تھا ہم زاد کو قابو میں لینے کا ہر شخص قائل بلکہ دعویدار تھا، جنوں اور بھوتوں کی پرستش سی شروع ہو گئی تھی، خبیث روحیں عوام کے دماغ پر مسلط ہو چکی تھیں اور دہلی میں عوام کے نزدیک پرانی قبروں سے ہر مردہ بھوت بن کر نکل آیا تھا، توقیر نے بھوت پریت کے بہت سے قصے سُن رکھے تھے گو ان پر اس کو قطعی اعتقاد نہ تھا لیکن بتدریج اس کے دل میں یہ خیالات بیٹھتے چلے جا رہے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ کمال الدولہ کی پہلی ہی ملاقات نے اس پر اپنا

سکہ جما لیا۔

توقیر ہمیشہ تفریح کا بے حد دلدادہ تھا اور لاتعداد پھولوں کا گل چیں رہ چکا تھا۔ زمرد سے محبت شروع کرنے سے قبل وہ دہلی میں حد درجہ عیش کر چکا تھا لیکن شوقِ مصوری کی طرح اس کا عشق اور اس کی محبت بھی قیود کی پابند نہ تھی، اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ابھی تک اس کے دل میں ایسی پختگی نہ آئی تھی کہ عشق و محبت اس میں نشو و نما پا سکے جس طرح ایک درخت کے پھولنے اور پھل دینے کا موسم الگ الگ ہوتا ہے اسی طرح جب ہر اچھی صورت دیکھ کر محبت آجانے میں کمی ہو جائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دل اب اس پختگی کے قریب پہنچ گیا ہے کہ سچی محبت اس میں پناہ لے سکے ____ بالکل یہی کیفیت توقیر کی بھی تھی وہ ہر اچھی صورت پر عاشق ہو جاتا تھا اور ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگتا تھا لیکن وہ ابھی تک محبت کی شدید تلخیوں سے بالکل ناواقف تھا، اس کی سابقہ محبتوں میں کبھی ناکامی ہوتی ہی نہ تھی اس لئے وہ ہر محبت میں کامیاب ہونا ہی محبت کا انجام سمجھتا تھا ____

لیکن زمرد کے معاملہ میں وہ سابقہ تجربوں کی راہ سے بالکل الگ جا رہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ زمرد کو دھوکا دے، لیکن نہ معلوم کیوں وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ایک غریب مطرب کی لڑکی سے شادی کر کے اپنے خاندانی آن میں بٹہ لگا لے۔

قدسیہ باغ والے واقعہ کے تیسرے روز توقیر گھوڑے پر سوار جمنا کے کنارے سیر کر رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک آدمی پتھر کی ایک بڑی چٹان کے قریب جھکا کھڑا ہے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص کمال الدولہ ہے

توقیر علی خاں:۔ (نہایت تپاک سے سلام کر کے مسکراتے ہوئے) کیا آپ کو زمانہ قدیم کی کوئی چیز ہاتھ لگ گئی جو اتنے غور سے دیکھ رہے ہیں۔

کمال الدولہ:۔ نہیں بلکہ ایک ایسی چیز مل گئی جس کی عمر اس دنیا کی عمر کے برابر ہے لیکن جس کو خدا تعالیٰ ہر سال ایک نئی زندگی عطا فرمادیتا ہے اور یہ سلسلہ جبتک دنیا قائم ہے برابر جاری رکھے گا

یہ کہہ کر کمال الدولہ نے توقیر کو ایک بوٹی دکھائی جس کا پھول زرد نیلگوں تھا اور پھر حد درجہ احتیاط کے ساتھ دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لی۔

توقیر:۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو جڑی بوٹیوں کا بہت شوق ہے۔

کمال الدولہ:۔ حقیقتاً آپ سچ فرماتے ہیں۔

توقیر:۔ میں نے سُنا ہے جڑی بوٹیوں سے سونا بن جاتا ہے۔

کمال الدولہ:۔ آپ نے ٹھیک سنا۔

توقیر:۔ تو کیا علم نباتات کا مطالعہ ان جڑی بوٹیوں کی شناخت سے واقف کرا دیتا ہے۔

کمال الدولہ:۔ علم نباتات بالکل فنا ہوتا جا رہا ہے، یہ علم آجکل کے سطحی علم کے دھندلکے میں اور بھی زیادہ چھپ کر رہ گیا ہے، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو باتیں سینکڑوں برس سے سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں؟ اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جو دریائی گھونگھے پائے جاتے ہیں ان سے آخر یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ پہاڑ غرقاب رہے ہوں گے اسی طرح پرانے زمانے میں مصر کے کاہنوں کے سینوں میں جو علم دفن تھا وہ یہی علم نباتات تھا ہندستانی جوگیوں کے بارے میں جو حکایات مشہور ہیں اس کے عجائبات فی الحقیقت انہی پھول پتیوں کی طاقت کے پردوں میں پوشیدہ تھے، سنیاسوں کے کمالات سن کر ہم حیران رہ جاتے ہیں لیکن ان کی اصلیت بھی صرف اسی قدر ہے کہ ان کو ادنیٰ جسم کی نباتات کے اثرات کا پورا علم تھا، یہی وہ چیز ہے جس کو شائد بابل کے نجومیوں نے اپنے علم کے زور سے اس دنیا کے علاوہ ستاروں تک میں تلاش کرلینا چاہا لیکن نہ پا سکے، اب بھی پرانے زمانے کے

یہ قصے زبان زد ہیں کہ بابل اور مصر کے لوگ اپنے دشمنوں کو ہتھیار استعمال کئے بغیر دور ہی سے مار ڈالتے تھے۔ ممکن ہے کہ جس ذرا سی بوٹی کو آپ اپنے قدموں کے نیچے بے خبری میں روند جاتے ہیں اس میں بڑی بڑی توپوں اور بندوقوں سے زیادہ قتل و غارت گری کی قوت پوشیدہ ہو، آپ کو معلوم ہے کہ یورپ تک کے لوگ ہندوستان کے پہاڑوں میں جڑی بوٹیاں تلاش کرنے آتے رہتے ہیں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ ان چیزوں کو جن کو دیکھنے کے ہم عادی ہو چکے ہیں ہماری طرح فضول سمجھ کر چھوڑ جاتے ہوں گے، دنیا میں سب سے پہلے علم نباتات کے استاد بلکہ موجدہ لوگ تھے جن کو اس دور کی زبان میں کردگانہ کہا جاتا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ ...... (یکایک مسکرا کر) مگر یہ گفتگو کہاں سے کہاں پہنچتی جا رہی ہے اور اس میں سوائے اس کے کہ میرا اور آپ کا وقت برباد ہو کوئی فائدہ نہیں ——— لیکن یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ کے دل کی کوئی بات نہیں سمجھتا، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت آپ کا مقصد اس بوٹی کی ماہئیت معلوم کرنے کا نہیں ہے بلکہ آپ خود مجھے معلوم کرنا اور پہچاننا چاہتے ہیں، لیکن توقیر صاحب آپ کو یہ خیال چھوڑ دینا چاہئیے آپ مجھ کو کبھی نہ جان سکیں گے۔

توقیر:- (کسی قدر شرمندہ ہو کر) معاف کیجئے گا میں دہلی والوں کی طرح بے مروت اور خیالی دنیا کا پرستار نہیں ہوں، اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ میں آپکی عنایتوں کا خواہاں ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مجھ سے کیوں اجتناب کرنا چاہیں گے،

کمال الدولہ:- جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں کسی سے اجتناب نہیں کرتا بشرطیکہ مجھے اس کے خلوص کا اطمینان ہو جائے، لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ مجھے ایک معمہ سمجھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ آپ نہ سمجھتے ہوں اور اگر ایسا ہے تو آپ مجھ سے واقفیت بڑھا سکتے ہیں، میں حاضر ہوں

لیکن اس کو خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لیجئے کہ آپ مجھ سے کبھی کنارہ کش نہ ہوں گے ورنہ خوب سمجھ لیجئے کہ آپ کو سخت نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

توقیر:۔ کنارہ کشی کی صورت میں آپ نقصان دہ کیسے ہوں گے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔

کمال الدولہ:۔ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے احساسات اور اپنی سرگرمیوں کے معاملے میں خود اپنے مختار نہیں ہوتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی انسے دوسروں کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ میں نجومیوں کی اصطلاح میں کوئی پیشین گوئی نہیں کرنا چاہتا صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ سے ہوسکے تو آپ مجھ سے بے رخی نہ کیجئے گا بس یہی میری پہلی اور آخری نصیحت ہے

توقیر:۔ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا

کمال الدولہ:۔ آپ کچھ ہی سمجھ لیجئے، مجھے جو کچھ آپ سے کہنا تھا میں کہہ چکا!

توقیر:۔ لیکن میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ قدسیہ باغ میں رات کی باتوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔

کمال الدولہ:۔ جی ہاں ـــــ میں سمجھتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ آپ جیسے لوگوں کے دل عجیب وغریب باتوں کی طرف مائل ہو ہی جاتے ہیں۔

کمال الدولہ نے یہ الفاظ جس لہجے سے ادا کئے وہ قابل اعتراض تو نہ تھا مگر توقیر کو یہ لہجہ حد درجہ ناگوار گزرا

توقیر:۔ معلوم ہوتا ہے آپ مجھ کو منھ لگانے کے قابل نہیں سمجھتے

کمال الدولہ:۔ آپ پھر غلط سمجھے، میں تو آپ کا بہی خواہ ہوں، چنانچہ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں

کہ آج کی رات آپ ایک سخت خطرے میں گرفتار ہو سکتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ آج اپنے مکان نہ جائیے ـــــــ اور اگر جانا ہی ہو تو تنہا نہ جائیے۔"

توقیر ابھی وفور تعجب سے کوئی اور سوال کرنا ہی چاہتا تھا کہ کمال الدولہ تیزی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

کمال الدولہ اور توقیر جس جگہ کھڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اس سے تھوڑی دور پر چار آدمی کھڑے تھے، ان چار آدمیوں میں سے ایک نے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا ـــــــ "اس آدمی کو خوب اچھی طرح پہچان لو ـــــــ کوئی شخص میرا رقیب بن کر زندہ نہیں رہ سکتا ـــــــ"

(۱۱)

ایک طرف تو کمال الدولہ اور توقیر میں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف آج زمرد کا دل شام کے بعد بری طرح گھبرایا چنانچہ اس نے قدیم ملازمہ سے جو تنخواہ کے لئے نہیں بلکہ حق رفاقت ادا کرنے کے لئے زمرد کے ساتھ ہی رہتی تھی یہ کہا کہ آج وہ پردہ باغ جانا چاہتی ہے ـــــــ ملازمہ فوراً راضی ہو گئی اور ایک ڈولی بلا کر زمرد کو ساتھ لیکر پردہ باغ کے لئے روانہ ہو گئی جو لال قلعہ کے مشرقی دروازے سے بالکل متصل واقع تھا اور صرف خواتین کے لئے مخصوص تھا۔

توقیر علی خاں کمال الدولہ کی گفتگو سے دل شکستہ ہو کر جمنا کے کنارے سے جو واپس آیا تو سیدھا قمار خانے پہنچ گیا جہاں اکثر رئیس جمع ہوتے تھے، کافی رات تک قمار خانے میں دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں اُڑانے کے بعد جب وہ واپسی کے لئے نکلا تو پھاٹک

کے قریب ہی اس کی ملاقات مراد سے ہو گئی۔

مراد: میں تمہاری تلاش میں ہی یہاں تک آیا تھا۔

توقیر:- کیوں خیر تو ہے۔

مراد:- میں اپنے مکان پر تھا کہ ملازم نے کمال الدولہ کا ایک مختصر سا خط مجھے لا کر دیا جس میں یہ تحریر تھا کہ چونکہ دہلی کی گلیاں آج کل غیر قطعی محفوظ ہیں اور زمرد کے نا دیدہ عاشقوں میں ایک بدمعاش رئیس کا بھی جو انگریز ریزیڈنٹ کا منہ چڑھا ہے اضافہ ہو گیا ہے اس لئے توقیر علی خاں کو جو اس وقت قمار خانے میں ہے واپسی میں تنہا نہ جانے دیا جائے کیوں کہ اس کی جان کا سخت خطرہ ہے۔" میں اس خط کو پڑھتے ہی قمار خانے کیلئے روانہ ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ تم مجھے بر وقت مل گئے، میں اپنے ساتھ اپنے سپاہیوں کی بھی ایک جماعت لیتا آیا ہوں۔

توقیر:- حیرت ہے کہ کمال الدولہ نے شام کو مجھ سے بھی اس خطرہ کا تذکرہ کیا تھا اور مجھے نصیحت کی تھی کہ میں تنہا نہ نکلوں

مراد:- یار توقیر کچھ بھی ہو کمال الدولہ ہے ایک نیک انسان۔

توقیر:- نیک اور پر اسرار ——— !!

مراد اور توقیر سپاہیوں کے پہرے سے باہر نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ دو افراد ان کا پیچھا کر رہے ہیں ——— انھوں نے چاہا کہ ان کو ٹوکیں لیکن مصلحتاً خاموش رہے مراد نے توقیر کو اس کی قیام گاہ تک پہنچا دیا اور اپنی حویلی واپس چلا گیا

ادھر زمرد کا پردہ باغ کی دلچسپیوں میں بھی جی نہ لگا، وہ تقریباً دو گھنٹے ادھر ادھر ٹہلتی رہی، باغ کی روشوں پر چہل قدمی کرتی رہی اور سر اٹھائے ہوئے ہر درخت

کو دیکھتی رہی ـــــ دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ وہ انسان بھی کتنا عظیم تھا جس نے مجھے باپ کی زندگی میں یہ نصیحت کی تھی کہ درخت کی طرح حوادثات عالم کا مقابلہ کرکے روشنی کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہو ـــــ شام ہونے کے بعد وہ پردہ باغ سے نکل کر حویلی بیرورد[1] کے قریب اپنے ایک عزیز کے مکان چلی گئی اور پھر رات گئے ڈولی میں بیٹھ کر گھر کے لئے روانہ ہوئی، ابھی اس نے دہلی کی پیچ در پیچ گلیاں پار بھی نہ کی تھیں کہ اچانک چار آدمیوں نے اس کی ڈولی کو گھیر لیا۔ ملازمہ کے منھ پر کپڑا رکھ کر اس کو باندھ دیا اور کہاروں کو حکم دیا کہ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں زمرد ہراساں ہوگئی، خوف کے مارے اس کی گھگھی بندھ گئی اس نے مدد کے لئے چیخنا چاہا لیکن اسکی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی ـــــ اچانک ڈولی کے نزدیک ایک آواز گونجی ـــــ

"خبردار ـــــ اگر اب تم نے آگے قدم بڑھایا تو ـــــ"

"تو کیا ـــــ" ایک بدمعاش بولا۔

"تو قتل کرنے سے بہتر میں یہ سمجھوں گا کہ تم کو ساری زندگی کے لئے اپاہج کردوں تاکہ تم کو عبرت ہو اور تم آئندہ کسی کی بہو بیٹی کو اغوا نہ کر سکو ـــــ"

نہ معلوم کیا تھا اس گرجدار آواز اور خوفناک دھمکی نے بدمعاشوں کو بدحواس کر دیا اور وہ زمرد کی ملازمہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے

ملازمہ (نووارد سے مخاطب ہوکر) ـــ خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے آپ نے ہماری بروقت مدد کی، ورنہ یہ بدمعاش خدا معلوم ہم لوگوں کو کہاں لے جاتے۔

---

[1] جیلوں کے کوچے میں آج بھی یہ حویلی موجود ہے ـــ حالانکہ اس کے اصلی مکین پاکستان جا چکے ہیں۔ دہلی کے مشہور ماہنامہ "نونہال" کی مدیر مسرت جہاں بیگم تیموری اسی مکان میں رہتی تھیں۔

نوداردہ:- کچھ نہیں یہ بدمعاش شہزادہ والاقدر کے ملازم ہیں اور یہ شاہزادہ ایک عرصے سے زمرد کو حاصل کرنا چاہتا تھا چنانچہ آج اس نے توقیر علی خاں کو قتل کرنے اور زمرد کو اغوا کرنے کی سازش کی تھی جو بہر حال ناکام ہو گئی ــــــــــــ"

نہینوں سے زمرد کے کان جس آواز کو سننے کے لئے بے چین تھے آج جب وہ اسکے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی تو باوجود اس بھیانک حادثہ کے جو ابھی چند منٹ قبل اسکو پیش آچکا تھا اسکا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نے ملازمہ کو بلا کر کہا ــــــــ یہ ابا مرحوم کے دوست کمال الدولہ ہیں ان سے کہو غریب خانہ کو زینت بخشیں اور اس وقت ہمارے ساتھ ہی چلیں ــــــــ"

مکان پہنچکر زمرد نے کمال الدولہ سے کوئی پردہ نہیں کیا، کمال الدولہ کو اندر بلا لیا گیا جہاں زمرد اس کے بالکل سامنے تختوں کے ایک فرش پر بیٹھ گئی ــــــــ کمال الدولہ کو دیکھ کر زمرد کو بھولے ہوئے دن بری طرح یاد آ گئے اس کو وہ دن یاد آ گیا جب زمرد نے باغ جوانی میں قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے ایک غیر مرد کو دیکھا تھا اور اس غیر مرد نے اس سے بالکل انوکھی باتیں کی تھیں اس نے ایک مرتبہ پھر کمال الدولہ کو دیکھا اور عالم خیال میں یہ سمجھا کہ خوش نوا آوازوں نے مل کر ایک سماں سا باندھ دیا ہے اور کمال الدولہ اس کی ایک زندہ تصویر ہے۔ اس وقت زمرد خود کو بالکل بھول چکی تھی، اس کے بال پریشان ہو کر اس کی ماہتابی صورت کو اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے اور کافوری گردن پر مشک افشانی کر رہے تھے۔ اس کے سفید رخسار واقعات پیش آمدہ کی وجہ سے ہلکے گلابی رنگ میں تبدیل ہو گئے تھے اور پیشانی پر پسینہ کے چھوٹے چھوٹے قطرے ستاروں کی طرح جھلملانے لگے تھے ــــــــ زمرد کو جذبات اور احساسات

کی زیادتی نے اس وقت اتنا حسین بنا دیا تھا کہ اگر قلو پطرہ بھی اسے دیکھتی تو لمحہ بھر کیلئے اپنا غرور حسن بھول جاتی۔

آخر کمال الدولہ نے مہر سکوت توڑی اور زمرد جیسے چونک گئی

کمال الدولہ:۔ زمرد ـــــ آج تم سخت حادثہ سے بال بال بچ گئیں، شہزادہ والا قدر ایک نہایت بدقماش آدمی ہے اور اس پر غضب یہ ہے کہ وہ قانون کی گرفت سے بھی بری سمجھا جاتا ہے اس کو کسی جرم کے ارتکاب میں خوف نہیں محسوس ہوتا کیونکہ انگریز ریزیڈنٹ نے بعض مصلحتوں کی بناء پر اس کو بہت کچھ آزادی دے رکھی ہے۔

زمرد:۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گی،

کمال الدولہ:۔ کاش تم سمجھ سکتیں کہ یہ میرا احسان نہیں میری خود غرضی تھی ـــــ خیر اس تذکرہ کو چھوڑو ـــــ مجھے تمہارے والد اور والدہ کی موت کا بے پناہ صدمہ ہے اور ساتھ ہی ندامت بھی ہے کہ میں تمھاری کوئی مدد نہ کر سکا،

زمرد:۔ آپ ان جملوں سے مجھے مزید شرمندہ نہ کریں۔

کمال الدولہ:۔ زمرد ـــــ میں تم سے آج دوسری مرتبہ ملا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آج ایک بزرگ کی طرح تم سے دو باتیں کر لوں ـــــ میں جانتا ہوں کہ تم دل ہی دل میں گذشتہ ایک سال سے ایک ایسے انسان سے محبت کر رہی ہو جس کو تم صرف نام سے جانتی ہو اور جس سے تمہارا کبھی کوئی سابقہ نہیں پڑا، میں تمہارے دلی جذبات سے واقف ہوں اور اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم توقیر علی خاں سے شادی کر لو کیونکہ تم جس سے محبت کر کے ایک خیالی دنیا بسائے ہوئے ہو وہ کبھی عملی صورت نہیں اختیار کر سکتی۔

کمال الدولہ کا یہ نامکمل جملہ سن کر زمرّد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل آنکھوں کے راستے بہہ جائے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کمال الدولہ فوراً اس قسم کی بات کر کے اس کے تصورات کا محل پلک جھپکتے میں مسمار کر دے گا۔ کمال الدولہ نے زمرّد کو روتے ہوئے دیکھا اور نہایت تسکین بخش آواز میں مسکراتے ہوئے کہا ـــــ "تمھیں یاد ہوگا کہ پہلی ملاقات میں ـــ میں نے تم سے کہا تھا کہ تمھیں روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اسوقت میں نے تم کو ایک درخت کی مثال دے کر سمجھایا تھا اور ارادتاً ایک پروانہ کی مثال نہیں دی تھی جس کو روشنی کے لئے چاند ستاروں تک پرواز کرنا چاہیئے مگر وہ شمع کے قدموں ہی میں راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے ـــــ آج دوبارہ میں تمھیں کچھ بتلانا چاہتا ہوں ـــــ تم کو اگر میرا کچھ لحاظ ہے تو غور سے سنو ـــــ توقیر علی خاں ـــــ ! ـــ" کمال الدولہ کی بات شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ زمرّد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کمال الدولہ:- توقیر علی خاں تمہارا ہم عمر ہے اور واقعی اپنی عادت کے بالکل برعکس تم سے محبت کرتا ہے۔ تم اس سے شادی کر کے وادیٔ مسرت میں قدم رکھ دو ـــــ خدا کی قسم اگر عظمت زندہ ہوتا تو میں آج بلکہ اسی وقت تمہاری شادی توقیر علی خاں سے کرا دیتا

زمرّد:- (بیچ میں بول کر) میرے محسن آپ سب کچھ کیجئے لیکن برائے خدا اب توقیر علی خاں کا نام نہ لیجئے۔

کمال الدولہ نے اس کے بعد مزید گفتگو مناسب نہ سمجھی، زمرّد آنسو بہاتی رہی اور وہ خاموشی کے ساتھ اشرفیوں کی ایک تھیلی رکھ کر مکان سے باہر نکل آیا ـــــ زمرّد دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

جس وقت کمال الدولہ زمرّد کے مکان سے نکلا تو رات بہت زیادہ بیت چکی تھی وہ سیدھا اپنی نئی قیام گاہ پہنچا کیوں کہ اب وہ درگاہ نظام الدین کا حجرہ چھوڑ کر ایک بڑے مکان میں منتقل ہو چکا تھا۔ مکان پہنچتے ہی اس نے خود کو اپنے خاص کمرے میں بند کر لیا کمرے میں کافی دیر تک ٹہلنے کے بعد آخر کمال الدولہ نے دیوار پر لٹکے ہوئے ایک سیاہ پردے کی طرف مخاطب ہو کر کہا —— "سو رہو زمرّد اب سو رہو —— زیادہ رو کر کیا کرو گی —— تمھارے آنسو میرے پائے استقلال کو متزلزل کئے دے رہے ہیں —— " کمال الدولہ مسلسل بولتا رہا —— اس نے کہا —— "میں جانتا ہوں تمھاری دلی تمنائیں کیا ہیں، میں جانتا ہوں کہ تم توقیر علی خاں سے نفرت کرتی ہو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمھارا دل، تمھارا دماغ، تمھارے جذبات اور تمھارے احساسات کسی کے لئے وقف ہو چکے ہیں اور تم دن رات کے ہر لمحے میں صرف اسی کا تصور کرتی رہتی ہو —— لیکن زمرد —— تم نہیں جانتیں کہ تم جو کچھ چاہتی ہو اگر وہ تمھیں مل جائے تو تمھاری زندگی طوفان حوادث کے حوالے ہو جائے گی —— شائد تم نہیں جانتیں کہ میری زندگی اور لوگوں کی طرح نہیں ہے میں حسنِ مجازی کا پجاری ہوں اور اسی کی پرستش اپنی زندگی کا مآل سمجھتا ہوں، تمھیں شائد یہ بھی نہیں معلوم کہ میں عورتوں کی محبت سے اس طرح بھاگتا ہوں جیسے کوئی سانپ سے بھاگتا ہے —— لیکن اس کے باوجود نہ معلوم کیوں میں یہ محسوس کر رہا ہوں جیسے دن بہ دن تم میرے نزدیک آتی جا رہی ہو، خدا کی قسم میں تمھارے تنفس کی آواز سنتا رہتا ہوں اور تمھارے دل کی دھڑکن میرے کانوں کے پردے سے ٹکراتی رہتی ہے —— تمھاری یہ قربت میرے لئے، میری زندگی کے لئے۔ میرے مسلک کے لئے اور میرے فرقہ کے لئے حد درجہ تباہ کن ہے —— تمھاری محبت اور پھر

اس محبت کی عملی شکل یعنی ہم دونوں کی شادی مجھے میری بے پناہ قوتوں اور میری صلاحیتوں سے بالکل محروم کر دے گی ـــــ اور میں ایک معمولی انسان بن کر رہ جاؤں گا، اس لئے اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں نسل انسانی کی اسی طرح خدمت کرتا رہوں جس طرح گذشتہ چار ہزار برس سے کر رہا ہوں اور اس دنیا کو بدی سے پاک کرتا رہا ہوں تو تم میرا خیال دل سے نکال ڈالو، مجھے بھول جاؤ، میری تصویر اپنے دماغ سے محو کر دو، اور توقیر علی خاں کو قبول کر لو، وہ تم سے واقعی محبت کرتا ہے اور اس وقت تک محبت کرتا رہیگا جب تک کہ تم دونوں محبت کی گہرائیوں میں دفن نہ ہو جاؤ ـــــ رہا میرا سوال ـــــ تو میں دور رہ کر بدستور تم سے محبت کرتا رہوں گا ایک ایسی محبت جو صبح کی ٹھنڈی ہوا کو باغ کے پھولوں سے ہوتی ہے ـــــ زمرّد ـــــ تم یوں سمجھ لو ـــــ جیسے میں ایک پہاڑ ہوں اور اس پہاڑ کی چھاتی پر تمہاری محبت کا ایک پھول کھل رہا ہے ـــــ ہو سکتا ہے یہ پھول زمانے کی گرم و سرد ہواؤں سے کمھلا کر فنا ہو جائے لیکن میں اس پھول کی قبر اپنے دل میں بناؤں گا ـــــ پہاڑ کا سینہ اس پھول کا مدفن ہو جائے گا اور جبتک یہ پہاڑ باقی رہے گا، محبت کی یہ یادگار بھی باقی رہے گی ـــــ زمرّد ـــــ تم اچھی طرح سُن لو اور خوب غور سے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ خطرات تمہاری طرف لپکے چلے آ رہے ہیں ـــــ تم خطرات میں گھرتی چلی جا رہی ہو ـــــ جس چیز کو تم سکون سمجھ رہی ہو اس میں ہزاروں طوفان کروٹیں لے رہے ہیں ـــــ اس لئے اگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری زندگی کا سکون باقی رہے تو تم دہلی چھوڑ دو ـــــ اور کسی طرف کو نکل جاؤ، باقی رہا میں ـــــ تو مجھے ایسا نظر آ رہا ہے جیسے میرا انجام بالکل تاریکی میں چھپتا جا رہا ہے ـــــ اور میری زندگی ایک بالکل نئی کروٹ لینے کی تیاری کر رہی ہے ـــــ اچھا زمرّد ـــــ

سو رہو ـــــــ سو رہو ـــــــ جب تم صبح بیدار ہوگی، جب نسیم سحر تمہارے حسن سے اٹکھیلیاں کر کے تم کو جگائے گی تو تم اپنی وفادار ملازمہ کو میری یہ باتیں سناؤ گی اور یہ سمجھو گی کہ رات کو تم نے ایک خواب دیکھا اور کمال الدولہ نے تم سے باتیں کیں

کمال الدولہ اس کے بعد چپ ہو گیا، کافی دیر تک وہ خلا میں گھورتا رہا ـــــــ اور اس کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آیا ہے اور تھک کر گرنے والا ہے

صبح جب زمرد بیدار ہوئی تو اس نے اپنی ملازمہ سے یہ بیان کیا کہ ساری رات کمال الدولہ اس سے عجیب و غریب باتیں کرتے رہے اور اس نے ایک بڑا دلچسپ خواب دیکھا اس نے ملازمہ سے کہا خواب میں کمال الدولہ کہہ رہے تھے: میں انسان نہیں فوق البشر ہوں، میں ہزاروں سال سے اس دنیا میں موجود ہوں ـــــــ

زمرد کے اس جملے سے ملازمہ کانپ سی گئی لیکن دونوں نے یہ سوچا خواب کی باتوں پر اعتبار کیا ـــــــ البتہ زمرد کے دل میں خلش باقی رہی، کمال الدولہ نے خواب میں اس سے جو بھی باتیں کی تھیں وہ اسے لفظ بہ لفظ یاد تھیں اور وہ یہ سوچ رہی تھی کیا واقعی کمال الدولہ نے مجھے جو نصیحتیں کی ہیں مجھے اُن پر عمل کرنا چاہیئے ـــــــ کیا واقعی میری اور کمال الدولہ کی شادی نہیں ہو سکتی ـــــــ کیا واقعی کمال الدولہ فوق البشر ہے ـــــــ کیا واقعی کمال الدولہ یہ چاہتے ہیں کہ میں توقیر علی خاں سے شادی کر لوں ـــــــ لیکن میں اپنے دل کو کہاں لے جاؤں، میں اپنے احساسات کو کہاں دفن کر دوں، میں اپنے جذبات کا گلا کیسے دبا دوں ـــــــ

زمرد اسی طرح نہ معلوم کتنی دیر خیالات کے طوفان میں ہچکولے کھاتی رہی آخر ملازمہ نے اسے ناشتہ پر بلالیا۔

جو مکان کمال الدولہ نے کرایہ پر لیا تھا وہ کسی قدر سنسان مقام پر آباد تھا۔ یہ مکان بے حد قدیم تھا اس کی اکثر دیواریں کھنڈر ہو چکی تھیں اور دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ دیواریں اپنے شاندار ماضی اور اپنے سابق مالکوں کی یاد میں مرثیہ خوانی کرتی رہتی ہیں ـــــ اس مکان میں اب بھی چند کمرے باقی تھے ـــــ کمال الدولہ نے اس مکان کی حفاظت کے لئے کئی پہاڑی ملازم رکھ چھوڑے تھے جو ہمیشہ اپنا قومی لباس پہنتے تھے ـــــ اور سوائے اپنی نیپالی زبان کے نہ کوئی زبان سمجھتے تھے اور نہ بول پاتے تھے ـــــ ان پہاڑیوں کے علاوہ کچھ دہلی والے بھی اس نے ملازم رکھے تھے جن کا کام یہ تھا کہ وہ بازار سے سودا سلف لائیں اور اوپر کے کام کریں۔ جہاں تک اس مکان کا تعلق تھا اس کو دیکھ کر اور وہاں کی زندگی کا مطالعہ کر کے کوئی شخص یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کمال الدولہ ایک پر اسرار شخصیت ہے اور جو افواہیں اس کے بارے میں گرم ہیں وہ بالکل سچ ہیں، نہ اس کے مکان میں روحیں اترتی تھیں نہ کوئی بت اس سے ستاروں کے اثرات بتلاتا تھا، نہ اس کے مکان میں مردہ انسانوں کے ڈھانچے نکلے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ آوارہ روحوں سے کام لیتا ہے اور نہ اس کے مکان میں اتنا ساز و سامان تھا جو اس کے بے پناہ حد تک متمول ثابت ہونے میں مدد دیتا ـــــ البتہ اس مکان میں ایک ایسی چیز ضرور تھی جو اس کی طرف سے مشکوک کر دیتی تھی، اس مکان میں اس نے اپنے لئے ایک کمرہ بالکل الگ کر لیا تھا جس کو وہ ہمیشہ مقفل رکھتا تھا۔ یہ قفل کسی حالت میں بھی ایک چھلّے سے بڑا نہ

تھا، ایک مرتبہ اس کے ایک خدمت گار نے اس کی عدم موجودگی میں آدھی رات کو یہ قفل کھول کر اس پر اسرار کمرے کو اندر سے دیکھنا چاہا لیکن اس کی ساری کوشش ناکام رہی اور وہ قفل نہ کھلا ——— صبح کمال الدولہ نے اس ملازم کو بلاکر اس کو ملازمت سے برطرف کر دیا اور اس کو یہ بھی بتا دیا کہ اس نے رات کو کمرے کا تالا توڑنے کی ناکام کوشش کی تھی، اس ملازم نے ملازمت سے برطرفی کے بعد اس واقعہ کو خوب مبالغہ کے ساتھ بیان کیا چنانچہ اس نے اپنے بعض دوستوں سے یہ کہا کہ جیسے ہی میں نے قفل کو چھوا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کا ہاتھ اس کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے۔ جب میں نے اس غیر مرئی ہاتھ کو کسی طرف ہٹانا چاہا تو کسی نے مجھے اٹھا کر پھینک دیا اور میں بیہوش ہو گیا۔

الغرض یہی وہ کمرہ تھا جس میں بیٹھ کر رات کو کمال الدولہ نے حالتِ خواب میں زمرد سے باتیں کی تھیں ——— کمال الدولہ ساری رات اسی کمرے میں ٹہلتا رہا، ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا ——— اچانک دور بہت دور لال قلعہ میں صبح کا گجر بجا اور جیسے کمال الدولہ تڑپ گیا اور اس کے منھ سے یہ الفاظ نکل گئے

"کمال الدولہ ——— اب اس دنیا کو چھوڑ دو، افسوس جو کشش اتصال زمین کو اپنے مرکز سے نہیں ہٹنے دیتی وہی کشش روح کو زمین سے نہیں جدا ہونے دیتی ——— لیکن یہ تنگ و تاریک دنیا چھوڑ ہی دینے کے قابل ہے ——— بس اب اس سے عاجز ہو چکا ہوں، میں تھک چکا ہوں میرے اسقفِ اعظم ——— مجھے واپس بلالو، میرے پیروں میں پڑی ہوئی بیڑیاں کاٹ دو اور میرے پروں کو کھول دو تاکہ میں اڑ کر فضا کی لامحدود گہرائیوں میں کھو جاؤں ———"

رات کے حادثہ کے بعد توقیر علی خاں کو رات بھر نیند نہ آئی اس کو کمال الدولہ کی قوتیں نہایت سخت اور عجیب معلوم ہوتی تھیں اس کی حرکات وسکنات میں ایک اسرار محسوس ہوتا تھا، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کمال الدولہ کو آنے والے حادثہ کا علم کیسے ہو گیا اور نہ یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اس کو ان دشمنوں کا علم کیسے ہو گیا جو اسکے خون کے پیاسے تھے اور جن کا پتہ خود اس کو نہ تھا، چنانچہ اسی غور وخوض نے نہ صرف ایک طرف اسے کمال الدولہ سے بالکل مرعوب کر دیا بلکہ دوسری طرف اسکے دل میں کمال الدولہ کی عزت بھی دوبالا ہو گئی اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ صبح ہوتے ہی سب سے پہلے کمال الدولہ کے مکان جاکر اس کا شکریہ ادا کرے گا، چنانچہ صبح حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے بعد وہ کمال الدولہ کے مکان کے لیے روانہ ہو گیا، کمال الدولہ اس وقت اپنے مکان ہی میں تھا تھوڑی دیر تک توقیر علی خاں کو ایک سجے سجائے کمرے میں کمال الدولہ کا انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد وہ آگیا۔

توقیر علی خاں:- "میں اس وقت صرف آپ کی ان عنایات کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں جن کی وجہ سے کل رات میری جان بچ گئی، اب آپ اتنی مہربانی اور کیجئے کہ مجھے میرے اس دشمن کا نام بھی بتا دیجئے جو میری زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔

کمال الدولہ:- (مسکراکر) آپ نہ صرف حسن پرست بلکہ عاشق مزاج بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ ایسے انسانوں کے رقیب پیدا ہو جانا کوئی تعجب نہیں"

توقیر:- (شرماکر) آپ میرا مذاق اڑاکر مجھے شرمندہ کرتے ہیں

کمال الدولہ:- "نہیں مذاق نہیں بلکہ سچ کہتا ہوں ـــــ آپ زمرد سے محبت کرتے ہیں اس لئے شہر کے ایک اوباش شہزادے کو آپ سے رقابت پیدا ہو گئی ہے ـــــ"

توقیر:۔ "لیکن معاف کیجئے گا آپ کو یہ معلوم کیوں کر ہوا؟

کمال الدولہ:۔ "میں یہ باتیں کسی کو تبلایا نہیں کرتا البتہ میں جس کو چاہتا ہوں اسکو خطرات سے خبردار کر دیا کرتا ہوں اور پھر اس سے بحث نہیں رکھتا کہ اس نے میری باتوں کا اعتبار کیا یا نہیں کیا

توقیر:۔ "خیر اگر آپ میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے تو نہ سہی لیکن اتنا تو بتا ہی سکتے ہیں کہ اب مجھے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے ——"

کمال الدولہ:۔ "لیکن کیا آپ میرے مشورے کو مانیں گے؟"

توقیر:۔ "ضرور —— بظاہر نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں"

کمال الدولہ:۔ "تو آپ زمرّد سے شادی کر کے اس کو اپنے وطن حیدر آباد لے جائیے"

توقیر:۔ "افسوس میں آپ کا مشورہ ماننے سے قاصر ہوں، میں زمرّد سے شادی نہیں کرسکتا، وہ میری ہم رتبہ نہیں، وہ ایک مطرب کی لڑکی ہے اور میں حیدر آباد کے ایک عالی مرتبت جاگیردار کا لڑکا ہوں۔ میں اس پر فریفتہ ضرور ہوں لیکن اس سے شادی نہیں کرسکتا۔

کمال الدولہ:۔ "یہ تو خود غرضی ہوئی ——"

توقیر:۔ آپ جو چاہیں کہیں لیکن زمرّد سے میری شادی بالکل ناممکن ہے۔

کمال الدولہ:۔ "تو پھر آپ زمرّد سے محبت کا اظہار ختم کر دیجئے"

توقیر:۔ "یہ بھی ناممکن ہے کہ میں اس کا خیال دل سے نکال دوں"

کمال الدولہ:۔ (غصّے سے) یعنی نہ آپ اس سے شادی کریں گے اور نہ اس سے

محبت ختم کریں گے ــــ تو پھر یاد رکھیئے کہ آپ کے رقیب بہت ہیں اور ان سے آپ کو سخت خطرہ لاحق ہے

توقیر:۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ لال قلعہ کا ایک اوباش شہزادہ میرا رقیب ہے اور مجھے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے

کمال الدولہ:۔ "اس کے علاوہ ایک اور شخص بھی ہے جس سے آپ کو ہر لمحہ ڈرنا پڑے گا"

توقیر:۔ "وہ کون"

کمال الدولہ:۔ "میں ــــ یعنی کمال الدولہ ــــ"

توقیر:۔ (خوف اور غصہ کے ملے جلے لہجے میں) آپ کو یہ جملہ کہنے کی جراءت کیسے ہوئی"

کمال الدولہ:۔ جراءت کا سوال ہی نہیں ــــ مجھے تو اکثر اس کا افسوس ہوتا ہے کہ کیا دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جس سے میں بھی ڈروں اور مجھے بھی اسکا خوف ہو"

غرور سے بھرے ہوئے یہ الفاظ کمال الدولہ نے ادا تو کئے لیکن نہایت ہی درد واندوہ کے ساتھ اس کے لہجے میں غرور اور تکبر نہیں بلکہ ایک یاس اور مایوسی تھی جس کو سن کر توقیر علی خاں لمحہ بھر کے لئے ڈر کر گھبرا گیا لیکن چونکہ فطرتاً وہ بھی بہادر تھا اس لئے اس نے اپنے حواس باقی رکھے اور کہا

توقیر علی خاں:۔ "آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ کی پیچیدہ اصطلاحوں اور مرموز دھمکیوں میں آجاؤں گا ــــ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک راستہ چلتا آدمی مجھے اس کے لئے مجبور کردے کہ میں اپنی مرضی کے بالکل خلاف زمرد سے شادی کرلوں ــــ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ میں زمرد کو آسانی کے ساتھ دوسرے کیلئے چھوڑ کر

الگ ہو جاؤں ؟

کمال الدولہ:۔ "میں بہر حال یہی کہوں گا کہ آپ میری رائے پر عمل کریں، میں آپ کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں دس دن تک آپ خوب غور کر لیں اور پھر آ کر بتلائیں کہ آپ اس عورت سے جو نہایت حسین اور نہایت با عصمت ہے شادی کرنے پر تیار ہیں یا نہیں ؟

توقیر:۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے زمرّد آپ کے دل کے کسی گوشے میں بھی موجود ہے اگر یہ واقعہ ہے تو پھر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس سے شادی کر لے ——— ؟

کمال الدولہ:۔ تم نے سچ کہا توقیر، میں واقعی یہ چاہتا ہوں کہ تم زمرّد سے شادی کر لو تاکہ زمرّد میرے راستے سے ہٹ جائے اور میں آسانی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ جاؤں، حقیقتاً زمرّد میں وہ تمام نیکیاں اور خوبیاں موجود ہیں جو ایک منکوحہ بیوی میں ہونا چاہئیں، تم اس سے شادی کر کے اپنی زندگی کو جنت بنا سکتے ہو، زمرّد کی روح جب محبت سے نشو و نما پائے گی تو تمہاری روح کو بھی اوج ترقی پر پہنچا دیگی تمہاری تقدیر کو روشن کر دے گی، تمہاری قسمت کا ستارہ چمکا دے گی اور تم ایک نہایت متمول اور رئیس انسان بن جاؤ گے، لیکن اس کے برخلاف اگر اسکا دامن میرے دامن سے بندھا تو . . . . .

توقیر:۔ (بالکل اچانک بات کاٹ کر) یہ کیا بھید ہے ؟ کیا حقیقت میں آپ معمولی انسانوں جیسے نہیں ہیں ؟ کیا آپ کا علم معمولی احاطۂ انسانی سے بالاتر ہے ——— ؟ کیا آپ واقعی جادوگر یا کوئی بھوت ہیں ——— ؟ میرے اللہ ——— آپ کے چہرے کے

خد و خال تبدیل کیوں ہو رہے ہیں یہ آپ کا رنگ کیوں پھیکا ہو رہا ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آگ کیوں نکل رہی ہے —— کمال الدولہ صاحب —— مجھے بتائیے آپ کون ہیں (چیخ کر) —— مجھے بتائیے آپ کیا ہیں؟

کمال الدولہ:۔ (ایک گہری سانس لے کر) فی الحال آپ کے اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے لیکن آپ میری ایک بات بہرحال غور سے سن لیجئے، عالم محویت میں اس وقت میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا تھا اگر آپ نے اپنی اور میری آج کی ملاقات کا تذکرہ کسی دوسرے سے کیا تو میں سمجھتا ہوں آپ سخت نقصان میں رہیں گے —— رہا زمرد کا سوال —— تو میں نے آپ کو دس دن کی مہلت دی ہے، دس دن کے بعد آپ کو میری بات کا آخری جواب دینا ہی ہے

توقیر:۔ اگر زمرد ایک سوال ہی بن چکی ہے تو تلوار اس امر کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ شادی کے بغیر زمرد کس کی ہو سکتی ہے —— لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ زمرد ایک حقیر ہستی ہے اور ہمارے آپ کے درمیان دیوار بن کر ہم کو ایک دوسرے کا دوست بننے سے روک نہیں سکتی

کمال الدولہ:۔ یہ آپ کی غلطی ہے۔ جب تک آپ زمرد کے بارے میں میری بات کا جواب نہ دیں گے آپ مجھے اپنا دوست نہ سمجھئے —— اور یہ یاد رکھئے کہ میری نظریں آپ اور زمرد کو شادی کی زنجیروں میں جکڑے دیکھنا چاہتی ہیں

توقیر:۔ آپ کو یاد ہے جمنا کے کنارے آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اپنا سمجھیں گے (منت اور سماجت کے لہجے میں) اب آپ اتنی جلدی ایک معمولی سی عورت کے لئے مجھ سے کیوں منحرف ہو رہے ہیں۔

کمال الدولہ:۔ میں آپ کا دوست بن کر آپ کو اپنی علمی دولت سے مالا مال کر سکتا ہوں

لیکن وہی شرط ـــــ یعنی آپ کو زمرد سے شادی کرنا پڑے گی ـــــ اور ـــــ اب آپ جائیے ـــــ مجھے چند ضروری کام انجام دینا ہیں

توقیر علی خاں کمال الدولہ کے مکان سے نکلا تو اس کا چہرہ زرد تھا، آنکھیں بے چین تھیں، دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور دماغ پچھلی باتوں میں اُلجھا ہوا تھا ـــــ

اس نے راستہ چلتے چلتے پلٹ کر کمال الدولہ کے مکان کی طرف دیکھا ـــــ اور دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کرلیں

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کی رائے ضعیف ہوتی ہے وہ فوری طور پر ہر حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں چنانچہ کسی کی عقل و دماغ کی کمزوری کا نشان یہ ہے کہ وہ فوراً کسی مسئلہ پر انکار کی پالیسی اختیار کرے، مثال کے طور پر جن لوگوں کی معلومات کم ہیں وہ کیمیا اور سنگِ پارس کو ایک بیہودہ اور خیالی چیز بتاتے ہیں لیکن جن لوگوں کو علم میں پوری دسترس حاصل ہے وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ علم کیمیا اور سنگ پارس کی کیا صفات ہیں بالکل یہی کیفیت اس وقت توقیر علی خاں کی بھی تھی، کمال الدولہ کے مکان سے نکل کر اس کا دماغ طرح طرح کی اُلجھنوں میں گرفتار ہوگیا اور سوچنے لگا کہ آدمی قانونِ قدرت کی تردید نہیں کرسکتا لیکن یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ انسان تمام قوانین قدرت پر حاوی ہوجائے، وہ آنے والے واقعات کی تفصیل بیان کرنے لگے، وہ زمین کے خزانے دیکھنے لگے، انسانوں کی تقدیر بتانے لگے اور اس دنیا میں پھیلے ہوئے انسانوں کی گفتار اور کردار پر حاوی ہونے لگے۔ توقیر علی خاں کا دماغ اس مسئلہ پر جتنا غور کرتا وہ اسی قدر اس میں اُلجھ جاتا اور کمال الدولہ کی شخصیت اس کے سامنے زیادہ پراسرار ہوجاتی، کبھی وہ یہ سوچتا کہ

کمال الدولہ محض فریبی ہے اور اس کی زندگی کا محل حد درجہ مکاریوں کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اور کبھی وہ یہ سوچتا کہ کمال الدولہ واقعی فوق البشر ہے چنانچہ اسی ادھیڑبن میں جب اس کا خیال زمرّد کی طرف پلٹا تو اس نے یہی فیصلہ کیا کہ کمال الدولہ کا یہ دباؤ کہ وہ زمرّد سے ضرور شادی کرے ضرور کوئی چال ہے اور اس شادی کے ذریعہ کمال الدولہ اپنی کسی خاص غرض کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ یقیناً یہ کوئی جال ہے جو کمال الدولہ اس کے لئے بچھا رہا ہے، سوچتے ہی سوچتے توقیر علی خاں زمرّد سے بھی بدگماں ہو گیا کہ اس نے کمال الدولہ سے ساز باز کیوں رکھا ——؟

توقیر علی خاں کی اس بدگمانی میں جو اسکے دل میں زمرّد کی طرف سے پیدا ہوئی رقابت کے جذبات بھی موجود تھے خصوصاً اس وجہ سے کہ کمال الدولہ دوران گفتگو میں اپنے رقیب ہونے کی دھمکی بھی دے چکا تھا —— لیکن سوال یہ تھا کہ جب کمال الدولہ بھی زمرّد کے حسن کا اسیر ہے تو وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ میں زمرّد سے شادی کروں"

توقیر علی خاں کو کافی دیر تک سوچنے کے باوجود جب اس سوال کا جواب نہ ملا اور واقعات کی تصویر اور زیادہ دھندلی ہو گئی تو اس نے اپنے خیالات سے تنگ آکر اپنے دوستوں کی طرف رُخ کیا، جہاں اس نے کمال الدولہ کے بارے میں اور بھی زیادہ حیرت ناک باتیں سُنیں۔

دوستوں کی اس محفل میں اس کو یہ بتایا گیا کہ کمال الدولہ لاتعداد زبانیں بالکل اس طرح بولتا ہے گویا وہ اس کی مادری زبانیں ہوں، وہ انگریزی، فرانسیسی اور پرتگالی افسروں سے جو اس زمانے میں دہلی آتے جاتے تھے انھیں کی زبانوں میں گفتگو کرتا تھا، اس کے بارے میں ایک ایرانی تاجر کا دعویٰ تھا کہ وہ ایران کا رہنے والا ہے، ایک

ترک عالم نے یہ کہا کہ جس لب و لہجہ سے کمال الدولہ ترکی زبان بولتا ہے وہ سوائے ترکوں کے اور کوئی نہیں بول سکتا، توقیر علی خاں نے ان تمام زبانوں کو اپنے سامنے رکھ کر موازنہ کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک میں زمین آسمان کا فرق ہے ہر ایک کا تلفظ الگ، ہر ایک کا لہجہ الگ، ہر ایک کی گرامر الگ —— چنانچہ سوچتے سوچتے توقیر علی خاں کو یاد آیا کہ حیدر آباد میں اس سے ایک عالم دین نے یہ بتایا تھا کہ دنیا میں اب بھی ایک فرقہ جس کا نام کردگانہ ہے موجود ہے اس فرقہ کے اصول، اس کے حالات اور اس کے قواعد بہت ہی کم معلوم ہیں اور اس کے افراد کے نزدیک تمام دنیا کی زبانیں بولنا ایک بالکل معمولی فعل ہے اس عالم دین نے توقیر علی خاں کو یہ بھی بتایا تھا کہ کردگانہ فرقہ کے افراد کی عملی طاقت کے مقابلہ میں دنیا کی ہر قوت ہیچ ہے، اس فرقہ کا دعوٰے ہے کہ مصر کے کاہنوں، قدیم یونان کے حکیموں اور چین کے عالموں کی تعلیمات ان تک سینہ بہ سینہ پہنچی ہیں، وہ جادوگروں کے علوم سفلی کی ناپاکیوں سے محفوظ اور پاکیزگی و نیز پارسائی کا مجسمہ ہیں اور اس فرقہ کے ممبران کو اس امر پر اصرار ہے کہ انکا فرقہ تمام تر عقل کی بنیاد اور سرتاپا دین ہی دین ہے —— توقیر علی خاں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا کہ کمال الدولہ کا تعلق کہیں اسی فرقہ سے نہ ہو؟ اس میں بھی تو یہی سب صفات ہیں، اس کو بھی تو ایسی طاقتیں حاصل ہیں جو دنیا کے بہت کم لوگوں کو حاصل ہیں لیکن وہ ان کا بے جا استعمال تو نہیں کرتا، اس کی زندگی کے بہت کم حالات لوگوں کو معلوم ہیں مگر جتنے معلوم ہیں وہ سب اس کی نیکی اور پاک نیتی کی گواہی دیتے رہتے ہیں، اس کی سخاوت، اس کی مروّت اور اس کا اخلاق زبان زد ہو چکا ہے۔

عام طور پر یہ تعجب کیا جاتا ہے کہ ایک اجنبی آدمی کو کیوں کر لوگوں کی ذاتی باتوں کا علم

ہو جاتا ہے جن کی بنیاد پر کمال الدولہ اکثر لوگوں کی جان و مال کو بر وقت آگاہی اور امداد سے بچا دیا کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ بھی مشہور تھا کہ بعض ایسے بیماروں سے جنھیں حکیموں نے جواب دے دیا تھا کمال الدولہ از خود ملا اور ان سے تنہائی میں باتیں کیں جن کا اثر یہ ہوا کہ وہ اچھے ہو گئے حالانکہ نہ اس نے کوئی دوا پلائی نہ کھلائی، بس اس کی گفتگو نے ان بیماروں پر یہ اثر ڈالا کہ بیماری ان سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ان بیماروں کو اچھا ہونے سے پیشتر نیند ضرور آ گئی تھی۔

کمال الدولہ کے بارے میں چند روز سے ایک اور واقعہ بھی بہت مشہور ہو گیا تھا، عام طور سے یہ مشہور تھا کہ کمال الدولہ اکثر عیاش، شریر النفس اور مجرم ذہنیت کے افراد سے ملا اور وہ لوگ اس ملاقات کے بعد از خود نیکی کی طرف مائل ہوتے چلے گئے، مثال کے طور پر صفدر علی خاں نے جو دہلی کے عیاشوں اور قمار بازوں کا لیڈر سمجھا جاتا تھا، اب بالکل بدل گیا تھا، اس نے قمار بازی سے توبہ کر لی تھی، اپنے تمام دشمنوں سے صلح کر کے دوستی کر لی تھی اور دن رات نیک کاموں میں مصروف رہتا تھا، تعجب کی بات تو یہ تھی کہ صفدر علی خاں نے کبھی یہ بھی تذکرہ نہ کیا کہ کمال الدولہ نے اس کو سدھارنے کے لئے وعظ و پند سے کام لیا تھا، وہ تمام لوگ جو کمال الدولہ سے مل چکے تھے متفقاً یہ کہتے تھے کہ کمال الدولہ عشرت پسند ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نہایت باذاق اور خوددار۔۔ خواہ کسی مذاق کی باتیں ہوتی ہوں وہ سب میں دخل دیتا ہے، ادنیٰ اور اعلیٰ ہر ایک سے بالکل یکساں ملتا ہے اور ہر محفل کو اپنی بذلہ سنجیوں سے گرما دیتا ہے، اس کے نزدیک ہر قوم اور ہر رتبہ کے لوگ یکساں ہیں البتہ اس وقت وہ بالکل خاموش ہو جاتا ہے جب کوئی اس کی ذات کے متعلق سوال کر کے یہ جاننا چاہتا ہے کہ کمال الدولہ کون ہے۔؟

کمال الدولہ کی اصلیت کے متعلق عجیب و غریب باتیں مشہور تھیں، اس کا تول، اس کا مصری رہن سہن، اس کے تبتی ملازم پہرے دار، اس کے بھورے بال اور کرنجی آنکھیں، اس کے ایرانی خدوخال، اس کا چوڑا چکلا یونانی سینہ، اس کا پٹھانوں کا ساقد اور ترکوں کا سا رنگ   ایک اسرار ہو چکا تھا، کچھ اسے یونانی کہتے، کچھ مصری کہتے، کچھ ترک کہتے، کچھ ایرانی کہتے، غرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں، لیکن حقیقت کیا تھی یہ بہرحال کسی کو نہیں معلوم تھی

مختلف تفریح گاہوں، محفلوں اور دوستوں سے کمال الدولہ کے بارے میں کچھ اور خبریں توقیر علی خاں کو معلوم ہوئی تھیں لیکن ان سے اس کی تسلی نہ ہوئی ـــــ اس کا سارا دن اسی الجھن میں گذرا، کمال الدولہ اس کے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں سما گیا ـــــ رات بھی اسی طرح گذر گئی صبح ہوئی ـــــ الجھن بدستور باقی تھی، چنانچہ دن چڑھتے ہی وہ قدسیہ باغ چلا گیا، اس وقت باغ میں بالکل سناٹا تھا وہ تھک کر ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ـــــ اس کو یاد آیا کہ یہی وہ باغ ہے جہاں سب سے پہلے اس کی ملاقات کمال الدولہ سے ہوئی تھی اور اس نے اسے بتایا تھا کہ اس دنیا میں جن، بھوت اور پریت کا وجود ہے لیکن ان کا وجود ایک دائرہ کے اندر رہتا ہے ـــــ باغ کے سناٹے اور بھوتوں کے تصور نے چند لمحات کے لئے توقیر علی خاں کو بدحواس سا کر دیا ـــــ ڈر کے مارے اس کی سانس کی آمد و رفت تیز ہو گئی ـــــ اب جو گھبرا کر اس نے اپنی آنکھ کھولی تو اس کے سامنے ایک ڈراؤنا شخص کھڑا اسے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا، چھوٹے سے قد کا یہ شخص کچھ اس وضع کے کپڑے پہنے ہوئے تھا جو اس

زمانے میں رائج نہ تھے اور ایسے میلے وکثیف تھے کہ ان کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا کسی ٹاٹ جیسے کپڑے کا وہ ایک ڈھیلا سا پیجامہ پہنے ہوئے تھا اور ایک ایسا کمبل اوڑھے ہوئے تھا جس میں جابجا سوراخ تھے، اس کے الجھے ہوئے کثیف بال اونی ٹوپی کے نیچے سے نکل کر ہوا میں بے ترتیبی کے ساتھ اڑ رہے تھے ــــ اس کی ہر ادا ڈراؤنی تھی اور ہر جھلک نفرت انگیز ــــ لباس کے ساتھ اسکی مسخ شدہ صورت اور بھی زیادہ بھیانک تھی، اس کے سینہ کی ساخت بالکل ایسی تھی جیسے کسی نے شکنجہ میں رکھ کر اسے دبا دیا ہو، اس کے لمبے لمبے بے ڈول ہاتھوں، طوطے کی سی ناک، چوہے کی طرح چھوٹی چھوٹی آنکھیں اور پچکے ہوئے رخساروں کو دیکھ کر توقیر علی خاں کے منھ سے ایک چیخ نکل گئی ــــ وہ اٹھ کر بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس نووارد نے اس سے کہا۔

"توقیر علی خاں اتنی جلدی مجھے بھول گئے ــــ ذرا مجھے پہچانو ــــ میری طرف غور سے دیکھو ــــ میں تمھارا دوست ہوں، تمھارا رفیق ــــ کیا تم اتنی جلدی حیدرآباد کی وہ درسگاہ بھول گئے جہاں ہم دونوں نے مصوری کی تعلیم حاصل کی تھی ــــ کیا تم اتنی جلدی اس شخص کو بھول گئے جس کی خاطر تم نے اپنی محبوبہ رخسانہ کا قتل کر دیا تھا ــــ بولو ــــ توقیر علی خاں ......"

"تو کیا تم حمید اللہ ہو ــــ" توقیر علی خاں نے لرزتے ہوئے کہا

"ہاں تمہارا دوست حمید اللہ ــــ"

"حمید اللہ ــــ یا اس کی روح ــــ"

(ہنس کر) ــــ "نہیں حمید اللہ ــــ"

توقیر علی خاں کی جان میں جان آئی اس نے حمید اللہ کو بلا کر اپنے پاس بنچ پر بٹھایا۔ اور دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔

توقیر علی خاں اور حمید اللہ میں پرانی دوستی تھی، دونوں کو مصوری سے شوق تھا البتہ دونوں میں ایک بنیادی فرق تھا۔ توقیر علی خاں غیر مستقل مزاج تھا جبکہ حمید اللہ جس چیز کو شروع کرتا تھا اس کو انتہا تک پہنچا دیتا تھا، دونوں عیاش تھے، دونوں ایک زمانے میں حد درجہ اوباش رہ چکے تھے اور دونوں پورے ملک کی ایک ساتھ سیاحی کر چکے تھے ——

حمید اللہ اور توقیر علی خاں میں ایک اور فرق تھا بہت کم لوگوں کو جس کا علم تھا یعنی حمید اللہ حد درجہ ملحد اور دہریہ تھا جب کہ توقیر علی خاں خدا پرستی پر ایمان رکھتا تھا چنانچہ یہی وجہ تھی کہ دونوں میں زیادہ دنوں تک نہیں نبھی اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے آج قدسیہ باغ کے اس گوشے میں دونوں دوست ایک عرصہ کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے اور دونوں میں بہت گھل مل کر باتیں ہو رہی تھیں

توقیر علی خاں :۔ " اتنے دنوں تک کہاں رہے —— "

حمید اللہ :۔ " پورے ملک کی سیر کرتا رہا پھر لکھنؤ جا کر اپنے منہ بولے باپ سے ملا اور اب اپنی زندگانی کا مشن پورا کر کے آیا ہوں "

توقیر علی خاں :۔ " یعنی دہریت کی تبلیغ —— "

حمید اللہ :۔ " پھر تم نے وہی بحث چھیڑ دی —— "

توقیر :۔ " تو پھر کیا کرتے رہے —— "

حمید اللہ :۔ " اپنے وطن کو آزاد کرنے کی مہم —— توقیر شاید تمھیں نہیں معلوم کہ ہمارا ملک انگریزوں کی بدمعاشیوں سے تنگ آ چکا ہے۔ تمام دیسی راجہ اور نواب ان سے عاجز

ہو چکے ہیں اور اب وقت آچکا ہے کہ ہم ان فرنگیوں کے خلاف ایک انقلابی لڑائی شروع کردیں ان کو ختم کردیں اور اپنے وطن کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کردیں ۔۔۔"

توقیر:۔ " اچھا تو تم اس مرتبہ ایک خطرناک تحریک بنکر میرے سامنے آئے ہو۔۔۔۔"

حمید:۔ " خطرناک نہیں ۔۔۔۔ نیک ۔۔۔"

توقیر:۔ " نیک کن معنوں میں ۔۔۔۔"

حمید:۔ " ذرا سوچو توقیر ۔۔۔۔۔ وہ دن کتنا یادگار دن ہوگا جب دہلی میں واقعی لال قلعہ کی حکومت ہوگی، پورے ملک میں خود ہمارا راج ہوگا اور ہم ہندوستانی جبر واستبداد سے نجات پاکر سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے ۔۔۔"

اچانک ایک شخص کی آواز فضا میں گونجی ۔۔۔۔ " نجات پاکر آزادی کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے یا ایک طویل مدت کے لئے غلامی کے شکنجہ میں جکڑے جا چکے ہوں گے بولو ۔۔۔۔ حمید اللہ ۔۔۔۔"

یہ آواز سن کر دونوں مصور چونک پڑے لیکن توقیر علی خاں نے پہچان لیا کہ یہ آواز کمال الدولہ کی تھی

کمال الدولہ نے حمید اللہ پر ایک تیز نظر ڈالی جس سے نہ معلوم کیوں وہ سہم کر رہ گیا اسکے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے وہ سخت پریشان دکھائی دینے لگا اور اس کے ہوش و حواس غائب ہو گئے،

کمال الدولہ:۔ میری اور تمہاری یہ دوسری ملاقات ہے۔ یاد ہے لکھنؤ کی وہ محل سرا ۔۔۔۔ جہاں ایک کمرے میں ایک بوڑھا حکیم جس کو زہر کھلا دیا گیا۔ موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھا اور میں ....؟

حمید اللہ :۔ (بات کاٹ کر) " میں آپ کو نہیں جانتا لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ چاہتے کیا ہیں ____؟"

کمال الدولہ :۔ صرف یہی کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور دہلی والوں کو آئندہ کبھی اپنی صورت نہ دکھاؤ ____ اور ہاں تمہارا چچا ____ اب زندہ ہے اور دوبارہ تمہارے لئے سونے کے سکے جمع کر رہا ہے ____"

حمید اللہ یہ سن کر غصہ میں دیوانہ ہو گیا اور تیزی سے لپک کر یہ چاہا کہ کمال الدولہ کے سینے میں خنجر پیوست کر دے کہ اچانک کمال الدولہ نے مسکرا کر اس کے قاتلانہ ارادوں کو بھانپا ____ اور حمید اللہ پر ایک گرم نگاہ ڈالی جس کے پڑتے ہی حمید اللہ جیسے رک گیا، اس کے پیر کانپنے لگے۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ تیر کی طرح تیزی سے بھاگ کر باغ کے باہر چلا گیا۔

کمال الدولہ نے اس کے جانے کے بعد وہ خنجر اٹھا کر توقیر علی خاں کو دیتے ہوئے کہا ____ "یہ خنجر اپنے پاس رکھو ____ ایک دن یہ تمہارے بہت کام آئے گا اور تم اس کی مدد سے ایک بہت بڑا کام سرانجام دو گے ____"

توقیر علی خاں :۔ (خنجر لیتے ہوئے) " لیکن آپ حمید اللہ کو کیسے جانتے ہیں؟"

کمال الدولہ :۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں لیکن یہ نہ پوچھنا کہ میں اسے کیوں ناپسند کرتا ہوں ____ البتہ تم کو یہ نصیحت ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ تم اس شخص سے ہوشیار رہنا، یہ بہت خطرناک ہے اور حد درجہ تباہ کن ____"

توقیر علی خاں :۔ " وجہ "

کمال الدولہ :۔ " غالباً میں تم سے منع کر چکا ہوں کہ تم مجھ سے میری بات کی وجہ نہ پوچھا کرو۔"

توقیر علی خاں:۔ "ایک سوال کروں"

کمال الدولہ:۔ "ضرور ——"

توقیر علی:۔ "جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ ایک سچے خدا پرست انسان ہیں لیکن لوگ آپکو جادوگر بھی کہتے ہیں —— میں پوچھتا ہوں کیا مذہب اور جادو میں کوئی تعلق ہے؟

کمال الدولہ:۔ جادو ایک بے معنی لفظ ہے۔ یونان اور ہندوستان کے لوگوں سے ملو تو وہاں بڑے بڑے محلوں، قلعوں اور مندروں کے کھنڈر ملیں گے ایسی عمارتوں کے کھنڈر جن پر انتہائے صنعت صرف کی گئی ہے، وہاں کے جہلاء سے پوچھو کہ یہ عمارتیں کس نے بنائی تھیں تو وہ جواب دیں گے کہ یہ عمارتیں جادوگروں نے بھوتوں اور جنوں کی مدد سے بنائی تھیں بھلا ایسی کوہ پیکر عمارتیں بنانا انسان کا کام ہے؟ قاعدہ یہ ہے کہ جو کام بظاہر انسان کی طاقت سے باہر ہوتا ہے اس کو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کی طاقت سے باہر ہوگا، اگر تم بھی یہ سمجھتے ہو کہ نامعلوم اشیاء کی تحقیقات اور ان پر غور و خوض جادوگری ہے تو میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں بھی جادوگر ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ تم یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم بھی مصوری میں درجۂ کمال حاصل کر لوگے تو تم بھی ایک قسم کے جادوگر بن جاؤ گے، شاعر ہو یا مصور، ادیب ہو یا بت تراش وہ ہمیشہ کسی چیز کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے بھٹکتا رہتا ہے اور اپنا ذہنی سکون درہم برہم کرتا رہتا ہے۔ تم مصور اور شاعر یہ چاہتے ہو کہ ماضی تمہارے قبضے میں آجائے اور مستقبل کی تصویر تمھارے عالم خیال میں کھنچ جائے۔ تم اپنے فن کی مدد سے یہ چاہتے ہو کہ غیر مرئی چیزیں تمہارے ہاتھ میں آجائیں لیکن تم نے کبھی غور کیا ہے کہ مصور بھی تو غیر مرئی چیزوں کو اپنے برش کی مدد سے اپنے قبضہ میں لینا چاہتا ہے —— پھر کیا وہ جادوگر ہوگیا ——؟

میں جانتا ہوں کہ تم ایک اچھے مصور ہو اس لئے تمھیں چاہیئے کہ تم اپنے فن کو اپنا غلام بنالو۔ اور ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک ہیئت داں جس کو آسماں کے ستاروں کی فہرست یاد ہے دنیا میں ایک ذرہ بھی نہیں بڑھا سکتا مگر مصور میں یہ قدرت ہے کہ وہ ایک ذرہ میں سے دنیا بھر کو نکال کر دنیا کے سامنے پیش کر دے، ایک طبیب اپنی دواؤں سے انسان کی بیماری کو رفع کر سکتا ہے لیکن ایک مصور اس آدمی کو اس کے مرنے کے بعد بھی ایسی زندگی عطا کر سکتا ہے جس کو صدیاں گذرنے کے بعد بھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اس لئے تم بھی اپنی توجہ مصوری کی جانب مبذول کر دو ——— اور اس طرح اپنی زندگی اور موت کے درمیانی راستہ کو طرح طرح کی تصویروں سے مزیّن کر کے اس کو لافانی کر دو ———"

توقیر علی خاں:۔ "کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ آدمی اپنی موت پر ہی قابو حاصل کر لے؟"

کمال الدولہ:۔ (ذرا تامل کر کے متفکر ہو کر) مان لو کہ انسان اپنی موت پر قابو حاصل کر لیتا ہے تو کیا تمھارے نزدیک اپنے محبوب اعزاء اقربا کے بعد زندہ رہنا بہترین فعل ہوگا؟ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری نظروں کے سامنے تمھارے اپنے ——— جن کو تم سے یا جن سے تم کو بے پایاں محبت تھی ایک ایک کر کے قبر کی آغوش میں سمار ہے ہیں اور تم زندہ رہ کر یہ تماشا دیکھ رہے ہو۔ میرے خیال میں تو لافانی ہونے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ آدمی اپنے پیچھے اپنا نیک نام چھوڑ جائے ——— اچھا بس اب بحث ختم کرو اور یہاں سے جاؤ

یہ کہہ کر کمال الدولہ نے توقیر کو رخصت کر دیا اور خود نہ معلوم کیا سوچتا ہوا آہستہ آہستہ شہر کی جانب چلا گیا۔

(۱۲)

قدسیہ باغ میں کمال الدولہ کی اس گفتگو نے توقیر علی خاں کو ایک بڑی حد تک مطمئن کر دیا۔ پریشانی کے دھندلکے میں یکایک ایک روشنی سی چمک اٹھی جس نے اس کے دل کی تاریکیوں کو روشن کر دیا —— اس کی نگاہوں کے سامنے ایک گھر کا نقشہ کھنچ گیا ایسے گھر کا نقشہ جس کو زمرد کے حسن نے جنت نشاں بنا رکھا ہے ——

ابھی وہ اس تصور میں مگن ہی تھا کہ یکایک اس کے دوست مراد کی آواز اس کے کان میں پڑی جس سے وہ اس طرح چونکا جیسے سوتے سوتے اچانک بیدار ہو جائے

مراد :- (ہنس کر) اگرچہ میں کمال الدولہ نہیں ہوں مگر تمہارے مسکراتے ہوئے ہونٹوں اور بھیگی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ اس وقت تم زمرد کے خیال میں مگن تھے یعنی اس پاگل مطرب کی لڑکی کے تصور میں ڈوبے ہوئے تھے۔

توقیر علی خاں :- مان لو کہ میں اس سے شادی کروں تو کیا تب بھی تم اسے انھیں ذلیل الفاظ سے یاد کرو گے

مراد :- نہیں اس وقت اس کے بجائے میں تمہارے لئے یہ کہوں گا کہ تم نے ایک لغو حرکت کی۔

توقیر :- یعنی اگر میں زمرد سے شادی کروں تو یہ ایک لغو حرکت ہو گی لیکن ذرا اتنا بتلا دو کہ یہ حسن، یہ سادگی، یہ پارسائی، یہ پاکیزگی ہمارے جانی پہچانی لڑکیوں میں زمرد کے علاوہ اور کس کے پاس ہے۔

مراد :- پھر بھی میں تمھیں زمرد سے شادی کرنے کا مشورہ ہرگز نہ دوں گا۔ یہ کیسے ممکن

ہے کہ ایک شریف زادہ ایک مطرب کی لڑکی سے شادی کرے جس کا کوئی حسب نسب نہیں اور جس کے پیچھے شرافت کی کوئی یادگار نہیں ــــــ میں سمجھتا ہوں اگر تم نے زمرد سے شادی کر لی تو شرفاء کی محفلوں میں تمہارا سر ہمیشہ کے لئے نیچا ہو جائے گا تمہاری آیندہ نسل ہمیشہ کے لئے بدنام اور مطعون ہو جائے گی اور تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھٹک کے رہ جاؤ گے۔

توقیر:۔ لیکن مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ــــــ میں شادی کے بعد اپنی مصوری کو درجۂ کمال تک پہنچا دوں گا، اور تب دنیا میری مصوری کی قدر کرنے پر مجبور ہو جائیگی اور مراد اس وقت دنیا بھول جائے گی کہ میں نے ایک موسیقار کی لڑکی سے شادی کی ہے اور یہی مطربہ میری آئندہ نسل کی ماں ہے۔

مراد:۔ خیر چھوڑو اس بحث کو ــــــ مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکا اور میں ہمیشہ یہ کہوں گا کہ زمرد سے شادی کر کے تم ایک شدید قسم کی حماقت کرو گے

توقیر:۔ چلو یہی سہی ــــــ آؤ آج میرے ساتھ کھانا کھالو

(۱۴)

شام کا وقت تھا، سورج ڈوب چکا تھا، شفق کی لڑی آسمان کی نیلی وسعتوں میں پھیل کر ایک عجیب سا منظر پیش کر رہی تھی، پرندے جھنڈ بنا کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے، فضاء میں ایک ہلکی ہلکی خاموشی طاری ہو چکی تھی، زمرد ــــــ بھی اس وقت اپنے مکان کی چھت پر کھڑی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی جس بے پروائی سے اس نے اس وقت کپڑے پہن رکھے تھے اس سے صاف ظاہر

ہوتا تھا کہ زمرد اپنے دل کے سامنے بالکل بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کے خشک بال ہوا میں منتشر ہو کر کبھی جھک جھک کر اس کے چہرے کو چومتے اور کبھی اس کی خوب صورت گردن میں لپٹ جاتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک طرح کی چمک اور شوخی پیدا ہو چکی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کی جوان اداؤں کے سامنے ساری دنیا رقص کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ وہ فضاء میں نہ معلوم کس کو تلاش کر رہی تھی اور فضا نہ معلوم کیوں اس کے سامنے اٹھکیلیاں کر رہی تھی، اچانک اس کی ملازمہ نے مہر سکوت توڑا۔

ملازمہ:۔ یقین جانو زمرد —— اس وقت دہلی میں توقیر علی خاں سے بہتر رشتہ تمہارے لئے بالکل ناممکن ہے۔ وہ حیدرآباد کا رئیس زادہ ہے، خوب صورت ہے، تندرست ہے اور جہاں تک میں نے سنا ہے تمہاری محبت کے گیت بھی گاتا رہتا ہے۔

زمرد:۔ اور کمال الدولہ ——؟

ملازمہ:۔ ارے بیٹا —— اس کا نام بھی نہ لینا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ ہمارا محسن ہے لیکن اس جادوگر اور توقیر علی خاں کا کیا مقابلہ —— سچ کہتی ہوں کمال الدولہ کا خیال کر کے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو روپیہ اس نے دیا تھا اس کو میں بار بار دیکھتی ہوں کہ کہیں وہ سب کوئلہ نہ بن گیا ہو

زمرد:۔ تو تمھیں اب بھی یقین ہے کہ جادوگر دنیا میں ہوتے ہیں۔

ملازمہ:۔ یہ تو مجھے خبر نہیں ہے لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ مٹیا محل میں جو نانبائی رہتا ہے اس کو تمام حکیموں نے جواب دے دیا تھا مگر کمال الدولہ نے صرف اسے دیکھ کر اچھا کر دیا۔ پھر ذرا اسکا تو خیال کرو کہ لوگ اس کی عمر چار ہزار سال کی بتلاتے ہیں۔ میرے خدا —— چار ہزار سال، میں تو جب سوچتی ہوں میرا بدن کانپنے لگتا ہے۔

زمرد:۔ تو کیا لوگ یہ کہتے ہیں کہ کمال الدولہ کی عمر چار ہزار سال ہے۔ نہیں نہیں میں ایسا نہیں مان سکتی

ملازمہ:۔ نہ مانو ـــــ لیکن میں تو یہی کہوں گی کہ کمال الدولہ جادوگر ہے وہ جس کی طرف نظر بھر کے دیکھ لیتا ہے وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے وہ جادوگر نہ ہوتا تو شاہزادہ والا قدر ہم کو سنانا کیوں چھوڑ دیتا یہ جادو نہیں تو اور کیا ہے

زمرد نے دل ہی دل میں سوچا کہ اگر کمال الدولہ واقعی جادوگر ہے تو پھر یہ جادو ہی کا اثر ہے کہ وہ دن رات کمال الدولہ کے خیال میں ہی غرق رہتی ہے اسی کی تصویر ہر وقت آنکھوں میں بسی رہتی ہے اور اس کے علاوہ کسی کا تصور اس کے دماغ میں نہیں آتا ـــــ زمرد کچھ ڈر سی گئی ـــــ کیا واقعی کمال الدولہ کی عمر چار ہزار سال ہے؟ کیا واقعی وہ جادوگر ہے؟ کیا واقعی وہ بھوتوں سے اپنا کام لیتا ہے ـــــ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ سب جھوٹ ہے، یہ سب بہتان ہے ـــــ میں یہ نہیں مان سکتی، میں اپنے دل کو دھوکا نہیں دے سکتی ـــــ میں اس غلط فہمی کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتی

زمرد ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی، ملازمہ گئی اور اسے واپس آکر اطلاع دی کہ توقیر علی خاں آئے ہیں، چنانچہ پردہ کرایا گیا اور توقیر علی خاں اندر آگئے۔

توقیر علی خاں:۔ (ملازمہ سے) زمرد بیگم سے کہو ـــــ آج میں ان سے کچھ باتیں خلوت میں کرنے آیا ہوں، ان کے مرحوم باپ عظمت زندہ ہوتے تو خلوت کرانے کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوتی،

زمرد:۔ لطیفن ـــــ تم ان سے کہہ دو کہ خلوت کی ضرورت نہیں آپ کو جو کچھ کہنا ہو کہیئے

ملازمہ کی موجودگی اس گفتگو میں مخل نہ ہو گی۔

توقیر علی خاں :۔ زمرد بیگم ـــــ آپ جانتی ہیں کہ میں حیدر آباد کا ایک جاگیردار ہوں وہاں جی نہ لگا تو دہلی چلا آیا، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دہلی کا ہو کر رہ جاؤں یہاں ایک گھر بنا لوں اور اپنے رشتۂ حیات کو آپ کے دامن سے باندھ کر سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کروں ـــــ میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ذاتی طور پر یہ بات آپ سے نہ کہنا چاہیئے تھی لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہ تھا۔

زمرد نے توقیر علی خاں کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔

توقیر علی خاں :۔ مجھے یقین ہے کہ شرم و حیا کی وجہ سے آپ میری بات کا جواب نہ دیں گی لیکن زمرد بیگم ـــــ میں مجبور ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں خدا کی قسم اگر میں آپ سے یہ بات نہ کہہ دیتا تو میرے دماغ کی رگیں پھٹ جاتیں، میرا دماغ ماؤف ہو جاتا، میں دیوانہ ہو جاتا ـــــ شاید آپ کو نہیں معلوم کہ کمال الدولہ نے جو آپ کے محسن اور میرے دوست ہیں مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ سے شادی کروں۔ اس لئے کہ یہ شادی ہم دونوں کے حق میں بہتر ہو گی۔

کمال الدولہ کا نام سن کر اور یہ سن کر کہ کمال الدولہ نے ہی اس شادی کی تجویز پیش کی ہے زمرد اندر ہی اندر تڑپ کر رہ گئی اس نے پھر بھی توقیر علی خاں کی بات کا جواب نہ دیا۔

اور توقیر علی خاں نے اپنی بات جاری رکھی۔

توقیر علی خاں :۔ شہر کے بعض اوباش رئیس آپ کی عزت کے درپے ہیں، آج آپ کا کوئی سرپرست موجود نہیں ہے۔ آپ چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی ہیں میں آپ سے شادی کر کے آپ کو اس خطرہ سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔ میں آپ سے اپنی زندگی کے سکون کی بھیک مانگنے آیا ہوں ـــــ میں آپ سے اپنے روشن مستقبل کی

بھیک مانگنے آیا ہوں ــــــ اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے نامراد نہ لوٹائیں گی

زمرد :۔ (ملازمہ سے مخاطب ہو کر) لطیفن ! ــــــ تم ان سے کہہ دو کہ میں خط کے ذریعہ آپ کی بات کا جواب بھیج دوں گی۔

توقیر علی خاں :۔ اور یہ خط مجھے تین دن کے اندر مل جائے گا۔

زمرد :۔ " بہتر ہے !"

توقیر علی خاں چلا گیا لیکن زمرد کے لئے ہزاروں قسم کی الجھنیں چھوڑ گیا۔ زمرد ہر گز ہرگز یہ نہیں چاہتی تھی کہ توقیر علی خاں سے شادی کرلے، لیکن کمال الدولہ ایک طرف اسے اور دوسری طرف توقیر کو اس شادی کے لئے مجبور کر رہا تھا وہ ایسا کیوں کر رہا ہے وہ زمرد کی آنکھوں سے محبت کی کہانی کیوں نہیں سنتا وہ ہر بیمار کا مرض اچھا کرتا جاتا ہے تو زمرد کی بیماری کا علاج کیوں نہیں کرتا، وہ اس پیاسی محبت کی تشنگی کیوں نہیں بجھاتا وہ ایسا کیوں کر رہا ہے وہ آگ لگا کر تماشہ کیوں دیکھ رہا ہے۔ وہ محبت کر کے دھوکا کیوں دے رہا ہے وہ دلاسا دے کر دور کیوں ہٹ رہا ہے، آخر وہ کیا چاہتا ہے اور اچانک زمرد نے سوچا اگر وہ جادوگر ہے تو یہ جادوگری تو نہیں؟ کہیں وہ جادو تو نہیں کر رہا ہے، لیکن اس جادو کا مقصد کیا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت کون سا جذبہ کار فرما ہے ــــــ؟ زمرد کی خاک سمجھ میں نہ آیا، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل کانپنے لگا، اس کے اعضاء مضمحل ہونے لگے ــــــ اور وہ چارپائی پر لیٹ گئی۔

(۱۴)

ایک دن صبح سارے شہر میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی کہ کمال الدولہ کو انگریز ریذیڈنٹ

کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا اور وہ مٹکاف[1] ہاؤس کے ایک کمرے میں نظر بند ہے، لوگوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور ہر جگہ یہی چرچا تھا کہ کمال الدولہ کو کیوں گرفتار کیا گیا، توقیر اور زمرد کو بھی اس گرفتاری کی خبر مل چکی تھی، دونوں اپنی اپنی جگہ پریشان تھے لیکن زمرد کی تو دنیا ہی جیسے ویران ہو گئی تھی، ایک نامعلوم خوف اس کے دل و دماغ میں سما گیا تھا، اس کے کانوں میں طرح طرح کی آوازیں آ رہی تھیں، طرح طرح کے وہم اسکے دل میں پناہ لیتے چلے جا رہے تھے اور یتیم زمرد حالات کے سامنے بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔

کمال الدولہ کو علی الصبح نماز سے قبل گرفتار کیا گیا تھا، مسٹر واٹر سپاہیوں کا ایک بھاری دستہ لے کر اس کے مکان آئے۔ انھوں نے پہلے تو مکان کا محاصرہ کیا اور اسکے بعد زبردستی مکان کے اندر گھسنا چاہا لیکن کمال الدولہ خود ہی مکان کے باہر نکل آئے جہاں ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور ایک بند گاڑی میں بٹھا کر ان کو مٹکاف ہاؤس پہنچا دیا گیا۔ دن کے گیارہ بجے ان کو انگریز ریزیڈنٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت کمال الدولہ کے چہرے پر کوئی پریشانی نہ تھی وہ بدستور مسکرا رہے تھے اور حالات نے ان کے خدوخال پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔

انگریز ریزیڈنٹ :۔ کیا آپ انگریزی جانتے ہیں

کمال الدولہ :۔ جی ہاں آپ مجھ سے انگریزی میں ہی گفتگو کر سکتے ہیں۔

ریزیڈنٹ :۔ آپ نے انگریزی کہاں پڑھی۔

کمال الدولہ :۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنا آپ کے لئے بالکل بے کار ہے۔

---

[1] مٹکاف ہاؤس کی عمارت اب بھی دہلی میں کشمیری دروازہ کے باہر موجود ہے۔

ریزیڈنٹ:۔ پھر بھی میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

کمال الدولہ:۔ یوں سمجھ لیجئے کہ برطانیہ سے آنے والی ہواؤں نے مجھے انگریزی پڑھا دی

ریزیڈنٹ:۔ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔

کمال الدولہ:۔ ہندوستان میرا وطن ہے۔

ریزیڈنٹ:۔ آپ کبھی ہندوستان سے باہر گئے

کمال الدولہ:۔ کبھی نہیں۔

ریزیڈنٹ:۔ پھر آپ دنیا کی ہر زبان کیسے بول لیتے ہیں۔

کمال الدولہ:۔ آپ ان باتوں کا جواب مجھ سے نہ پوچھئے۔

ریزیڈنٹ:۔ میں ضرور پوچھوں گا اور اگر آپ نے جواب نہ دیا تو مجھے زبردستی کرنا پڑے گی آپ ہمارے دشمن ہیں، ہم نے سنا ہے کہ چربی والے کارتوسوں کی تحریک میں آپ نمایاں حصہ لے رہے ہیں اور چپاتی والا فتنہ آپ ہی کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

کمال الدولہ:۔ یہ سب غلط ہے اور میں جانتا ہوں کہ کس کے ورغلانے پر آپ نے مجھ پر یہ الزامات عائد کئے ہیں۔

ریزیڈنٹ:۔ یہ ہماری اطلاعات ہیں۔

کمال الدولہ:۔ جو بالکل غلط اور گمراہ کن ہیں۔

ریزیڈنٹ:۔ وہ کیسے

کمال الدولہ:۔ آپ کا مخبر جس پر آپ بے حد بھروسہ رکھتے ہیں ایک خاص سبب کی بنیاد پر میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

ریزیڈنٹ:۔ کیا تم میرے مخبر سے واقف ہو۔

کمال الدولہ :- کون ہے جس سے میں واقف نہیں ، بہر حال میں آپ کو اپنی صفائی دیتا ہوں کہ اس انقلاب سے جو بہت جلد اس سرزمین پر ہونے والا ہے اس وقت میرا کوئی تعلق نہیں ہے ، میں خود اپنی دنیا میں مگن ہوں ، میرے سامنے خود بہت مسائل ہیں ، میں ملکی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیتا ، میرے لئے روحانی سیاست ہی بہت بڑا میدان ہے ۔

ریزیڈنٹ :- تم معموں میں باتیں کرتے ہو ۔

کمال الدولہ :- اگر معموں میں باتیں نہ کرتا تو اس وقت یہ بھی کہہ چکا ہوتا کہ لندن کی فلیٹ اسٹریٹ پر اخبار بیچنے والا معمولی لڑکا جو آج دہلی کا حاکم اعلیٰ سمجھا جاتا ہے ملکی سیاست میں شدید غلطیوں کا مرتکب ہو رہا ہے ۔

ریزیڈنٹ :- (ا چھلتے ہوئے) تو تم نجومی بھی ہو (کچھ سوچ کر) میں آپ کو رہا کرتا ہوں ، لیکن اتنا خیال رہے کہ وقت پڑنے پر آپ کو ہماری مدد کرنا ہوگی ——— جب آپ نجومی ہی ہیں تو میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا کہ آپ کے سامنے ہندوستان کا سارا نقشہ پیش کردوں اور پھر آپ سے سوال کروں

کمال الدولہ :- اس کی ضرورت نہیں ——— میں ہر وقت آپ کی مدد کے لئے حاضر رہونگا اچھا اب مجھے اجازت دیجئے ۔

ریزیڈنٹ نے کمال الدولہ کو انتہائی عزت کے ساتھ رخصت کردیا ۔ اصل میں وہ کمال الدولہ کو گرفتار ہی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ صرف اس پراسرار ہستی کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے دہلی میں دھوم مچا رکھی تھی ۔ جہاں تک کمال الدولہ کی سرگرمیوں کا تعلق تھا اس نے اسکے پیچھے اپنے آزمودہ جاسوس لگا رکھے تھے ۔ ان جاسوسوں کا خبرنامہ روز اسے مل جاتا چنانچہ ابتدا میں اسے جو خبریں ملی تھیں کہ شائد کمال الدولہ کسی غیر ملک کا جاسوس ہے ۔ اسکا کوئی

ثبوت بہم نہ ہوسکا اور بعد کی خبروں نے اس شبہ کی تردید کر دی۔ کمال الدولہ کے بارے میں سرکاری فائل میں اب یہ درج تھا کہ "کمال الدولہ ایک عامل ہے جو فن جادوگری میں کمال رکھتا ہے۔ اس کی زندگی راہبانہ ہے اور وہ آجکل ایک لڑکی کے حسن میں دیوانہ ہو چکا ہے ——" ریزیڈنٹ نے کمال الدولہ کو آج کی اس ملاقات میں اس لئے اور بھی کریدنا مناسب نہ سمجھا کہ کمال الدولہ نے خود ان کے واقعات کریدنا شروع کر دیے تھے، یہ واقعہ تھا کہ وہ پہلے فلیٹ اسٹریٹ میں اخبار بیچا کرتے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی کمال الدولہ نے اس کا انکشاف کیا وہ رک گئے اور انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ گفتگو کو یہیں ختم کر دیا جائے —— ریزیڈنٹ صاحب ابھی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک خبر آئی کہ مسٹر والٹر بے ہوشی کی حالت میں پرانی دہلی سے لائے گئے ہیں۔ ریزیڈنٹ مسٹر فریزر فوراً ان کے بنگلہ گئے جو بہت قریب تھا اور وہاں یہ دیکھا کہ مسٹر والٹر انتہائی گہری بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ فوراً انگریز ڈاکٹر بلایا گیا جس نے یہ بتایا کہ کسی اچانک خوف و دہشت نے ان کے دماغ کی تھیلیوں کو سُن کر دیا ہے —— مسٹر فریزر نے مزید تفتیش کی تو یہ معلوم ہوا کہ مسٹر والٹر چند جاسوسوں کے ہمراہ کمال الدولہ کے مکان کی نگرانی کر رہے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کمال الدولہ کی گرفتاری کے بعد ان کے مکان کون کون آتا ہے۔ صبح سے دن کے دس بجے تک ان کے یہاں کوئی نہ آیا —— چنانچہ ان کی طبیعت گھبرائی اور وہ کمال الدولہ کے مکان کے اندر گئے، جہاں سے چند منٹ کے بعد وہ چیختے ہوئے باہر آئے اور گر کر بے ہوش ہو گئے۔

مسٹر فریزر نے سوچا کہ کمال الدولہ کے مکان میں والٹر نے کیا دیکھا جو ان پر مسلسل

بے ہوشی طاری ہو گئی ـــــ بہر حال یہ وہ سوال تھا جس کا جواب اسی وقت مل سکتا تھا جب مسٹر والٹر کو ہوش آئے ـــــ تمام دن مسٹر والٹر بے ہوش رہے۔ ڈاکٹر ڈل اور شہر کے ممتاز حکیموں کی کوشش جاری رہی ـــــ آخر شام کے قریب مسٹر والٹر کو ہوش آیا اور وہ بھی صرف اتنا کہ انھوں نے آنکھیں کھول دیں لیکن زبان پر بدستور نالہ بڑا رہا یہ صورت حال اور بھی زیادہ خراب تھی، آخر خدا خدا کر کے انھوں نے اپنی زبان کو حرکت دی اور پہلا جملہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ "کمال الدولہ بھوت ہے ـــــ" مسٹر فریزر نے فوراً تخلیہ کر دیا اور والٹر سے باتیں کیں مسٹر والٹر نے بتایا کہ جس وقت وہ پہرہ سے اکتا کر کمال الدولہ کے مکان کے اندرونی حصہ میں گئے تو تینی ملازموں نے انھیں روکا، انھیں شبہ ہوا کہ ان ملازمین کا روکنا بلا سبب نہیں ہے چنانچہ وہ ان ملازمین کو دھکا دے کر اندر گھس گئے جہاں انھوں نے دیکھا ـــــ اف کمال الدولہ اندرونی صحن میں ٹہل رہے تھے ـــــ والٹر نے آگے بڑھ کر غور سے دیکھا تو ان کے منھ سے چیخ نکل گئی ـــــ جس شخص کو چند گھنٹے بیشتر گرفتار کیا جا چکا ہے جو اس وقت منٹگاف ہاؤس کے ایک کمرے میں بند ہے وہ ان کی نظروں کے سامنے موجود تھا ـــــ چنانچہ وہ چیختے ہوئے مکان سے باہر نکلے اور پھر انھیں کچھ بھی ہوش نہ رہا

مسٹر فریزر نے والٹر کو بعض مصلحتوں کی بناء پر سمجھایا کہ وہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہ کریں اور اس سلسلے میں بالکل خاموشی اختیار رکھیں

بہر حال ان دونوں انگریز افسروں کے لئے کمال الدولہ ایک مکمل اسرار بن چکا تھا ـــــ دونوں سوچتے رہے کمال الدولہ تو منٹگاف ہاؤس میں بند تھا وہ اپنے کمرے

میں کیسے پایا گیا ـــــ کہیں وہ بھوت تو نہیں، لیکن اس کے قبضہ میں ہمزاد تو نہیں

کافی غور و خوض کے بعد مسٹر فریزر نے یہ فیصلہ کیا کہ کمال الدولہ کو فی الحال نہ

چھیڑا جائے اور خاموشی کے ساتھ یہ دیکھا جائے کہ کمال الدولہ آنے والے دنوں میں

کیا کردار ادا کرتا ہے

مسٹر والٹر رات کو اپنے کمرے میں تنہا نہیں سوئے۔ انھوں نے اپنے کمرے کے

چاروں طرف مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ تعینات کر دیا، ساری رات وہ جاگتے رہے ـــ

کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا ـــ لیکن جب صبح ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ دروازے

کے پاس ایک بند لفافہ پڑا ہوا ہے انھوں نے لپک کر اس لفافہ کو اٹھایا تو اس میں ایک

مختصر سا خط تحریر تھا

مسٹر والٹر

آپ سے صرف اتنا کہنا ہے کہ آپ کل کے واقعہ کو بالکل راز میں رکھیں۔

ـــــ کمال الدولہ

بعد میں معلوم ہوا کہ ایسا ہی خط مسٹر فریزر کے کمرے میں بھی پایا گیا ـــــ چنانچہ

دونوں انگریز اعلیٰ افسروں نے خوف کی وجہ سے اس مسئلہ پر بالکل خاموشی اختیار کر لی لیکن

جس طرح صاف وشفاف پانی کی تہہ میں گندگی کا ڈھیر موجود ہوتا ہے اسی طرح یہ دونوں

انگریز بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الجھن میں گرفتار ہو گئے، ان کی راتوں کی نیند ختم ہو گئی۔ انکا

سکون غارت ہو گیا، ان کے معمولات میں فرق آ گیا، ان کو سوتے جاگتے ہر وقت کمال الدولہ

سامنے کھڑا نظر آتا ـــــ اور وہ اکثر سوتے سوتے چیخ پڑتے۔

(۱۵)

موسیقار عظمت کے مرنے کے بعد زمرد دنیا میں تنہا رہ گئی تھی، اس کے تمام عزیز بھوتوں کو نغمے سنانے والے مطرب سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر چکے تھے چنانچہ عظمت کے بعد بھی کسی نے زمرد کو نہ پوچھا البتہ اس کے ایک عزیز نے اس کو ڈھارس دی اور وقتاً فوقتاً اس کی خیریت کو آتا رہا۔ زمرد بھی اپنے اس عزیز جس کا نام حشمت علی تھا کے مکان اکثر آتی جاتی رہی چنانچہ جس رات کو شہزادہ والا قدر نے اس کو زبردستی بھگا لے جانے کی کوشش کی تھی وہ حشمت علی کے مکان ہی سے واپس آ رہی تھی۔

حشمت علی کا ایک ہی لڑکا تھا اور یہ لڑکا جس کی عمر صرف بارہ سال تھی چند روز سے بہت سخت علیل تھا، اچانک اس کی حالت نازک ہو گئی، تمام عزیزوں کو خبر کی گئی لیکن کسی نے پرواہ نہ کی صرف زمرد ڈولی کر کے اس کے مکان پہنچی جس وقت زمرد مکان میں داخل ہوئی مکان میں بالکل قبرستان کا سا ماحول طاری تھا، ہر شخص خاموش تھا۔ ہر آنکھ اداس تھی، ہر چہرہ غمناک تھا، حکیموں نے بیمار کو جواب دے دیا تھا اور حشمت اپنے بیمار لڑکے کے سرہانے بُت بنا بیٹھا اس کو موت کے حوالے ہوتے دیکھ رہا تھا —— بس باد مخالف کا ایک جھونکا آنے کی دیر تھی کہ یہ کھلتا ہوا پھول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرجھا کے رہ جاتا۔

اسی اثناء میں دفعتاً اس کی بیوی نے کہا "عظیم کے ابا —— حکیموں نے جواب دے دیا تو دے دینے دو —— میں اپنے چاند کے ٹکڑے کو گہن نہیں لگنے دوں گی۔ ہماری عمر بھر کی کمائی ہم سے چھنی جا رہی ہے اور تم تماشہ دیکھ رہے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ

اس شہر میں کہیں باہر سے ایک شخص آیا ہوا ہے جو غریبوں سے بہت ہمدردی رکھتا ہے کہتے ہیں کہ اس نے بہت سے ایسے بیماروں کو اچھا کر دیا ہے جن کو حکیموں نے جواب دے دیا تھا ——— تم بھی اس کے پاس جاؤ اور خدا کے لئے اس کو یہاں لے آؤ۔ شاید وہ میرے بچے کے حق میں مسیحا ہو جائے ———"

حشمت :۔ "ہاں میں جانتا ہوں اس کا نام کمال الدولہ ہے دیکھو وہاں بھی جاتا ہوں شاید خدا ہماری سن لے ———"

حشمت تو یہ کہہ کر چلا گیا اور زمرد کو یہاں دھڑکن شروع ہو گئی اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس وقت کمال الدولہ سے ملاقات ہو گی، زمرد کا دماغ چند لمحات کے لئے بالکل ماؤف ہو کر رہ گیا، خدا جانے اس کی یہ حالت کب تک جاری رہتی کہ عظیم کے کراہنے کی آواز نے اس کی توجہ اس جانب مبذول کر دی، بیمار کو ایک شدید دورہ پڑا، زمرد نے لپک کر بیمار کا سر اپنی گود میں لے لیا، ماں مچھلی کی طرح تڑپنے لگی، بیمار کی رنگت میں فرق آگیا ——— کرب میں زیادتی ہو گئی اور سب یہ سمجھنے لگے کہ اب یہ چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھنے والا ہے

زمرد اس مرتے ہوئے بچے کو گود میں لئے بیٹھی اس کی ہر لمحہ اکھڑتی ہوئی سانس کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک حشمت علی دیوانہ وار مکان میں داخل ہوا اور اس نے کہا کہ پردہ کر دو کمال الدولہ آ رہے ہیں ——— "سب ہٹ گئے لیکن زمرد نہ ہٹی ——— اب جو اس نے نظر اٹھا کے دیکھا تو کمال الدولہ سامنے کھڑے تھے، کمال الدولہ نے پہلے تو ایک مرتبہ مسکرا کر زمرد کی طرف دیکھا اور اس کے بعد بچے کو اس کی گود سے اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا، کمال الدولہ نے حشمت علی سے کہا "آپ گھبرائیے نہیں مریض کی حالت ابھی

اتنی خراب نہیں ہوئی ہے کہ حکمت کی دسترس سے باہر ہو جائے۔" یہ کہہ کر اسنے جیب سے ایک شیشی نکالی جس میں کچھ دوا تھی اور اس کے چند قطرے پانی میں ملا کر بیمار کے منہ میں ٹپکا دئے، جیسے ہی دوا حلق کے نیچے پہنچی بچے کی حالت یکایک بدل گئی، ہونٹوں اور گالوں کی رنگت تبدیل ہو گئی اور چند ہی لمحوں بعد وہ تندرستوں کی طرح سانس لینے لگا۔

بچے کی یہ حالت دیکھ کر حشمت کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکلنے لگے وہ کمال الدولہ سے شکریہ کے کچھ الفاظ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کمال الدولہ نے اس سے کہا ——

"اگر مناسب سمجھو تو اپنے بچے کو ایک گھنٹہ کے لئے میرے پاس تنہا چھوڑ دو اور تم سب لوگ دوسرے کمرے میں چلے جاؤ ——"

حشمت، زمرّد، اور چند دوسرے لوگ جب وہاں سے جانے لگے تو کمال الدولہ نے کہا —— "زمرّد کو رہنے دو —— یہ بچے کی تیمارداری کرتی رہیں گی ——"

کمال الدولہ کے منہ سے یہ جملے سن کر حشمت کی حیرت کی انتہا نہ رہی، اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ کمال الدولہ اور زمرّد نہ صرف ایک دوسرے سے واقف بلکہ ایک دوسرے سے اتنے قریب بھی ہیں

حشمت کے چلے جانے کے بعد کمال الدولہ نے زمرّد سے کہا —— "کیا تم اب بھی یہ سمجھتی ہو کہ یہ سب جادو کا کھیل ہے اور میں کوئی جادوگر ہوں ——"

زمرّد:۔ (شرما کر) آپ مجھے شرمندہ نہ کیجئے اور میرا قصور معاف کر دیجئے۔ میں واقعی آپکو جادوگر سمجھنے لگی تھی لیکن آپ جادوگر نہیں مسیحا ہیں۔

کمال الدولہ:۔ (بچے کے منہ میں دوبارہ دوا ٹپکاتے ہوئے) نہیں نہیں اس میں

تمہارا کوئی قصور نہ تھا، یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی فعل کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتا تو اس کو جادوگری سے تعبیر کر دیتا ہے

زمرّد:- اور میں یہ غلطی اب کبھی نہ کروں گی ــــــ میرے محسن۔ میں آپ کے بارے میں شدید غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کی وہ مسیحائی دیکھ لی جس کو دنیا جادوگری سے تعبیر کرتی ہے، خدا کی قسم آج آپ کی عزت میری نظروں میں دوبالا ہو گئی ــــــ آج آپ نے میرے عزیز کی جان نہیں بچائی مجھے اور میری روح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا لیا

کمال الدولہ:- نہیں زمرّد ایسا نہ کہو، بلکہ میں نے توقیر کے بارے میں تم سے جو کچھ کہا ہے اسی کو تم پتھر کی لکیر سمجھو اور میری اسی نصیحت پر عمل کرو تاکہ تمہاری آیندہ زندگی آرام سے کٹ سکے۔

زمرّد:- (کچھ سوچکر) آپ کی نصیحت پر میں دل و جان سے عمل کروں گی، آپ مجھے جیسا چاہیں بنا دیں، آپ کی عدم موجودگی میں میں خود کو اس معصوم بچے کی طرح محسوس کرتی ہوں جو اپنے سائے سے بھی بھڑکتا ہو اور آپ کی موجودگی میں مجھے تمام دنیا میں ایک روح پرور اور جاں فزا روشنی پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے، خدا کے لئے مجھے اپنی موجودگی سے محروم نہ کیجئے، میں ناتجربہ کار ہوں اور ابا مرحوم کے بعد آپ کے سوا میرا کوئی سرپرست نہیں ہے۔

کمال الدولہ:- (ٹھنڈی سانس لے کر) بچہ اب اچھا ہو گیا ہے اور میں جا رہا ہوں لیکن میں تم سے پھر ملوں گا ــــــ (دل ہی دل میں) زمرّد کاش تم سمجھ سکتیں کہ تم نے دنیا کے کتنے اہم ستون کو اس کی جگہ سے متزلزل کر دیا ہے

زمرد :- لیکن آپ نے میری بات کا تو کوئی جواب نہیں دیا۔

کمال الدولہ :- تمھاری بات کا جواب صرف یہ ہے کہ تم اپنی قسمت کو توقیر علی خاں سے وابستہ کردو ــــــ "

کمال الدولہ کا یہ جملہ سن کر زمرد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن اس نے بہت جبر کر کے ان آنسوؤں کو روکا اور جیسے کوئی آندھی آتے آتے رک جائے۔ اس نے بہت دھیمی دھیمی آواز میں کہا ــــــ " اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں اس کو ماننے کے لیے تیار ہوں ــــــ "

کمال الدولہ تھوڑی دیر تک تو چپ چاپ کھڑے رہے زمرد یہ سمجھتی تھی کہ اس نے اپنے جذبات کو کمال الدولہ پر نہیں ظاہر ہونے دیا ــــــ لیکن کمال الدولہ کی آنکھوں سے کونسی بات چھپی رہ سکتی تھی ــــــ انھوں نے زمرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالدیں اور بالکل بے اختیارانہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے ــــــ یہ پہلا موقعہ تھا کہ کمال الدولہ نے اپنی سرد مہری چھوڑی تھی، تھوڑی دیر تک یہ کیفیت جاری رہی اور اس کے بعد انھوں نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا " زمرد تم خطرہ میں گھر چکی ہو اور وہ وقت قریب آ رہا ہے جب تم زندگی کے ایک خطرناک موڑ پر پہنچ جاؤ گی ــــــ آج سے تیسرے روز تمھاری قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا ــــــ میں اس روز تمھارے مکان پر تم سے پھر ملوں گا ــــــ اور اس وقت تک کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہوں ــــــ "

کمال الدولہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلا، حشمت علی سے اجازت طلب کی اور گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہاں یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جیسے ہی کمال الدولہ باہر گیا ــــ

بچے نے آنکھیں کھول دیں ـــــ اور اس گھر میں جہاں دو گھنٹے قبل موت کا رقص ہو رہا تھا زندگی کے قہقہے گونجنے لگے ہر طرف خوشیاں بکھر گئیں اور ہر آنکھ میں ستارے جگمگانے لگے ـــــ لیکن زمرد ـــــ کاش کوئی اس کے دل سے پوچھتا کہ اس پر کیا بیت رہی تھی

(۱۶)

توقیر علی خاں زمرد کے مکان سے رخصت ہو کے جب اپنی قیام گاہ پہنچا تو اسکی عجیب حالت ہو رہی تھی، گذرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے اسے یاد آ رہے تھے کبھی وہ زمرد کے بارے میں سوچتا اور کبھی کمال الدولہ کے بارے میں ـــــ وہ ایک مصور تو تھا ہی ـــــ آخر اپنی الجھن دور کرنے کے لئے اس نے برش اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک تصویر بنانے لگا، شوق اور جذبات نے مل جل کر اسکے دماغ میں ایک حسین تصور پیدا کر دیا، فضول خیالات اس کے دل سے نکل گئے اور اس نے قلم کاری شروع کر دی۔ کمال الدولہ نے بالکل سچ کہا تھا تھوڑی ہی دیر کے بعد دنیا اس کے سامنے بالکل ہیچ ہو گئی اور وہ اپنی تصویر میں بالکل کھو کے رہ گیا۔ اب اس کے چشم تصور کے سامنے صرف زمرد تھی

توقیر علی خاں کچھ اس طرح مصوری میں گوشہ نشین ہوا کہ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ تک نہ کھولا ـــــ گھنٹوں گذر گئے، سورج نکلا اور ڈوب گیا، چاند نکلا اور تاروں سے آنکھ مچولی کرتا ہوا آسمان کی وسعتوں میں روپوش ہو گیا ـــــ اس نے تصویر کو غور سے دیکھا اور دیکھتا ہی رہا ـــــ حتیٰ کہ اس کے دوست مراد نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، توقیر نے اس کو کمرے کے اندر بلا لیا جہاں پہنچتے ہی مراد نے کہا

"تو اب زمرد کی تصویر بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی گئی ہے ——"

توقیر:۔ "ہاں مراد —— قسم خدا کی اگر یہ دیوی ہے تو میں اس کا پجاری ہوں"

مراد:۔ بھوتوں کو موت کا نغمہ سنانے والے مطرب کی لڑکی کو تم دیوی کہو —— میں تو اس کو آوارہ زنڈی ہی کہوں گا ——"

توقیر:۔ بس مراد بس —— آیندہ سے زمرد کے متعلق ایسے بیہودہ الفاظ زبان سے نکالے تو میرے تمہارے تعلقات ختم ہو جائیں گے

مراد توقیر کا دوست تھا اور وہ بھی ایک مخلص دوست، اس نے توقیر کی بات کا قطعی بُرا نہ مانا بلکہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حمید اللہ کرے میں یہ کہتا ہوا داخل ہوا —— "خوب —— خوب۔ واہ توقیر خوب تصویر بنائی ہے —— قوت و حیات کی قسم میں نے ایسی تصویر ایک عرصہ سے نہیں دیکھی"

توقیر کو حمید اللہ کی آمد سخت ناگوار ہوئی۔ اسے اس شخص کے بارے میں کمال الدولہ کی نصیحت اچھی طرح یاد تھی، اس لئے اس نے اس وقت بھی اس کو بہت نفرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا —— "تصویر کی تعریف رہنے دیجئے اور یہ بتائیے کہ اس وقت آپ کے آنے کی وجہ کیا ہے"

حمید اللہ:۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کمال الدولہ کو سمجھا دو کہ وہ میرے راستے سے ہٹ جائے

توقیر:۔ کیا اس وقت کمال الدولہ سے نفرت کی کوئی نئی وجہ پیدا ہو گئی ہے۔

حمید اللہ:۔ ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اس لڑکی کو اپنے فریب میں مبتلا کر رہا ہے۔ جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

توقیر:۔ کون لڑکی ——؟

حمید اللہ:۔ عظمت نام کے ایک مطرب کی لڑکی زمرد —— جس سے شادی کر کے میں ایک بہت بڑا سیاسی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں

حمید اللہ کا جملہ سن کر توقیر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، لیکن اس نے کمال صبر و ضبط کے ساتھ کہا —— "کیا تمہاری عظمت سے واقفیت تھی، کیا تم زمرد سے مل کر اپنی شادی کی درخواست کر چکے ہو ——"

حمید اللہ:۔ نہیں میں ابتک اس سے نہیں ملا ہوں اور نہ میں نے اسے دیکھا ہے

توقیر:۔ تو اس سے ملنے کی کوشش بھی نہ کرنا اس لئے کہ میں اس سے شادی کی درخواست ایک عرصہ ہوا کر چکا ہوں۔

حمید اللہ:۔ تو یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کی درخواست نامنظور ہو جائے گی —— گو اس میں شک نہیں کہ آپ بے حد خوب صورت ہیں اور میں بے حد بدصورت مگر آپکے خیالات اور ارادے پریشان ہیں اور میرے مستحکم —— آپ مصنوعی محبت کا اظہار کریں گے اور میں صاف الفاظ میں کہوں گا —— "اے گیتوں کی ملکہ —— اے زندہ غزل —— مجھ سے شادی کر لے اس لئے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں ——"

توقیر:۔ بس۔ بس بکواس بند کرو —— اور میرے مکان سے نکل جاؤ۔

حمید اللہ بزدل تو تھا ہی حالات سے گریز کر کے فوراً مکان سے نکل گیا۔ جس کے تھوڑی دیر بعد مراد نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ وہ بھی چلا جائے چنانچہ توقیر سے اجازت لے کر وہ بھی چلا گیا۔

حمید اللہ کے جانے کے بعد توقیر ایک نئی الجھن کا شکار ہو گیا، اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ زمرد کے حسن کا چرچہ اس طرح بازاروں میں ہونے لگے گا اور لوگ اسطرح

زمرد کے پیچھے دیوانے ہو جائیں گے ـــــ اس نے اس مسئلہ کا حل نکالنا چاہا اور کافی غور و خوض کے بعد ایک حل نکال بھی لیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ـــــ آنے والے واقعات توقیر کے دل کی بات سمجھ کر قہقہے لگانے لگے ـــــ توقیر ابھی کچھ سوچ ہی میں تھا کہ پیروں کی آہٹ سنائی دی اب جو اس نے نظریں اٹھائیں تو کمال الدولہ سامنے کھڑے تھے

کمال الدولہ:۔ تو آج سے تم نے اپنے دماغ کو کسی خیال پر مربوط کرنے کی عادت ڈال لی

توقیر:۔ بے شک ورنہ یہ تصویر کیسے بنتی ـــــ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں جتنی دیر تک تصویر میں غرق رہا ایک ناقابل بیان سکون میری روح کو کسی دوسری دنیا کی لامحدود وسعتوں میں جھولا جھلاتا رہا ـــــ لیکن جیسے ہی تصویر مکمل ہوئی پھر اسی غم بھری دنیا میں واپس چلا آیا۔

کمال الدولہ:۔ تو کیا تم کو اس حسین دنیا میں لوٹ آنے سے افسوس ہوا ـــــ

نہیں توقیر ـــــ تم اس دنیا کو نہیں جانتے تم اگر اس کے اسرار سے واقف ہوتے تو تمہیں اس سے نفرت نہ ہونے لگتی، زندگی کی پیچیدگیوں میں خود کو الجھا دو اور ایک باکمال مصور کی طرح اس دنیا میں پھیلی ہوئی قدرت کی بنائی ہوئی کروڑوں تصویروں کے دلوں میں اتر جاؤ، اور اس نکتے کو بھی زیر نگاہ رکھو جو کوراہ گیر اپنے پیروں تلے روند کر خاک کر دیا کرتے ہیں ـــــ یاد رکھو جس طرح کوئی شکاری پرندہ اپنے شکار کی بو سونگھ کر جنگل، پہاڑ، ویرانہ طے کر کے اپنے شکار کو جس طرح جھپٹ کر پکڑ کر اپنے گھونسلہ میں لے آتا ہے اسی طرح ایک صاحب کمال خواہ جنگل میں ہو یا ویرانہ، خواہ

آبادی ہو یا بنجر زمین کا وسیع میدان ـــــ اپنی ہمت، محنت اور قوت کو صرف کر کے اپنے کمال کا جوہر تلاش کر لاتے ہیں ـــــ تم بھی دنیا کو دیکھو اور ہر طرف نظر ڈالو۔ یہ تمام دنیا فنون کی تماشہ گاہ ہے اور اس میں علم کی ایسی کانیں دفن ہیں جو اگر قیامت تک کھودی جائیں تب بھی ان کا خزانہ ختم نہ ہو

توقیر:۔ بخدا آپ کی ان باتوں سے مجھے بے حد تسکین ہو رہی ہے لیکن خدا کیلئے کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں گے۔

کمال الدولہ:۔ پوچھو

توقیر:۔ آپ نے میرے متعلق کئی پیشین گوئیاں کی ہیں اور میرے مستقبل کو بہت شاندار بتایا ہے بشرطیکہ میں زمرد سے شادی کر لوں ـــــ آپ مجھے صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ نے یہ باتیں اپنے تجربہ سے کہی ہیں یا اُن غیر معمولی قوتوں کے ذریعہ جن کی وجہ سے آدمی پیشین گوئی کر سکتا ہے

کمال الدولہ:۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو شخص ایک جھلتی ہوئی نگاہ ڈال کر واقعات کے نتائج معلوم کر سکتا ہے وہی شخص اس کی اہلیت کا بھی مالک ہو سکتا ہے کہ غور و خوض کے بعد کسی انجام یا کسی آنے والے واقعہ سے بھی باخبر ہو جائے

توقیر:۔ میں سمجھتا ہوں کہ یا تو آپ ارادتاً میرے سوال کو ٹال رہے ہیں اور یا پھر مجھے سمجھانے سے قاصر ہیں۔

کمال الدولہ:۔ نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو جواب اس طرح دوں کہ تم بہ آسانی سمجھ سکو، شائد تمھیں نہیں معلوم کہ آج میرے آنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ میں آج تم کو کچھ باتیں سمجھا کر تمھاری موجودہ الجھنوں کو دور کر دوں ـــــ اس لئے سنو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں

یاد رکھو کہ جو چیز اعلیٰ ہے اور تصور کی انتہائی بلندیوں پر نظر آتی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے سچائی نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ اگر ایک سپاہی چاہے تو واقعات کو سامنے رکھ کر جنگ کا نتیجہ تبلا سکتا ہے بلکہ یہاں تک کہہ سکتا ہے کہ فلاں وقت ہم خندق کے پار ہوں گے اور فلاں وقت قلعہ فتح کرلیں گے بشرطیکہ جو مصالحہ اسکے سامنے ہو اس سے کام لے یہ نہیں کہ عقلی گھوڑے دوڑاتا رہے۔ اسی طرح اگر ایک انسان اپنی ان قوتوں اور صلاحیتوں سے کام لے جو قدرت نے اسے عطا فرمائی ہیں تو وہ تبلا سکتا ہے کہ وہ کن امور میں ناکام ہوگا اور کن میں کامیاب ہوگا، لیکن مشکل یہ ہے کہ سچائی کے اس جذبہ کو جسے میں دوسرے لفظوں میں تلاش حقانیت کہوں گا۔ اس دنیا میں بہت سی چیزوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ خود بینی، نام و نمود کی نمائش، جذبات کی کمزوری، فانی چیزوں کا خوف، جہالت اور غیر مستقل مزاجی یہ سب چیزیں مل کر اسکو دھندلا کر دیتی ہیں، تمھارے دل میں بھی جذبات کے تلاطم نے تلاش کا جوش پیدا کر دیا ہے، تم بھی سکون کے متلاشی نظر آتے ہو، لیکن یہ خوب سمجھ لو کہ یہ سچائی، یہ اسرار یہ حقانیت اس دل کی آنکھ سے نظر نہیں آسکتی جو اس کے دیکھنے کے لئے پہلے سے تیار نہ کیا گیا ہو۔

توقیر:- اچھا پھر ——— ؟

کمال الدولہ:- پھر یہ کہ مجھے تمہارے اندر ایسی قوتیں اور صلاحیتیں پوشیدہ معلوم ہوتی ہیں جن کی وجہ سے تم بھی ایسی طاقتیں حاصل کر سکتے ہو کہ تمھارا شمار بھی تاریخ عالم کے ان "جادوگروں" میں ہو جائے جو اپنے بعد اپنا اثر مدتوں تک کے لئے چھوڑ جاتے ہیں ——— لیکن ان قوتوں کو کام میں لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم قطعی طور پر

اپنے مقصد پر متوجہ ہو جاؤ، اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے دنیاوی افکار سے پاک کر کے اپنی تمام تر توجہ ایک خاص مسلک پر مبذول کر دو اپنی موجودہ غیر مستقل مزاجی کو بتدریج ختم کرنے کی کوشش کرو ـــــ توقیر۔ تمھیں نہیں معلوم کہ زمرد کی روح کتنی پاک و صاف ہے اور اس کی قربت تمہاری روح کو کس درجہ کمال تک پہنچا سکتی ہے۔ تمہاری روح کو ایک رہبر کی تلاش ہے ایک ایسے رہبر کی جو اس کو سکون بخش دے اور میں سچ کہتا ہوں کہ وہ روح زمرد کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔

توقیر:۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ کیا مجھے اس کا بھی یقین کر لینا چاہئے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے

کمال الدولہ:۔ نہیں ـــــ میں تمھیں دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ میں تم سے صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ وہ تمھیں نہیں چاہتی وہ تم سے قطعی محبت نہیں کرتی بلکہ اس کا دل مجھ پر مائل ہے ـــــ لیکن توقیر اگر میں اس کی محبت کو جو وہ مجھ سے کرتی ہے۔ تمھاری جانب تبدیل کرا دوں، اور تم میں بھی اس کو وہ خوبیں دکھلا دوں جس کے وہ خواب دیکھا کرتی ہے ـــــ تو ـــــ !!!

توقیر:۔ لیکن کیا ایسا کرنا انسانی طاقت میں ممکن ہے ـــــ ؟

کمال الدولہ:۔ بالکل ممکن ہے بلکہ میں یہ طاقتیں تم میں پیدا کئے دیتا ہوں بشرطیکہ تم سچے ہو، تمھاری نیت پاک ہو، تمھیں اپنی نیکیوں پر بھروسہ ہو، خود پر اطمینان ہو اور زمرد سے سچی محبت ہو ـــــ اس زمرد سے جو سچائی اور پاکیزگی کی ایک زندہ دیوی ہے اور جو دنیائے محبت کا سب سے بیش قیمت خزانہ ہے

توقیر:۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر زمرد آپ سے محبت کرتی ہے تو آپ یہ کیسے برداشت

کریں گے کہ اپنے قبضہ سے ایک ایسا بیش بہا خزانہ نکال کر بلا وجہ کسی دوسرے کے حوالے کر دیں۔

کمال الدولہ:۔ (غصّہ سے) افسوس! انسان بھی کتنا چھچھورا اور چھوٹی طبیعت کا ہوجاتا ہے ـــــ تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ محبت ـــــ محبوب کی خاطر بڑی سے بڑی چیز کی قربانی کرا دیتی ہے حتیٰ کہ محبت کی بھی ـــــ میری طرف دیکھو اور غور سے سنو (یہ کہتے کہتے کمال الدولہ کا رنگ زرد ہو گیا) میں تم کو اس شادی کے لئے اس واسطے مجبور کر رہا ہوں کہ مجھے زمرّد سے محبت ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ اگر اس کی قسمت کا دامن میرے دامن سے بندھا تو اس کی زندگی دوزخ ہو جائے گی برخلاف اس کے تمہارے ساتھ اسے زندگی کا ہر سکھ ملے گا۔ اب تم اس کی وجہ نہ پوچھنا ـــــ کیوں کہ میں اس کی وجہ کسی قیمت پر نہیں بتاؤں گا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہارے آخری جواب کے لئے دس دن کی مہلت دی تھی۔ اب اس دس دن میں صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں یاد رکھنا آج سے تیسری رات کے بعد تمہارے سامنے کوئی راستہ باقی نہ رہے گا

توقیر:۔ لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو اس قدر جلدی کیوں ہے۔ (شک کے لہجے میں) آپ مجھ پر وقت کی پابندی کیوں لگا رہے ہیں

کمال الدولہ:۔ حالات بہت تیزی سے کروٹ لے رہے ہیں، شائد تمھیں نہیں معلوم کہ شہزادہ والاقدر کی مشین دوبارہ حرکت میں آچکی ہے یہ آوارہ اور سفاک شہزادہ اپنی نفسانی خواہش بجھانے کے لئے انتہائی ذلیل حرکتوں پر اتر آیا ہے، اس کے چچا شہزادہ توصیف جاہ نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے زمرّد کے ساتھ کوئی ذلیل حرکت کرکے لال قلعہ کی عظمت کو بدنام کرنا چاہا تو وہ اس کو اس دولت سے محروم کر دے گا جو وہ اسکے

نام اپنی لا اولادی کی وجہ سے کرنے والا ہے ـــــ چنانچہ یہی سبب تھا کہ شہزادہ اب تک خاموش تھا لیکن اس وقت جب کہ ہم تم دونوں یہاں باتیں کر رہے ہیں یہ سبب ختم ہو چکا ہوگا آج دوپہر ڈھلنے سے قبل شہزادہ توصیف جاہ کا خاتمہ ہو جائے گا اور تمھیں حیرت ہوگی کہ اس وقت تمھارا عزیز دوست حمید اللہ بھی شاہزادہ والا قدر کے پاس بیٹھا ہوا ایک نئی سازش کا جال بچھا رہا ہوگا۔

توقیر:۔ (حمید اللہ کا نام سن کر چونک گیا) حمید اللہ وہاں کیا کر رہا ہوگا

کمال الدولہ:۔ یہ پوچھ رہا ہوگا کہ زمرّد کی عزت لوٹنے کے بعد جب شہزادہ والا قدر زمرّد کی شادی حمید اللہ سے کرے گا تو زمرّد کے آنچل میں جہیز بطور کتنی رقم بندھی ہوگی

توقیر:۔ ہوں ـــــ تو معاملات یہاں تک پہنچ چکے ہیں

کمال الدولہ:۔ ہاں اور اسی لئے میں آج کے تین دن کے بعد تم سے آخری جواب لے لینا چاہتا ہوں اور میں تم سے یہ جواب لے بھی لوں گا

توقیر:۔ اور مان لیجئے کہ میں آپ کو نہ ملوں، یا میری آپ کی ملاقات ہی نہ ہو سکے۔

کمال الدولہ:۔ میں جانتا ہوں کہ آج کے تیسرے روز رات کو تم کہاں ہو گے، تم مجھ سے چھپ کر نہیں جا سکتے، میں تم سے وہاں بھی مل لوں گا جہاں تم ملاقات کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

توقیر:۔ خدا کی قسم! آپ کی باتیں سمجھنے سے میرا دماغ قاصر ہے۔ آپ عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں، پہیلیاں بجھواتے ہیں، معموں میں باتیں کرتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کر کے آپ کے پیچھے روانہ ہو جاؤں، آپ کو میرے بُرے بھلے سے اتنی غرض کیوں؟ آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں بلا سوچے سمجھے محض آپ کے کہنے سے اپنی کتابِ زندگی

کا سب سے اہم ورق اُلٹ دوں۔

کمال الدولہ:۔ لیکن اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تم کو اس جادو کا سبق پڑھانا چاہتا ہوں جس کو ایک معمہ سمجھا جاتا ہے یا مکر و فریب ـــــ اگر میں تم سے یہ وعدہ کروں کہ میں تم کو یہ دکھلا دوں گا کہ خواہ زمین کی وسعتیں ہوں یا سمندر کی گہرائیاں ـــــ ہر جگہ کس طرح حکومت کی جاتی ہے۔ اگر میں تمہاری نگاہوں میں اتنی بینائی پیدا کر دوں کہ جب تم زمین پر نگاہ ڈالو تمھیں مدفون خزانے دکھائی دیں اور آسمان پر نگاہ ڈالو تو ستاروں کی آبادیاں دکھائی دیں۔ اگر میں تمہارے ہاتھوں کو نباتات کے عطر بنانا سکھا دوں ایسے عطر جن کے استعمال سے انسان ہر مرض پر قابو پا سکتا ہے اپنی عمر بڑھا سکتا ہے اور دنیا کی ہر قوت کا مقابلہ کر کے اس کو ختم کر سکتا ہے، اور اگر میں تمہارے سامنے یہ ثابت کر دوں کہ یہ ساری قوتیں مجھے حاصل ہیں اور میں یہ علم جس کو چاہوں دے سکتا ہوں تب تو میری بات مانو گے اور میرے کہنے کے مطابق اپنی کتاب زندگی کا ورق الٹنے پر آمادہ ہو جاؤ گے ـــــ"

توقیر:۔ (انتہائی حیرت سے) کمال الدولہ صاحب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ـــــ!!!

کمال الدولہ:۔ میں جو کہہ رہا ہوں اس کو سنتے رہو ـــــ آج میں وہ کہہ رہا ہوں جو دہلی میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں سنے گا ـــــ آج سے ۱۲ ہزار برس پیشتر تمہارے مورثوں میں سے ایک شخص ایسے ہی علوم پر حاوی تھا اور ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوئی تھی، جس شخص کی چشم بصیرت کھل جاتی ہے وہ اپنے ہم نظریہ لوگوں حد یہ کہ انکی اولاد کو پشتہا پشت تک جانتا اور پہچانتا ہے۔ ابھی تم مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ مجھے تمہاری برائی اور بھلائی کی کیا پڑی ہے اس کی ایک بنیادی وجہ میں نے ابتک تم کو

نہیں بتائی، تمہارے مورث اعلیٰ ایک ایسے فرقہ کے رکن تھے جس کے اصولوں اور حالات پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے، اس فرقہ کے جملہ اصولوں میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ اس کے ممبران اس شخص کی اولاد کو جو اس فرقہ کا رکن رہ چکا ہے خطرات سے بچائیں فائدہ پہنچائیں اور نقصان نہ ہونے دیں اور اگر وہ چاہے تو اس کو بھی اس فرقہ میں شامل ہونے کی جدوجہد کریں پس اسی فرقہ کے بانیات الصالحات میں سے ہوں، اور اس اعتبار سے تمہارے مورث کا ہم قوم ---- ہم مشرب اور ہم مسلک ---- چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں تمھیں دیکھتے ہی تمہاری طرف اس طرح متوجہ ہو گیا جیسے کوئی اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ---- تمھیں یاد ہوگا کہ قدسیہ باغ میں میری اور تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تھی ---- میں نے تمھیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ تم میرے دوست کی اولاد ہو ---- میں تمھاری طرف بڑھا، میں نے تمھارا فائدہ چاہا اور اپنے فرقہ کے اصولوں کے تحت آج بھی تمھارا فائدہ چاہتا ہوں، میں نے فطرتاً تمھارے حالات سے دلچسپی لی، میں نے تمھاری نظروں میں نظریں ڈال کر تمھارے مستقبل کو دیکھا۔ تمھارے ماضی کو جھانکا اور تمہارے حال کا مطالعہ کیا ---- تم بھی میری طرف کھنچے۔ اس لئے کہ تمہارے مورث کی بے چین روح نے جو اپنی ایک شدید غلطی کی وجہ سے آج تک اس دنیا میں بھٹکتی پھر رہی ہے تمھیں میری طرف ڈھکیلا اور یہ چاہا کہ میں تمھیں اپنی شاگردی میں لے کر تم کو کردگانہ فرقہ میں شامل کر لوں اور اس طرح اس کو سکون بخشوں ---- غالباً اب تمام باتیں تمھاری سمجھ میں آگئی ہوں گی اور تم اب کبھی دوبارہ مجھ سے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں سمجھو گے کہ میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ میں کیوں ہوں؟ اور میں تمہاری زندگی کے حوادث سے اتنی دلچسپی کیوں لے

رہا ہوں۔

توقیر علی خاں (بالکل سحر زدہ ہو کر) میں آپ کو اپنے انہی مورث اعلیٰ کی روح کا واسطہ دلا کر کہتا ہوں کہ پھر آپ مجھ کو اپنی شاگردی میں لے لیجئے، مجھے اپنے فرقہ میں شامل کر لیجئے۔

کمال الدولہ:۔ (اسی پر اسرار لہجے میں) میرے بیٹے! تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر غور کر لو اور اچھی طرح سوچ لو کہ تمہارے قدم کس طرف اٹھ رہے ہیں، اس راستے میں صرف کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ اس فرقہ میں شامل ہونے کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان دنیا کی تمام محبتوں، تمام رشتوں اور تمام تعلقوں کو اپنے دل سے فنا کر دے ہر رشتہ توڑ دے، خود سے مال و دولت کی لالچ ختم کر دے جاہ و منزلت کی طمع کو دور بھگا دے ــــ اور اپنی نفس کا گلا گھونٹ دے اس کے دل میں کوئی آرزو نہ رہے، کوئی تمنا نہ رہے، اس کے اپنے جذبات واحساسات نہ رہیں، اپنی دنیا نہ رہے، اسے کسی کا خوف نہ رہے، کوئی ڈر نہ رہے ــــ کوئی امنگ نہ رہے اور کسی فن و ہنر سے کوئی لگاؤ نہ رہے اس کا کلیجہ پتھر کا ہو جائے۔ اور وہ دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک پہاڑ بن جائے تم کو دگانہ فرقہ میں شامل ہونا چاہتے ہو تو جانتے ہو تمھیں سب سے پہلے کس چیز کی قربانی دینا پڑے گی ــــ تمھیں زمرد کو اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے نکال کر بہت دور پھینک دینا پڑے گا ــــ اور اس توقیر علی خاں کو زندہ رہتے ہوئے بھی مرجانا پڑے گا جو اس وقت میری نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔

توقیر علی خاں:۔ (جذبات کی رَو میں) میں اس کے لئے تیار ہوں میرے بزرگ

کمال الدولہ:۔ نہیں تم اس کے لئے تیار نہیں ہو اس لئے کہ تم سراپا خوف ہو ــــ مکمل

بزدلی ہو ـــــ تم نفس پرست ہو، تمھارے دل میں شک ہے، تمھیں خود پر اعتماد نہیں ہے ـــــ ایسا اعتماد جو فوق البشر میں ہوتا ہے اور خوف کے پتلوں میں نہیں ہوتا۔

یہ کہہ کر کمال الدولہ اٹھ کر چلے گئے اور توقیر علی خاں کو ایک عجیب ڈر، خوف، پریشانی اور الجھن میں مبتلا کر گئے ـــــ توقیر نہ معلوم کتنی دیر تک بیٹھا غور و فکر کے سمندر میں غوطے لگاتا رہا اس کے کانوں میں کمال الدولہ کے الفاظ گونجتے رہے اور آنکھوں کے سامنے زمرّد کی حسین تصویر انگڑائیاں لیتی رہی ـــــ اچانک لال قلعہ کے بلند پھاٹک سے بارہ بجے کے گھنٹے بجائے گئے، توقیر ایک دم سے چونک سا گیا اور اس کو کمال الدولہ کا یہ فقرہ یاد آیا کہ بارہ بجتے بجتے شہزادہ توصیف جاہ دنیا میں نہ رہے گا ـــــ وہ اس کی تصدیق کے لئے لال قلعہ کی طرف روانہ ہوا، دوپہر ڈھلنے لگی اور جیسے ہی توقیر لال قلعہ کے مشرقی دروازہ کے نزدیک پہنچا اسے قلعہ کے ایک افسر سے یہ معلوم ہو گیا کہ شہزادہ توصیف جاہ صرف ایک گھنٹہ کی اچانک بیماری کے بعد اس دنیا سے چل بسے ـــــ ابھی توقیر اس خبر کو سن کر اپنے حواس مجتمع بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس نے دیکھا کہ حمید اللہ اور شہزادہ والا قدر ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے فیض[1] بازار کی طرف جا رہے ہیں ـــــ توقیر علی خاں کے ہاتھ پیروں میں جیسے رعشہ آگیا، اس کا دل تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگا ـــــ اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمال الدولہ اس کے کان میں یہ کہہ رہا ہو "کہو توقیر اب تو تمھیں میری باتوں پر یقین آیا ـــــ"

---

[1] فیض بازار میں اس زمانے میں انگریز افسران اور تاجر رہا کرتے تھے، غدر ۱۸۵۷ء میں باغیوں نے یہ محلہ بالکل ویران کر دیا تھا۔

(۱۷)

اپنے عزیز کے مکان سے رخصت ہو کر جب زمرد اپنے مکان آئی تو جذبات و احساسات اپنے لیے ایک نئی دنیا آباد کر چکے تھے۔ زمرد ایک نئی الجھن میں گرفتار تھی اس کی خوب صورت آنکھوں میں غم کی سُرخی جھلک رہی تھی اور گلابی رخسار کسی نامعلوم احساس کی وجہ سے تمتما رہے تھے وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی اور نہ صرف طبیعت بہلانے کے لئے بلکہ جذبات کی گرانی دور کرنے کے لئے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی ——— چنانچہ اس نے سب سے پہلے کمال الدولہ کے نام ایک خط لکھا جب کہ خط لکھنے سے قبل وہ یہ ارادہ کر چکی تھی کہ وہ یہ خط کمال الدولہ کو ہرگز نہ دکھائی دے گی

میرے محبوب ———

میں نہیں کہہ سکتی کہ آفتاب نے اس دنیا کی تاریکی دور کی ہے یا تمہاری یاد نے میرے دل کو روشن کر رکھا ہے جہاں تک میں دیکھتی ہوں مجھے حد نظر تک صرف تمہاری صورت نظر آتی ہے۔ دریا کے قطرے قطرے میں، ریت کے ذرات میں، درختوں کے پتوں میں ہوا کی لہروں میں غرضکہ ہر جگہ مجھے تمہارا جلوہ دکھائی دیتا ہے ——— اُف میں نہیں بیان کر سکتی کہ یہ کیسی تبدیلی ہے جس نے مجھے ہی نہیں بلکہ میرے نزدیک ساری دنیا کو بدل ڈالا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں کونسی قوت ہے جس نے مجھ پر قبضہ کر رکھا ہے، آج میرے اپنے احساسات میرے نہیں رہے، میرے جذبات میرے نہ رہے اور میں خود اپنے بس میں نہ رہی۔ میرے چاروں طرف ایک دنیا آباد ہے لیکن اس دنیا میں مجھے صرف تمہارا

وجود نظر آتا ہے، باقی تاریکی۔

اس وقت میں اس کمرے میں بیٹھی ہوں جہاں میرے والد نغمات کو فضا میں بکھیرتے رہتے تھے، یہیں سب سے پہلے میں نے تمھیں دیکھا اور تمھاری آواز پہلی دفعہ میرے کانوں سے ٹکرائی ـــــ وہ آواز مجھے آج تک یاد ہے ـــــ آہ وہ آواز تھی یا مختلف سازوں کے دل سے نکلا ہوا ایک سحر آگیں نغمہ

آہ ـــــ میرے محبوب مجھے اب بھی وہ دل کش لیکن خوفناک ساعت یاد ہے جب تم نے مجھے دنیا کی مصیبتوں سے آگاہ کر کے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ ایک درخت کی طرح میں بھی روشنی کے حصوں کے لئے جد و جہد کرتی رہی ہوں ـــــ میں سچ کہتی ہوں اسی دن سے میرا دل روشن ہو گیا، مجھے ایک مستقل روشنی حاصل ہو گئی۔ میں جانتی ہوں اس روشنی کا خزانہ کہاں ہے ـــــ کہاں سے یہ روشنی مجھ تک پہنچ رہی ہے

کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اگر میرے دل میں محبت کی یہ روشنی نہ پیدا ہوئی ہوتی تو میرا کیا انجام ہوتا ـــــ لیکن نہیں یہ تو میں خود کو دھوکا دے رہی ہوں، میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ میں تمہارے بارے میں جو خیالات اور احساسات رکھتی ہوں وہ محبت نہیں ہو سکتی ایک وہم ہے، ایک غلط فہمی ہے۔ مجھے اس کی شکایت نہیں کہ تم مجھے خشک نظروں سے دیکھتے ہو مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں کہ دنیا میرے اور تمہارے بارے میں کیا افواہ اڑا سکتی ہے ـــــ کیوں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میری اور تمہاری روحیں ایک دوسرے میں ضم ہو چکی ہیں اور اب ان کی جدائی محال ہے ـــــ

میرے محبوب ——— مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے اور تمہارے درمیان سات سمندروں کا فاصلہ ہے ——— اور تم مجھ سے بہت دُور افق کے پار کھڑے ہو کر مجھے اپنی طرف بلا رہے ہو ——— کاش میں تم تک پہنچ جاتی اور ایک دفعہ نظر بھر کے اس چہرے کو دیکھ لیتی جو تمام دنیا کے حسینوں سے زیادہ خوب صورت ہے ——— میں سچ کہتی ہوں میں نے آج تک تمہارا چہرہ دیکھنے کی جراءت نہیں کی ——— بس میں نے یہی سوچا کہ تم دنیا میں وہ فرد واحد ہو جس کی آواز ہی مجھے بیقرار کر دیا کرتی ہے

تمھیں نہیں معلوم جب فضا میں نرم نرم ہوا چلتی ہے اور دنیا تاریکی کی آغوش میں سو جاتی ہے تو میرے کانوں میں اکثر میرے والد کے ساز بجانے کی آواز آیا کرتی ہے میں رات کی تنہائیوں میں اس آواز سے جاگ اٹھتی ہوں۔ اسی ساز کی صدائے بازگشت مجھے اس کی خبر کر دیتی ہے کہ تم آنے والے ہو، اور تم آ کر چلے جاتے ہو تو یہی ساز ایک غمناک راگ چھیڑ کر مجھے وارفتگی کی ایک نئی دنیا میں پہونچا دیتا ہے ——— میرے محبوب تم اس ساز کی روح ہو، تم میرے والد کے نغمات کا عکس ہو ——— تم میری زندگی ہو ———

اس وقت دور بہت دور سے دریا کی روانی کی آواز آ رہی ہے، ہوا کی سرسراہٹ ایک نیا نغمہ سنا رہی ہے ——— میرے محبوب جس طرح نسیم صبح نبض کی حرکات تیز کر دیتی ہے اسی طرح جب مجھے تمہارا خیال آتا ہے تو میری نبضیں بھی تیز ہو جاتی ہیں اور میرا دل بھی تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگتا ہے۔

اکثر میں اپنی روح سے سوال کرتی ہوں کہ میں کیوں پیدا ہوئی، تو میری روح بے مجھے یہ جواب دیتی ہے کہ میں کسی کی عبادت کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ

تنہا بیٹھ کر نیلگوں آسمان کو تاکنا مجھے کیوں اچھا لگتا ہے محض اس لئے کہ میں اس دنیا کے لئے پیدا ہی نہیں کی گئی ہوں —— اور نہ میں اس دنیا کے لئے یہاں رہتی ہوں مجھے تو بس اس دن کا انتظار ہے جب اس جسدِ خاکی سے میری روح پرواز کرے گی اور نہ معلوم کس مقام پر تیرے ساتھ عبادت میں مصروف ہو جائے گی

کل میں صبح کو باغِ نسواں گئی، تمام عورتیں چہل قدمی کرتی رہیں لیکن میں فوارہ کے پاس جا کھڑی ہوئی —— آفتاب طلوع ہو چکا تھا اور فوارہ کا پانی مسلسل اُچھل اُچھل کر آفتاب کے قدم چومنا چاہتا تھا، اس وقت اچانک تمہارا خیال آگیا —— تم بھی تو میری دنیا کے اُبھرتے ہوئے سورج ہو —— میں تمھیں پانے کے لئے جدوجہد کیوں نہ کروں

میرے محبوب ——!

تمھاری یاد تمام خواہشوں کو میرے دل سے محو کر دینے کے لئے کافی ہے، اب مجھے روشنی کی ضرورت نہیں رہی، کیوں کہ میرے چاروں طرف روشنی کا ایک سمندر سا موجود ہے جس میں ہر لمحہ تیرتی پھرتی ہوں، پرواز کے لئے اب میرے تخیل کو کوئی روک ٹوک نہیں رہی، اب میری آنکھوں کو کوئی چیز ناگوار نہیں گزرتی یہ میری نادانی تھی کہ میں تم سے ڈرا کرتی تھی —— تم ڈرنے والی چیز نہیں بلکہ دل کے پردوں میں چھپا لینے والی چیز ہو، لوگ تمھیں بھوت کہتے ہیں اگر تم بھوت ہو —— تو میں ایک بھوت کیلئے ہی پیدا کی گئی ہوں، اگر تمہاری عمر ہزاروں سال ہے تو تم اسی لئے نہیں مرے کہ تمھاری قسمت میں میری روح کا اتصال لکھا تھا

میں تم سے کیا بتاؤں آج میری کیا حالت ہے —— سونا اور جاگنا دونوں

میرے لیئے برابر ہیں دونوں حالت میں مجھ پر خواب کی سی کیفیت طاری رہتی ہے۔ سوتے ہوئے بھی میں تمہاری ہم سفر رہتی ہوں ——— میں تمہارے ساتھ فضا کی لامحدود وسعتوں میں اڑتی رہتی ہوں اور ہوا کے تاروں سے نکلی ہوئی خوش آیند آوازیں میرا استقبال کرتی جاتی ہیں۔

تم نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں خود کو دوسرے کے حوالے کر دوں ——— میرے محبوب تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے تم سے محبت ہے اگر مجھے تمہاری محبت ہوتی تو میں تمہاری زبان سے دوسرے کا نام سننا بھی کیسے گوارا کرسکتی تھی، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے احکام مجھے واجب التعمیل کیوں معلوم ہوتے ہیں جس طرح ستار کے تار مطرب کے اختیار میں ہوتے ہیں اسی طرح میرے دل کے تار بھی تمہارے اختیار میں ہیں اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو یوں ہی سہی، میں تم کو اپنی آئندہ زندگی کا مالک بنا چکی اب تم جس کو کہو اسی کے حوالے خود کو کر دوں، میں تمہاری مخالفت کرنا محبت کا سب سے بڑا جرم سمجھتی ہوں، تم جس کا نام لوگے میں اسی سے محبت کرنے لگوں گی ——— لیکن میرے محبوب مجھے یہ کہہ لینے دو کہ سب سے زیادہ محبت کرنے کے قابل تو تم ہی ہو ——— کیا تم نے کبھی یہ سنا ہے کہ چکور نے چاند کے بجائے سورج کی طرف منہ کر کے پرواز کی ہے ——— پروانہ نے شمع کے بجائے چاند کے چاروں طرف رقص کرنے کی کوشش کی ہے ——— میں جانتی ہوں اور مجھے اسکا پورا احساس ہے کہ میں تمہارے لائق نہیں ——— لیکن میرے محبوب کیا کوئی دیوتا اسکا حق رکھتا ہے کہ وہ کسی پجاری کو اس کی پرستش سے روک دے۔

اس لئے اے میرے محبوب میرا یہ جواب سن لے کہ میں تیرے حکم کی تعمیل تو کروں گی

لیکن اس درخواست کے ساتھ کہ تم مجھے میری وہ زندگی واپس کردو جو میں تمہیں دے چکی ہوں، میرے دل کی آزادی مجھے دے دو، میرے جذبات اور احساسات مجھے واپس لوٹا دو، میرے بچپن کے خواب مجھے پھیر دو افسوس تم نے مجھے اپنے سوائے کسی کا نہ رکھا اور اب یہ کہہ رہے ہو کہ میں کسی دوسرے کی ہو جاؤں

میرے محبوب —— تم نے مجھے تین دن کی مہلت دی ہے۔ اس میں سے ایک دن گذر چکا ہے مجھے آیندہ دو دن کے گزر جانے کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ میرا تو دل مجھے یہ گواہی دے رہا ہے کہ میری ہستی تمہارا ایک جزو ہو گئی ہے جسے کوئی قوت جدا نہیں کر سکتی۔ میں اپنی زندگی تم سے وابستہ کر چکی۔ اب تم چاہو بھی تو مجھے اپنے سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ پہلے ایک طوفان تھا اور اب سکون ہے پہلے بیداری کی نیند تھی اور اب نیند کی بیداری —— سچ کہتی ہوں اب ہر وقت مجھے ایک راحت سی محسوس ہوتی ہے اور ایسا معلوم جیسے کوئی بھولی ہوئی یاد مجھے گدگدا رہی ہے —— اور تم دور کھڑے ہو کر مجھے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے ہو

میرے محبوب پہلے میں سمجھتی تھی کہ کلی ایسی مرجھائی ہے کہ اب پھر نہ کھلے گی لیکن اب یہ معلوم ہو رہا ہے جیسے یہی کلی کھل کر پھول ہو گئی ہے —— آؤ —— میرے محبوب میرے پاس آؤ میں تمہیں اس پھول کی خوشبو سنگھاؤں —— لیکن نہیں تم خود اس کی خوشبو سونگھ چکے ہو گے اس لئے کہ میرے نزدیک تو ساری دنیا ہی اسکی خوشبو سے معطر ہے ——

تمہاری

زمرد ——

(۱۸)

لال قلعہ میں حسب دستور چہل پہل تھی، زرق برق لباس میں رئیسوں کی آمد و رفت جاری تھی اور مغلیہ سلطنت کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ گویا بھڑک کر اپنا سارا تیل صرف کئے دے رہا تھا

اسی لال قلعہ کے ایک محل میں جس کے پہریدار آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے ایک پُر تکلف کمرے کے اندر دو شخص بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں ایک کی عمر کوئی تیس سال ہے جو صورت شکل اور لباس کے اعتبار سے شاہزادہ معلوم ہو رہا ہے اور دوسرے کی عمر کوئی ۴۵ سال جو اس کا ملازم معلوم ہو رہا ہے، سامنے میز پر ایک پرانی وضع کی دقیانوسی تلوار رکھی ہوئی ہے اور اس کے قریب قرعہ اندازی کا سامان

شہزادہ:- ایک قصہ ختم ہو گیا ایک داستان کا باب بند ہو گیا چچا جان شہزادہ توصیف جاہ بھی اپنے اجداد کے پہلو میں جا سوئے، اب میں اس محل کا، اس ساز و سامان کا اور اس بے پناہ دولت و جائداد کا تنہا وارث ہوں اور سب سے بہتر تو یہ کہ زمرّد کو حاصل کرنے کے لئے بالکل آزاد

ملازم (جس کا نام الطاف بیگ تھا) حضور مذاق نہ فرمائیں، ابھی آپ کے چچا جان کے انتقال کو چند گھنٹے بھی تو نہیں گذرے ہیں ـــــ یہ ابھی سے زمرّد کا تذکرہ اور پھر اس کو محل میں لانے کا پروگرام

شہزادہ والا قدر:- اس کی تم فکر نہ کرو ـــــ تم قرعہ اندازی کے استاد ہو اس

قسم کے داؤں پیچ کیا جاتو ـــــ یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی مجھ پر شک کرے کہ میں نے ہی چچا جان کو ـــــ اچھا خیر ہٹاؤ اس تذکرے کو ـــــ کچھ کمال الدولہ کی بھی اطلاع ہے کہ وہ آجکل کیا کر رہا ہے اور زمرد سے اس کے کیسے تعلقات ہیں۔

الطاف بیگ:۔ آمد و رفت جاری ہے۔

شہزادہ:۔ تو پھر اس کانٹے کو بھی کیوں نہ دور کر دیا جائے، تاکہ زمرد کو حاصل کرنے میں کوئی دشواری باقی نہ رہے۔

الطاف:۔ لیکن کس صورت سے؟

شہزادہ:۔ بس یہی کہ کمال الدولہ کی ایک شاندار دعوت کی جائے ـــــ اور اس دعوت کے بعد کمال الدولہ کو جو پان کھلایا جائے وہ خاص طور سے بنوایا گیا ہو ـــــ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے ـــــ زہر کی شیشی میں ابھی چند قطرے باقی ہیں آخر ان کا بھی تو استعمال ہونا چاہیئے

الطاف:۔ مگر حضور ـــــ سنا ہے کمال الدولہ آدمی نہیں جن ہے، آپ کو اس رات والا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ کس طرح اس نے زمرد کو ہمارے چنگل سے بچالیا جب کہ یہ حقیقت ہے کہ ہم چند آدمیوں کے علاوہ دنیا میں کسی کو اس سازش کا علم نہ تھا

شہزادہ:۔ ہاں مجھے یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے لیکن الطاف مت بھولو کہ میں بزدل نہیں ہوں جو ڈر جاؤں، میں زمرد کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور اسکے لئے دنیا کی ہر قوت سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہوں ـــــ میری رگوں میں مغل خون دوڑ رہا ہے ـــــ وہ مغل خون جس کی بو اب بھی ہندوستان کی مٹی میں موجود

ہے ــــ یہ ٹھیک ہے کہ آج میرے بزرگوں کا تاج بچوں کا کھیل بن گیا ہے لیکن ہمارے جذبات، ہمارے ولولے، ہماری امنگیں اور ہمارے ارادے اب بھی ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے ظلِ سبحانی تیمور کے دور میں تھے ــــ میں کمال الدولہ کو بالکل اس طرح مسل دوں گا جیسے کسی پھول کو پیروں سے روند دیا جاتا ہے

الطاف :- اور زمرد کے اغوا کا کیا پروگرام بنایا گیا ہے۔

شہزادہ :- جس محلہ میں زمرد رہتی ہے وہ بالکل سنسان رہتا ہے، اس کے گھر کا دروازہ بھی فولاد کا بنا ہوا نہیں ہے، ہمارے جانثاروں کے لئے اس کو گھر سے اٹھا لانا آخر کون سی بڑی بات ہے۔

الطاف :- لیکن حضور میں آپ کا بہی خواہ ہوں اس لئے یہ کہنے کی گستاخی کر رہا ہوں کہ آج کل لال قلعہ کے باہر شہنشاہ کی نہیں کمپنی کی حکومت ہے اور فرنگیوں کے قانون میں دوشیزہ کا اغوا ایک سنگین جرم ہے۔

شہزادہ :- الطاف ــــ میں خوب جانتا ہوں۔ مسٹر فریزر سے میرے ذاتی تعلقات ہیں میں ان کو سمجھا لوں گا۔ رہا دوسرا مسئلہ تو یہ بھی حقیقت ہے کہ قانون بھی زر و جواہر کے مقابلہ میں شرما جاتا ہے ــــ اور پھر میں بھی تو بے وقوف نہیں ہوں۔ میں زمرد کو صرف دو دن اپنے خلوت کدہ میں رکھوں گا اور اس کے بعد حمید اللہ سے اس کی شادی کر دوں گا جو اس کو لے کر فوراً لکھنؤ چلا جائے گا۔

الطاف ابھی کوئی جواب نہ دینے پایا تھا کہ ایک خدمتگار نے آکر یہ اطلاع دی کہ کمال الدولہ صاحب باہر کھڑے ہیں اور باریابی کے خواستگار ہیں۔ شہزادہ نے یہ سنتے ہی بے اختیار میز پر سے تلوار اٹھائی لیکن پھر نہ معلوم کیا سوچ کر تلوار میز پر

رکھ دی اور مسکرا کر خدمت گار سے کہا کہ جاؤ کمال الدولہ صاحب کو بصد احترام اندر لے آؤ۔

جیسے ہی کمال الدولہ کمرے میں داخل ہوئے شہزادہ والاقدر اور الطاف بیگ دونوں نے انتہائی تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔

شہزادہ:۔ ایک عرصہ سے آپ کو دیکھنے کی تمنا تھی خدا کا شکر ہے کہ آج یہ تمنا پوری ہوئی۔

کمال الدولہ:۔ اور غالباً آپ کی یہ تمنا کبھی بھی پوری نہ ہوتی اگر میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ نہ قائم ہو گیا ہوتا

شہزادہ:۔ کیسا رشتہ؟

کمال الدولہ:۔ رقابت کا رشتہ۔

شہزادہ:۔ مطلب۔

کمال الدولہ:۔ میں تکلفات کو بالکل بالائے طاق رکھ کر مطلب بیان کئے دے رہا ہوں، سنیئے میں چاہتا ہوں آپ زمرد کے بارے میں اپنی سازش سے توبہ کرلیں

شہزادہ:۔ توبہ کا کوئی سوال نہیں البتہ فیصلہ کا سوال ضرور پیدا ہو سکتا ہے۔

کمال الدولہ:۔ آپ کس طرح فیصلہ کر لینا چاہتے ہیں

شہزادہ:۔ (کچھ سوچکر) میرے خیال میں فیصلہ کی دو صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ ہم قرعہ اندازی کریں اور جس کے زیادہ دانے آئیں وہ زمرد کو حاصل کرے اور دوسری یہ کہ تلوار . . . . !

کمال الدولہ:۔ (جو شہزادہ کے دل کے ارادے معلوم کر چکا تھا) چلئے مجھے منظور،

نہ قرعے آپ پھینکیں نہ میں ـــــ بلکہ آپ کا یہ ملازم جو قرعہ اندازی میں بے پناہ کامل ہے ـــــ

شہزادہ:۔ بہت خوب (مسکرا کر آنکھ مارتے ہوئے) لو الطاف قرعے اٹھاؤ اور پھینکو۔

شہزادہ یہ کہہ کر نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر تکیہ لگا کر لیٹ رہا اسکے چہرے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہے کیوں کہ الطاف اس کا ملازم تھا اور قرعے اسی کے ہاتھ میں تھے، اس اثناء میں الطاف نے تینوں قرعے اٹھائے۔ پہلی دفعہ قرعے شہزادے کے نام سے پھینکے گئے اور اسکے بعد کمال الدولہ کے نام سے ـــــ کمال الدولہ شرط جیت گئے کیوں کہ ان کو زیادہ دانے ملے تھے ـــــ اس کی جیت سے الطاف کا نپنے لگا، شہزادہ غصہ سے گرم ہوگیا۔

کمال الدولہ:۔ کہیئے اب کیا کہتے ہیں۔

شہزادہ (کافی دیر چپ رہنے کے بعد کچھ سوچ کر) بے شک میں ہار گیا اور اب زمرّد کے نام سے دستبردار ہوتا ہوں، لیکن اس خوشی میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ایک شاندار دعوت کر کے اپنی اور آپ کی ہمیشہ قائم رہنے والی دوستی کی ابتداء کر دوں۔

کمال الدولہ:۔ آپ کی دعوت میرے لئے باعث فخر ہے ـــــ حکم کی تعمیل نہ کرنا میں گستاخی سمجھتا ہوں۔

شہزادہ:۔ تو پھر آئندہ جمعہ کو شب میں ماحضر یہیں تناول فرمائیں۔

کمال الدولہ:۔ بہتر ہے، اب اجازت دیجئے اور ہاں میں دہلی کے پان بہت پسند کرتا

ہوں، (شہزادہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) اگر آپ دعوت کے بعد میرے لئے خصوصی پان کا انتظام کردیں تو یہ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

کمال الدولہ تو یہ کہہ کر چلے گئے لیکن شہزادہ کو جیسے سانپ سونگھ گیا، وہ سوچتا رہا کمال الدولہ نے دعوت کے بعد پان کے ساتھ لفظ خصوصی کیوں استعمال کیا۔ لیکن جب اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے التاف سے کہا،

شہزادہ:- تم قرعہ اندازی میں ماہر تھے، پھر تم نے کمال الدولہ کے نام سے زیادہ دانے کیسے پھینک دیئے، کہیں تم نے بھی تو دھوکا نہیں دیا

التاف:- نہیں حضور ——— یقین کیجئے میں نے قرعوں کو اس طرح پھینکا تھا کہ کم دانے آتے لیکن آج تو جیسے ساری زندگی کا فن کمال الدولہ کی موجودگی میں ناکام ہوگیا———

شہزادہ:- خیر اب وقت برباد نہ کرنا چاہیئے، میرے دل میں اس ناگن کے لئے آگ سی لگی ہوئی ہے، مجھے اسوقت تک چین نہیں آسکتا جب تک زمرد میرے خلوتکدہ میں نہ پہنچ جائے ——— لیکن ارے یہ کیا ہوا ———؟

التاف:- کچھ نہیں حضور ——— یہ پرانی تلوار میز پر سے خود بخود نیچے گر پڑی۔

(۱۹)

لال قلعہ سے واپس آکر کمال الدولہ نے فرقہ کرد گانہ کے دوسرے رکن یعنی سقیف کے نام ایک خط لکھا ——— سقیف اب تغلق آباد کے کھنڈروں سے کالپی کے کھنڈروں میں منتقل ہو چکا تھا، اور دونوں میں ایک عرصہ سے کوئی ملاقات

نہ ہوئی تھی

سقیفہ ——— میرے رفیق

یہ خط تمھیں موقف لکھ رہا ہے، موقف جو آج بے پناہ حد تک پریشان ہے اور جس کی وہ قوت جو اس نے ہزاروں سال کی جدوجہد کے بعد حاصل کی ہے بتدریج ختم ہو رہی ہے۔ تم جانتے ہو سقیفہ کہ میں کن قوتوں کا مالک ہوں۔ زمین اور آسمان کے درمیان میرے نزدیک کوئی دوری نہیں ہے، میرا علم اور عمل یکساں ہو چکا ہے دنیا کے کسی گوشے میں میرے لئے کوئی تاریکی نہ تھی اور نہ ہے۔ میری نظریں بڑی بڑی قوموں کا عروج اور زوال دیکھ چکی ہیں، میں نے روم کو ترقی کی معراج پر دیکھا اور یونان کے قدیم فلاسفروں سے بذات خود گفتگو کی۔ میں نے مصر کی عظمتوں کا مشاہدہ کیا، قلوپطرہ کے حسن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ہندوستان میں اشوک کی شہنشاہیت دیکھی، ایران میں شاعروں کے نغمے سنے ——— غرض یہ کہ اس دنیا میں وہ سب کچھ دیکھا جو آج تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور جس کو پڑھ کر تاریخ کے طالب علم خواب وخیال کی دنیا میں کھو جاتے ہیں

آج یہی موقف جو عملاً اس دنیا کا مالک و مختار ہو سکتا ہے، جس کے قدموں پر پوری دنیا سر بہ سجود ہو سکتی ہے، جو اپنے معمولی سے عمل سے دنیا کے نقشے بدل سکتا ہے، جو پلک جھپکتے میں چاند ستاروں کی سیر کر سکتا ہے۔ تمھیں خط لکھ رہا ہے اس لئے نہیں کہ تم سے تمہاری خیریت دریافت کرے اور تم سے یہ پوچھے کہ آج کل تمہاری سرگرمیاں کیا ہیں بلکہ اس لئے کہ تم سے اپنے دل کا درد بیان کرے ——— اور پھر تم سے پوچھے کہ بتاؤ سقیفہ ——— اس مسئلہ کا حل کیا ہے

آج میرا علم و ہنر دھندلکے میں چھپتا جا رہا ہے۔ صبر و قرار کی نعمتیں مجھ سے چھنتی جا رہی ہیں، جس چیز کو میں دریا کی موجوں سے بچا کر کنارے پر لانا چاہتا تھا وہ سمندر کی لہروں کے حوالے ہوتی جا رہی ہے ـــــ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے میرے قدم کیوں ڈگمگا رہے ہیں، میرے ارادے کیوں متزلزل ہو رہے ہیں اور میں مکمل روشنی سے مکمل تاریکی کی جانب کیوں بڑھتا جا رہا ہوں ـــــ سقیف تم کو یہ پڑھ کر سخت حیرت ہو گی کہ میری اس جوانی کے مدوجزر سے جسے میں نے ہزاروں سال سے محفوظ کر رکھا ہے ایک زہریلا پھول نکل رہا ہے ـــــ اور میں ہی نہیں تم بھی جانتے ہو گے کہ اس پھول کا کیا انجام ہو گا

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ توقیر علی خاں (آئینہ لاہوتی میں تم اس کی شکل دیکھ کر پہچان سکتے ہو) ہرگز زمرد کے قابل نہیں ہے لیکن تمہیں بتاؤ کہ میں اس کے علاوہ اور کیا کروں کہ زمرد کی شادی توقیر سے کرا کے خود ایک الجھن سے نجات پا جاؤں ایسی صورت میں ان دونوں کی میں حفاظت کر سکوں گا ان کے مستقبل پر نگاہ رکھوں گا اور خفیہ طور پر ان کی خیر طلبی چاہوں گا ـــــ لیکن وقت اور حالات نے مل جلکر ایک دوسری صورت حال پیدا کر دی ہے ـــــ زمرد کسی قیمت پر توقیر سے رشتہ قائم نہیں کرنا چاہتی ـــــ جب کہ اس کے بالکل برعکس یہ تصور ہی کہ میں زمرد کو اپنا لوں مجھے مجنوں بنا دیتا ہے۔ تمھیں بتاؤ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں صرف ایک عورت کی خوشی اور اس کے جذبات کی تسکین کے لئے اپنی ہزاروں سال کی ریاضت ختم کر دوں۔

ایک دن میں نے یہ سوچا کہ توقیر علی خاں کو اپنے فرقہ میں شامل کر دوں حیدر آباد کا یہ بگڑا ہوا آوارہ رئیس جو حسین عورتوں کی جوانی ہی میں اپنی زندگی تلاش کرتا رہتا ہے

ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ فرقۂ کردگانہ کا ممبر بن سکے لیکن اگر میں تم کو اس کا ماضی بتا دوں جو اگر تم چاہو تو تم کو بھی معلوم ہو سکتا ہے تو یہ مسئلہ بالکل صاف اور روشن ہو کر تمھاری نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ توقیر علی خاں کے بزرگوں میں سے ایک شخص ہمارے فرقہ کا ممبر تھا لیکن آخری آزمائش نے اسکو موت کی نیند سلا دیا، کردگانہ کے زرّیں اصولوں کے تحت ہم پر یہ پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے اس گم گشتہ راہ مرحوم ساتھی کی اولاد کی حمایت کریں اور ہمیشہ اس کی بھلائی چاہیں ـــــ اس لیے میں نے توقیر علی خاں کو ابتدائی درس دئیے اور اس کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے، میری باتوں نے اس کے خیالات اور احساسات پر بہت نمایاں اثر ڈالا ـــــ اور وہ بدلنے لگا ـــــ وہ بدل رہا ہے اور اگر میرے ساتھ تم بھی کوشش شروع کر دو تو وہ واقعی بالکل بدل جائے، حیوانِ مطلق سے حقیقی معنوں میں انسان ہو جائے

سقیف ـــــ میری نجات کی بس آخری صورت یہی ہے کہ تم توقیر علی خاں کو اپنی تحویل میں لے لو ـــــ تم اس کو زندہ رہتے ہوئے بھی مردہ بنا دو ـــــ تم اس کو اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے دور لے جاؤ ـــــ ورنہ سقیف تمھارا ہزاروں سال پرانا ایک سچا ساتھی تم سے شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا

اب آؤ میں تم سے زمرّد کے بارے میں کچھ باتیں کر دوں اور تم کو بتاؤں کہ دو جولی کو موت کا راگ سنانے والے سنجی کی یہ لڑکی میری زندگی کے سکون کو کس طرح درہم برہم کر رہی ہے ـــــ میں نے بہت چاہا کہ میں زمرّد کو توقیر علی خاں سے شادی پر رضامند کر دوں اور بظاہر وہ اس کے لیے راضی بھی ہو گئی لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ توقیر علیخاں

سے شادی نہیں کرے گی ـــ ہیں ـــ جو مستقبل سے واقف ہوں اچھی طرح جانتا ہوں کہ زمرد تو قیر کی نہیں ہو سکتی ـــ اس کا دامن میرے ہی دامن سے بندھے گا اور اس طرح میں اپنی وہ تمام قوتیں کھو دوں گا جن کا میں مالک ہوں اور جن کے بل پر آج چار ہزار سال گذر نے کے بعد بھی میری جوانی، میرے علم، میری قوت اور میری یادداشت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

سقیف ـــ اگر میں زمرد کو اپنا لوں گا تو مجھ میں اور دنیا کے عام انسانوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا، لیکن اگر میں زمرد کو نہیں اپناتا ہوں تو مجھے یہ بھی یقین ہے کہ چند دنوں کے بعد مجھ میں اور ایک خستہ حال پاگل میں کوئی فرق نہیں رہے گا اس لئے سقیف ـــ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں ـــ میں اس الجھن سے کیسے نجات پاؤں ـــ میں اس مسئلہ کا حل کیسے تلاش کروں۔ میں اپنی چار ہزار سال کی ریاضت کو تباہ و برباد ہونے سے کیسے بچاؤں ـــ زمرد تو میری زندگی کا سب سے بڑا سوال بن گئی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اس سوال کا جواب کیا ہے۔

میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ زمرد چاروں طرف سے خطرات میں گھری جا رہی ہے اور اسکی نجات کی سوائے اس کے اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے کہ وہ دہلی سے بھاگ جائے وہاں سے بھاگ جائے جہاں اس کے منفی باپ کی روح بھٹک رہی ہے ـــ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس کے ساتھ فرار ہو میرے ساتھ یا توقیر علی خاں کے ساتھ ـــ ؟ لیکن میں سچ کہتا ہوں سقیف کہ اس تصور سے ہی میں کانپ جاتا ہوں کہ زمرد میرے ساتھ بھاگے! نہ معلوم کیوں میں خوف سے لرز جاتا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ مجھے تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جس کے دل میں ذرا سی بھی روحانیت موجود ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ فرقہ کردگانہ کے دل میں ذرا سا بھی خوف کا مادہ نہیں ہوتا پھر تم ہی بتاؤ کہ زمرد کو دیکھ کر میں کیوں ڈرنے لگتا ہوں میں سوچتا ہوں کہ بالفرض محال اگر میں نے زمرد کا دامن اپنے دامن سے باندھ لیا تو میری زندگی تو اس کے لئے ایک عجوبہ ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں زمرد کے دل میں میری طرف سے نفرت نہ پیدا ہو جائے کہیں وہ یہ سن کر پاگل نہ ہو جائے کہ میری عمر چار ہزار سال کی ہے۔

اس لئے سقیفت کالیبی کے کھنڈروں کا کنج عافیت چھوڑ کر ایک تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنی صورت دکھا جاؤ آج کل مجھے ایک ہمراز کی سخت ضرورت ہے خصوصاً ایسے ہمراز کی جس کو اپنی زندگی میں حسن و عشق کے تجربے بھی رہ چکے ہوں اور رقابت و عداوت سے بھی سابقہ پڑ چکا ہو ——— میں نے اسقف اعظم سے بھی ہزاروں برس کے جمود کے بعد رابطہ پیدا کرنا چاہا تھا ——— لیکن شاید ان کو اب تک ماضی کے واقعات یاد ہیں اور وہ دوبارہ تعلقات کا آغاز نہیں چاہتے، مجھے بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کہ پہلے مجھے ان کی صورت اور ملکیت سے راحت و سکون محسوس ہوتا تھا لیکن اب تو ان کے تصور سے ہی مجھے وحشت ہونے لگتی ہے ——— لیکن پھر بھی اسقف اعظم اس موقع پر میرے بہت کچھ کام آسکتے ہیں ———

سقیفت ———! جب میں اپنے مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے صرف تباہی و بربادی کے ہی مناظر دکھائی دیتے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میری زندگی

کی انتہا آ گئی ہے اور جس چیز کو دنیا میں آخری حقیقت کہا جاتا ہے اسکے طوفان کی تیز و تند ہوائیں میرے جسم تک پہونچنے لگی ہیں حالانکہ ہزاروں سال گذرنے کے باوجود یہ ہوائیں مجھ تک پہنچنے میں ناکام رہی ہیں ـــــ رب حقیقی کی قسم۔ جس جگہ ستارے میرے لئے اپنے دروازے کھول دیا کرتے تھے وہاں مجھے پھانسی کا ستون گڑا دکھائی دیتا ہے اور مذبح خانہ کی طرح ہر جگہ سے خون کے فوارے چلتے دکھائی دیتے ہیں پھانسی کے اس ستون کے پاس مجھے ایک شخص کھڑا قہقہے لگاتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ بدی کا مجسمہ، یہ فریب کا پتلہ، یہ مکاری کا وجود میری راہ میں طرح طرح کے کانٹے بو رہا ہے ـــــ تم آ جاؤ تو میں اس کی شکل بھی تمھیں دکھا دوں اس بدمعاش سے بھی تمہاری ملاقات کرا دوں ـــــ اسلئے سقیف تم اپنی روانگی میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ کرو، کم از کم تمھیں تو حیات انسانی نے دھوکا نہیں دیا ہے ـــــ تم تو وہ دھوکے نہیں اٹھا سکتے جو صرف ایک عورت کی وجہ سے مجھے اٹھانا پڑ رہے ہیں

سقیف ـــــ! جس فرقہ کی مسلک میں ہم اور تم دونوں ہیں اور جس کے نام لیوا ابھی صرف ہم دو ہی رہ گئے ہیں اس کا یہ بھی تو عہد و پیمان ہے کہ وقت ضرورت اس فرقہ کے ممبر ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔ تم آ جاؤ تو میں توقیر علی خاں کو تمہارے حوالے کر دوں، اس کے جد امجد تک کو تمھاری شاگردی کا فخر حاصل رہ چکا ہو ـــــ تم آ کر اس کو بھی اپنی شاگردی میں لے لو اور اس طرح کوشش کرو کہ وہ تباہ ہونے سے بچ جائے۔ اس اثناء میں توقیر کو بھی سمجھانے کی کوشش کروں گا اور اگر اس نے میری نہ سنی تو سقیف ـــــ اس طرح تمھیں

تمھاری تجربہ گاہ کے لئے ایک اور شکار مل جائے گا۔

میرا یہ خط تمھیں بہت جلد مل جائے گا، اس کا تحریری جواب بھیجنے کی کوشش نہ کرنا اس کا جواب اگر ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ تم جلد از جلد یہاں آکر مجھ سے ملاقات کرو۔

تمھارا اپنا

موقف تطہیر (کمال الدولہ)

(۲۰)

دہلی میں درگاہ خواجہ نظام الدینؒ کے پاس تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا مزار ایک قدیم فارسی شاعر کا بھی ہے، اس مقبرہ نما مزار کی تعظیم صرف اس وجہ سے نہیں کی جاتی تھی کہ وہاں ایک شاعر دفن ہے بلکہ اس لئے کہ وہ شاعر اپنے دور کا ایک بڑا جادوگر سمجھا جاتا تھا، کہتے ہیں کہ اس مقبرے کے پاس جو چھوٹا سا نیم پختہ تالاب ہے وہ اس کے جادو کے زور سے ہی بنا تھا اور عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ جن روحوں نے اس تالاب کو ایک ہی رات کے اندر کھود ڈالا تھا وہ اب بھی اس کے مقبرے کی حفاظت کرتی ہیں ——— زمرد کا مرحوم باپ بھی اکثر اس مقبرے پر جاکر اپنی مطرب پر نت نئے ساز چھیڑا کرتا تھا اور جب وہاں سے واپس لوٹتا تھا تو بظاہر ایسا نظر آتا تھا جیسے اس نے ساری دنیا کی دولت پالی ہو، باپ کے مرنے کے بعد زمرد کا بھی قاعدہ تھا کہ وہ مہینہ میں ایک دو مرتبہ اپنی ملازمہ کو لیکر اس مقبرے کی سیر کو آتی، قبر پر فاتحہ پڑھتی اور مقبرے کے چاروں طرف پھیلے ہوئے باغ میں تھوڑی دیر چہل قدمی کر کے واپس لوٹ جاتی، چنانچہ رفتہ رفتہ زمرد کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ زندگی کے دوسرے ضروری فرائض کی طرح اس مقبرے میں حاضری

دنیا بھی اپنا فرض سمجھنے لگی۔ وہ اکثر مقبرے کے اوپر چڑھ جاتی اور وہاں سے پوری دہلی کو دیکھا کرتی ——— اور سوچتی رہتی کہ دہلی بار بار کیوں بستی اور اُجڑتی رہتی ہے

ایک دن زمرد حسب معمول اپنی ملازمہ کو لے کر اس مقبرے کی زیارت کو پہنچی اور فاتحہ پڑھنے کے بعد باغ میں چہل قدمی کرنے لگی، بوڑھی ملازمہ چوں کہ اس دن خلاف توقع بہت زیادہ تھک گئی تھی اس لئے زمرد سے کہہ کر باغ کے ایک گوشے میں آرام کرنے چلی گئی ——— زمرد چونکہ اس اُجڑے ہوئے باغ سے بے حد مانوس تھی اور اس کو یہاں کا سکوت اور ہو کا عالم بہت پسند تھا اسلئے اس نے بھی ملازمہ کی غیر حاضری کو زیادہ اہمیت نہ دی اور نہایت اطمینان کیساتھ باغ میں ٹہلتی رہی ——— اس وقت باغ کا نظارہ بے حد دل کش ہو گیا تھا ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں باغ کے جنگلی پھولوں پر اس طرح بکھری ہوئی تھیں جیسے قدرت نے ان پر افشاں مل دی ہو ——— دور ہمایوں کا مقبرہ اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ خلا میں سر اٹھائے کھڑا تھا اور تھوڑے فاصلہ پر لودی خاندان کے مقبرے لیکن چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی طرح ڈوبتے ہوئے سورج کا منہ چڑھانے کے لئے مضطرب نظر آرہے تھے ——— زمرد اس نظارہ میں کچھ اس طرح محو تھی کہ اس کو ایک شخص کے پیروں کی چاپ بھی معلوم نہ ہو سکی جو پاس کی ایک جھاڑی سے نکل کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا تھا ———

جب یہ اجنبی زمرد سے مخاطب ہوا تو زمرد خوف اور دہشت کے ملے جلے جذبہ کے زیر اثر کچھ اس طرح کانپی کہ چند لمحات کے اندر اس کا رنگ زرد ہو گیا،

اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس ہولناک باغ میں جو آوارہ روحوں کا مسکن بتایا جاتا ہے اس کے اور ملازمہ کے علاوہ کوئی تیسرا شخص بھی موجود ہوگا اور وہ بھی صورتاً اتنا بھیانک ـــــ یہ شخص جھاڑیوں سے نکل کر کچھ اس طرح بالکل اچانک زمرد کے قریب پہنچا تھا کہ زمرد کو اتنی بھی مہلت نہ مل سکی کہ وہ اپنی ملازمہ کو آواز دے سکے یا اپنے چہرے پر نقاب ڈال سکے، اجنبی زمرد سے مخاطب ہو کر بولا

اجنبی :۔ معاف کرنا زمرد، میں تم سے انتہائی بے تکلفی سے بات کرنے کی جرات کر رہا ہوں آج کئی دن سے میں تمہاری تاک میں تھا اور یہ موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ کسی طرح بالکل تنہائی میں تم سے چند باتیں کروں ـــــ یہ میری خوش قسمتی کہ مجھے آج یہ زریں موقع مل گیا ورنہ خدا معلوم میں کب تک تم سے باتیں کرنے کے لئے بھٹکتا پھرتا آج صبح سے ہی میں تمہارے مکان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا چنانچہ جیسے ہی تم اپنے مکان سے باہر نکلیں میں نے خاموشی کے ساتھ تمہارا تعاقب کیا ـــــ اور اس طرح یہاں اس باغ میں پہنچ گیا ـــــ تم میری بدصورتی دیکھ کر خوف زدہ نہ ہو میں اس باغ میں بھٹکنے والی کوئی بیدار روح نہیں بلکہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں ـــــ میرا نام حمید اللہ ہے اور میں بھی تمہاری طرح ایک فنکار ہوں میرے اور تمہارے فن میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا کہ تم ایک موسیقار ہو اور میں ایک مصور ـــــ "

جس آزادی اور بے تکلفی سے اس شخص نے زمرد سے گفتگو کی اس کا کم از کم یہ اثر زمرد پر ضرور ہوا کہ اس کے دل میں وہ فوری خوف نکل گیا جو اس کو اچانک دیکھتے

ہی اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ زمرّد کے چہرے کے یہ تاثرات دیکھ کر اور یہ اندازہ لگا کر کہ زمرّد اب اس کی طرف خوف زدہ نظروں سے نہیں دیکھ رہی ہے حمید اللہ کو اور بھی جراءت پیدا ہوئی اور اس نے زمرّد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنا شروع کیا۔

حمید اللہ:۔ زمرّد ــــــ واقعی تم ایک خوب صورت انسانی مجسّمہ ہو اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آج دہلی میں متعدد افراد باوجود اس مکروہ حقیقت کے کہ تم ایک پیشہ ور مطرب کی لڑکی ہو تم سے شادی کے خواہاں ہیں ــــــ اور مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی تردّد محسوس نہیں ہوتا کہ ان افراد میں سے ایک میں بھی ہوں ــــــ میں ــــــ جو واقعی پوری دیانت داری خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ یہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ زندگی کے آیندہ دن سکون اور اطمینان کے ساتھ بسر کرے ــــــ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ میرا جملہ سن کر تمہارے معصوم دل میں اچانک میری طرف سے نفرت اور حقارت کا ایک طوفان پیدا ہو گیا ہو گا لیکن تم میری پوری بات ضرور سُن لو ــــــ کیا تم سے لال قلعہ کے شاہزادہ والا قدر نے ــــــ یا اس مکار جادو گر کمال الدولہ نے ــــــ یا اس حیدر آبادی آوارہ رئیس توقیر علی خاں نے شادی کی درخواست نہیں کی ہے ــــــ ؟ اگر کی ہے تو تم ان تینوں افراد کے مقابلہ میں میری درخواست پر بھی غور کرو اور سوچو کہ ان تینوں کے مقابلہ میں ــــــ میں تمہارا کتنا بہترین رفیق حیات ثابت ہو سکتا ہوں ــــــ جبکہ وہ تینوں صرف تمہاری جوانی اور تمہارے حُسن کے بھوکے ہیں اور میں تمہاری محبت کا اسیر ہوں اور ایک عرصے سے تمہاری صورت کا دیدار کئے بغیر تم سے محبت کر رہا ہوں اور نہ صرف محبت کر رہا ہوں

بلکہ محبت کی اس آگ میں جلا بھی جا رہا ہوں ــــــ "

زمرد نے حمید اللہ کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور یہ سوچ کر وہاں سے روانہ ہونے لگی کہ جلد از جلد ملازمہ تک پہنچکر اس بدمعاش اجنبی سے نجات حاصل کرے لیکن حمید اللہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا

حمید اللہ:۔ "تم میری بات کا جواب دئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتیں زمرد ــــــ تمھیں میری پوری بات سننا پڑے گی اور اسی وقت اس کا جواب بھی دینا پڑے گا تم جانتی ہو کہ گانے بجانے کا پیشہ کرنے والوں کو لوگ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ شرفا کے نزدیک یہ پیشہ دنیا کا ذلیل ترین پیشہ ہے ــــــ اس لئے باوجود اس زندہ اور ٹھوس حقیقت کے کہ تم بالکل نیک اور پاکیزہ ہو کوئی شخص بھی تمھیں پاک دامن اور باعصمت سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا، دنیا تمھیں ایک خوب صورت کھلونا سمجھتی ہے اور سمجھتی رہے گی اور تمھارا استعمال یہ سمجھا جائے گا کہ تمھیں خریدا جائے تم سے دل بہلایا جائے اور پھر تمھیں پھینک کر کوئی دوسرا کھلونا خرید لیا جائے شہزادہ والا قدر ــــــ کمال الدولہ اور توقیر علی خاں سب اسی زمرے میں آتے ہیں صرف ایک میں ہوں جو واقعی تم کو اپنی زندگی کا رفیق بنانا چاہتا ہوں کیوں کہ میرے پاس دولت نہیں ہے جس کے بل پر میں تمھیں خرید سکوں، میرے پاس خوب صورتی نہیں جس سے میں تمھیں متاثر کر سکوں ــــــ میرے پاس صرف پرخلوص محبت کا بے انداز خزانہ ہے جسے میں تمھارے قدموں میں ڈھیر کر دینا چاہتا ہوں۔"

حمید اللہ کی زبان سے اپنے بارے میں یہ فحش خیالات سن کر زمرد کو جو صدمہ ہوا وہ اس سے قبل اسے کبھی نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی اس نے ضبط سے کام لیا اور یہ سوچنے

لگی کہ اس بھیانک انسان سے کس طرح نجات حاصل کی جائے —— اچانک زمرد کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی وہ پوری قوت کے ساتھ مدد کے لئے چیخنے لگی —— اس کو اس طرح چیختے دیکھ کر پہلے تو حمید اللہ مطمئن کھڑا رہا لیکن جب اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر اس کی نسوانی آواز کو سن کر کچھ لوگ یہاں آگئے تو اس کی ہڈی پسلی تک ایک کردی جائے گی تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا —— حمید اللہ کے جاتے ہی ملازمہ بھی وہاں پہنچ گئی —— جس کے دریافت کرنے پر زمرد نے اس سے تمام واقعہ بیان کر دیا —— الغرض جب زمرد اس پُر اسرار مقبرے سے باہر نکلی تو اس کے دماغ میں صرف ایک سوال گونج رہا تھا —— اور وہ یہ کہ کیا واقعی دُنیا اس کو ایک حسین کھلونا سمجھتی ہے —— ؟ کیا واقعی وہ ذلت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے؟ —— کیا واقعی وہ شریفوں میں شمار نہیں کی جاتی —— ؟"

گھر آتے آتے زمرد کا دل بھر آیا۔ ایک ایک کر کے تمام واقعات اس کو یاد آتے رہے حد یہ کہ وہ پلنگ پر لیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، ابھی وہ رو ہی رہی تھی کہ ملازمہ نے آکر یہ کہا کہ توقیر علی خاں ملنے کے لئے آئے ہیں بالکل غیر ارادی طور پر زمرد نے توقیر کو پردہ کروانے کے بعد اندر بلوالیا

زمرد:۔ (ملازمہ سے مخاطب ہو کر) ان سے پوچھو کہ غریب خانہ پر تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی

توقیر علی خاں:۔ یوں ہی میری طبیعت گھبرا رہی تھی میں نے سوچا کہ آپ سے ملاقات کر کے آپ سے اپنے ایک پُرانے سوال کا جواب بھی حاصل کروں

زمرد:۔ (ہمت سے کام لیتے ہوئے) مان لیجئے کہ میں آپ سے شادی کرنے پر رضامند

ہو جاؤں لیکن یہ بتایئے کہ کیا آپ کا خاندان، آپ کی سوسائٹی، آپ کا سماج اور آپکا حلقۂ احباب ایک موسیقار کی لڑکی کو آپ کے خاندان کی عزت سمجھنے پر تیار ہو جائے گا کیا کل دنیا اس پر اعتراض تو نہ کرے گی کہ آپ نے ایک پیشہ ور مغنی کی لڑکی سے شادی کرلی

اگر توقیر علی خاں کی تقدیر میں زمرد کی رفاقت لکھی ہوتی تو وہ سینہ تان کر یہ کہدیتا کہ اسے دنیا کے اعتراض کی پرواہ نہیں اور وہ زمرد سے بہو بیٹیوں کی طرح شادی کرنے کے لئے تیار ہے ـــــ یہی نہیں بلکہ اس کے اس جواب سے حمیداللہ کے الفاظ کا اثر بھی فوراً زمرد کے دل سے اُتر جاتا ـــــ لیکن اس کے نصیب میں تو اور ہی کچھ لکھا ہوا تھا، زمرد کے اس اچانک سوال نے دوبارہ اس کو مختلف شک و شبہات میں گرفتار کروادیا، اس کو یہ خیال آیا کہ آیا مجھے یوں بلا سوچے سمجھے خود کو ایک عورت کے جال میں مستقل طور پر پھنسنا چاہیئے یا نہیں ـــــ کہیں یہ کوئی سازش تو نہیں جو اس کے دشمنوں نے اس کی راہ میں حائل کی ہو ـــــ یہ ٹھیک ہے کہ وہ زمرد سے محبت کرتا ہے لیکن محبت کا مطلب یہ تو نہیں کہ زندگی کی آخری سانس تک کیلئے خود کو ایک قید خانے کے حوالے کرادیا جائے ـــــ توقیر کے ذہن میں ان خیالات کا پیدا ہونا تھا کہ اس کی نگاہوں کے سامنے مراد کی تصویر پھر گئی ـــــ اسکے دوست مراد کی تصویر جو اس کو ہمیشہ منع کرتا رہتا تھا کہ زمرد سے شادی کرنا خاندان کی سب سے بڑی ذلت کرانا ہے۔ مراد کے جملوں کو یاد کرتے ہی توقیر کو یہ محسوس ہوا جیسے ساری دنیا اس پر طعنہ زن ہے اس پر قہقہے لگا رہی ہے اس کا مذاق اُڑا رہی ہے اس کی توہین کر رہی ہے اور ذلت آمیز طریقہ پر اس کی ہنسی اُڑا رہی ہے ـــــ "

ان خیالات کا آنا تھا کہ توقیر علی خاں کے منھ سے بے ساختہ نکل گیا ــــــ "زمرد کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اور تم اپنی شادی دنیا کو دکھا کر دنیا کو بتا کر کریں ــــــ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ شادی بالکل خفیہ طریقے پر انجام پا جائے اور ہم دونوں دنیا اور سوسائٹی کی نگاہوں سے چھپ کر اپنی محبت کے گیت گائیں ــــــ"

توقیر علی خاں کا یہ جواب ایک زہریلے تیر کی طرح زمرد کے سینے پر لگا، ایک مرتبہ پھر اس کے کان میں حمید اللہ کی آواز گونجی ــــــ وفورِ غم سے وہ کانپ گئی اس نے اپنا سر پکڑ لیا اور شدتِ جذبات سے صرف اتنا کہہ سکی ــــــ "نوابصاحب سے کہو کہ اسی وقت میرے مکان سے باہر چلے جائیں اور دوبارہ کبھی یہاں آنے کی جرأت نہ کریں ــــــ"

اب توقیر کو احساس ہوا کہ اس نے کیا کہا تھا اور کتنی زبردست غلطی کی تھی اب اس کو یاد آیا کہ یہ وہی زمرد ہے جس سے شادی کی بھیگ مانگنے کے لئے وہ چند دن پیشتر یہاں آیا تھا، اب اس کو یہ خیال آیا کہ یہ سخت جملہ اس نے اسی زمرد سے تو کہا تھا جس کی خاطر اس نے حمید اللہ کو اپنے مکان سے نکالا تھا ــــــ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا، توقیر نے بہت چاہا کہ وہ اپنے جملہ کی صفائی کرے، زمرد کو سمجھائے کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا، اپنا جملہ واپس لے لیکن زمرد نے اس کی ایک نہ سنی ــــــ حد یہ کہ مجبوراً توقیر علی خاں بالکل دل شکستہ ہو کر اس کے مکان سے باہر نکل آیا

یہ بالکل عجیب بات تھی کہ زمرد کے مکان کے باہر اس کا دوست مراد اسکا انتظار کر رہا تھا ــــــ زمرد کے مکان سے باہر نکلتے ہی توقیر نے مراد کو دیکھتے

ہی اس نے کہا ـــــ "تم نے اور تمھاری بے جا نصیحتوں نے مجھے بزدل بنا دیا مجھے زمرّد کی نگاہوں میں ایک ذلیل اور خود غرض آوارہ انسان ثابت کر دیا۔ خدا کی قسم مراد ـــــ آج کا ایسا احساس ذلّت مجھے کبھی نہیں ہوا ـــــ ابھی میں مکان جاکر زمرّد کو خط لکھتا ہوں، میں اپنا دل چیر کر اس کے سامنے رکھ دوں گا میں اس سے معافی مانگوں گا میں اپنے الفاظ واپس لوں گا ـــــ شائد وہ مجھے معاف کر دے ـــــ اُف آج میں نے اس کے جذبات اور احساسات کی کتنی زبردست توہین کی ـــــ یہ میں تم سے کیا بیان کروں مراد ـــــ"

مُراد نہایت متحمل مزاج انسان تھا، چنانچہ اس نے اپنے دوست کی تمام ناراضگی برداشت کر لی اور توقیر علی خاں کی آپ بیتی سننے کے بعد انتہائی دانائی سے کام لیتے ہوئے بجائے اس کے کہ اس کو ناخوش کرتا اس سے بہت تسلی آمیز گفتگو کی اور توقیر علی خاں کو لعنت ملامت کی کہ اس نے جو بات زمرّد سے کہی وہ نہ صرف اخلاقی اعتبار سے بلکہ رسمًا اور رواجًا بھی نازیبا اور غلط تھی اس نے کہا "یہ ٹھیک ہے کہ میں تمھارا اور زمرّد کا نکاح پسند نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم اس سے ایک آوارہ انسان کی طرح خفیہ طور پر ناجائز تعلقات قائم کرلو، بلکہ سچ پوچھو تو اگر تم واقعی زمرّد سے محبت کرتے ہو اور یہ محسوس کرتے ہو کہ زمرّد کے بغیر تمہاری زندگی محال ہے تو میں تمھارے دوست کی حیثیت سے تم کو یہی مشورہ دوں گا کہ تم زمرّد سے شادی کر لو ـــــ لیکن بہرحال اب بھی کچھ نہیں گیا ہے، خوب سوچ سمجھ لو اور جلدی میں کوئی کام نہ کرو ـــــ"

توقیر علی خاں :- اب وقت ضائع کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں

کمال الدولہ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں کل رات تک ان کو اس سلسلے میں آخری جواب دے دوں گا اور پھر مجھے خود اپنے اوپر کوئی اختیار نہ رہے گا۔"

مُراد :۔ کمال الدولہ سے وعدہ ——— ؟ یہ میں نہیں سمجھا ذرا اس کو بھی واضح کرو تاکہ اس کی تفصیل کی روشنی میں کوئی مشورہ دیا جاسکے۔"

چنانچہ توقیر علی خاں نے اپنی اور کمال الدولہ کی تمام گفتگو مراد کو سُنادی لیکن نہ معلوم کیوں گفتگو کا وہ حصہ نہیں بیان کیا جو فرقہ کردگانہ سے متعلق تھا اور نہ یہ بات بتائی کہ خود اس کے مورث اس فرقہ کے ممبر رہ چکے ہیں، مراد جو کچھ چاہتا تھا اس کو اس قصہ سے معلوم ہو گیا اب اس نے توقیر کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ سمجھانا شروع کیا کہ کہیں یہ کوئی سازش نہ ہو ——— کمال الدولہ کی یہ ضد کہ توقیر زمرد سے شادی کرے ورنہ کردگانہ فرقہ میں شامل ہو جائے کسی زبردست خطرہ کا پیش خیمہ نہ ہو ——— اس نے توقیر علی خاں سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کمال الدولہ کو آخر اس میں کیا دلچسپی ہے کہ تمہاری شادی زمرد سے ہو جائے، آخر وہ تمہیں یہ حکم دینے کا حق کیسے پا گیا کہ کل آدھی رات تک تم اسکے سوال کا جواب دیدو بہرحال اس سلسلے میں میرا مشورہ یہ ہے کہ تم کمال الدولہ کے اس حکم کی دھجیاں اڑانے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ تم کمال الدولہ کے ذہنی غلام نہیں ہو تم جواب کا مقررہ وقت گزر جانے دو، تم اس کا یہ حکم نظر انداز کر دو، اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ تم آئندہ دو تین دن تک اس سے ملاقات ہی نہ کرو، اس نے تم سے کہا ہے کہ وہ تم سے کل آدھی رات کو ملے گا اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ یہ ملاقات نہ ہو اس لئے اس کی اس بات کو غلط ثابت کرنے کیلئے

ہم اور تم دہلی سے دور کسی ایسے پوشیدہ مقام پر چلے جائیں جہاں کمال الدولہ کے فرشتوں کو بھی خبر نہ مل سکے ۔۔۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ تم محض کمال الدولہ کے یہ ذہن نشین کرا دو کہ تم محض اس کے حکم کا بندہ بن کر زمرّد کا دامن اپنے دامن سے باندھنا نہیں چاہتے ۔۔۔ تم زمرّد کو خط لکھا بھی دو تین دن کے لئے ملتوی کر دو اور جب کمال الدولہ کی تولیت تم پر سے ختم ہو جائے تب تم چاہے زمرّد سے ملاقات کرو چاہے اس کو خط لکھو اور چاہے جا کر اس کے قدموں پر سر رکھ دو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔۔۔“

مراد کی بات سن کر توقیر عجب مخمصہ میں پھنس گیا ۔۔۔ بظاہر اسکے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنے دوست کے دلائل کو رد کر سکے ۔۔۔ پھر اس نے یہ بھی سوچا کہ کمال الدولہ اس پر جس طرح حکم نافذ کرتا تو وہ ایک خوددار آدمی کے لئے ناقابل برداشت ہے آخر کمال الدولہ کو یہ سب حقوق کہاں سے مل گئے، الغرض وہ اسی شش و پنج میں تھا اور چاہتا تھا کہ مراد کو اس کی بات کا جواب دے کہ مراد پھر بولا ۔۔۔ ” ہاں یہ کہنا تو میں تم سے بھول ہی گیا کہ آج میں درگاہ خواجہ نظام الدین میں فاتحہ پڑھنے گیا تھا واپسی میں اس پراسرار فارسی شاعر کے مقبرے کے نزدیک میری ملاقات تمھارے مصور دوست حمید اللہ سے ہوئی ۔۔۔ اُس نے مجھ سے بتایا کہ وہ بھی زمرّد سے شادی کی درخواست کر چکا ہے نہ صرف درخواست کر چکا ہے بلکہ اس سے اسی شاعر کے مقبرے میں ملاقات بھی کر چکا ہے ۔۔۔ توقیر ۔۔۔! وہ تو یہ کہتا تھا کہ زمرّد اس سے شادی کرنے پر نیم رضامند بھی ہے ورنہ پراسرار مقبرے کی تنہا شام میں اس سے ملاقات کرنے کی ضرورت کیا تھی ۔۔۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم ذرا اپنی زمرّد کے لچھّن دیکھ لو ـــــ بیک وقت تم سے، کمال الدولہ سے اور حمید اللہ سے شادی کے نامہ و پیام کر رہی ہے ـــــ"

مُراد کے منھ سے یہ نئی بات سُن کر توقیر علی خاں کے ہوش اُڑ گئے، اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ حمید اللہ اور زمرّد کے معاملات اس حد تک آگے بڑھ جائیںگے. کہ پرانی دہلی کے کھنڈرات میں ملاقاتیں بھی ہونے لگیں گی، کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ بولا ـــــ" حمید اللہ کی بات پر سو فیصدی یقین کر لینا میرے لئے ناممکن ہے کیوں کہ میں ابتداء ہی سے یہ بات جانتا ہوں کہ وہ اوّل درجہ کا جھوٹا اور گپّی ہے لیکن بہر حال تمہارا یہ مشورہ مجھے پسند ہے کہ مجھے کسی حال میں بھی کمال الدولہ کا تابعدار نہ بننا چاہیئے، مجھے تمہاری اس رائے سے بھی اتفاق ہے کہ ہم کو کل صبح ہی سے دہلی کے باہر چلا جانا چاہیئے اتنی دور کہ کمال الدولہ کو ہم دونوں کا نشان تک نہ مل سکے"

(۲۱)

دوسرے روز منھ اندھیرے دونوں دوست اعلیٰ نسل کے دو عربی گھوڑوں پر سوار ہو کر دہلی سے جوالا نام کے ایک پہاڑی مقام کی طرف روانہ ہو گئے، یہ پہاڑ دہلی سے ۶۰ میل دور شمال کی جانب واقع تھا اور اس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اس کے دہانے سے آگ نکلتی رہتی ہے ـــــ اکثر لوگ اِس منظر کو دیکھنے کیلئے

مؤلف اب یہ پہاڑ خاموش ہو گیا ہو کہا جاتا ہو کہ ۱۸۵۶ء کے شدید زلزلوں کے بعد پہاڑ سے آگ اور دھواں نکلنا بالکل بند ہو گیا۔ پہاڑ کا نام جوالا اس لئے تھا کہ ہزاروں برس پیشتر ایک دفعہ یہاں مہادیو جی نے آگ سے غسل کیا تھا۔ اب یہ مقام ہندوؤں کا تیرتھ استھان ہو اور دُور دور سے یاتری آتے ہیں۔

دور دور سے آتے، رات کو اس کے دہانے سے آگ اور دھواں نکلنے کا منظر بہت ہی دل کش ہوتا تھا چنانچہ مراد اور توقیر نے بھی فیصلہ کیا کہ ہماجوالا ہی چلا جائے، کمال الدولہ کا یہ وعدہ بھی جھوٹا ہوگا کہ وہ آدھی رات کو ہم سے ملاقات کرے گا اور یہ منظر بھی دیکھ لیا جائے گا۔ توقیر علی خاں جاتے وقت اپنے مکان پر کہہ گیا کہ اگر کمال الدولہ یا کوئی دوسرا شخص اس کے بارے میں دریافت کرے تو یہ کہہ دیا جائے کہ وہ آگرہ گئے ہیں ——— دوپہر ڈھلتے ڈھلتے وہ ہماجوالا کے دامن تک پہنچ گئے یہاں مسافروں کی سہولیت کے لئے ایک سرائے موجود تھی اس لئے دونوں نے یہ سوچا کہ شام تک اس سرائے میں قیام کیا جائے اور پھر کسی پہاڑی رہبر کو لے کر پہاڑ پر چڑھا جائے تاکہ اندھیرا ہونے تک اس مقام تک بہ اطمینان پہنچا جا سکے جہاں سے آگ اور دھواں نکلنے کا منظر اپنی تمام دل کشی اور رعنائی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے ——— کھانا کھانے کے دوران میں مراد نے توقیر سے کہا "یہ وہ جگہ ہے جہاں کے بارے میں کمال الدولہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہم لوگ یہاں ہو سکتے ہیں۔"

توقیر:۔ لیکن مجھے کمال الدولہ کی ناکامی کا یقین نہیں ——— تم نہیں جانتے وہ فوق البشر ہے غیب کے حالات جانتا ہے اور اس کے علم کی وسعت نہیں۔

مراد:۔ تم یقین کرو لیکن میں ان توہمات پر یقین نہیں کرتا، تمہاری باتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کمال الدولہ کے بارے میں یہ بھی سمجھتے ہو کہ جنات اور ارواح خبیثہ بھی اس کی تابع ہیں۔"

ابھی دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک پہاڑی گمڑان دونوں کے نزدیک

آکر کھڑا ہو گیا اور دست بستہ سلام کرنے کے بعد بولا —— "مجھے یقین ہے کہ حضور یہاں جوالا کی پاک آتش فشانی کی یاترا کرنے کے لئے آئے ہیں دن کو تو یہ آتش فشانی صاف طور سے دکھائی نہیں دیتی لیکن رات کی تاریکی میں اس کا منظر خوب ہوتا ہے، پھر آجکل پہاڑ کی حالت بھی خوفناک نہیں ہے بارش کے زمانے میں تو پہاڑ پر چڑھنا ہی بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ آپ حکم دیں تو میں پہاڑی خچروں کا بندوبست کروں ——"

توقیر کی اجازت پاکر پہاڑی گائڈ خوش خوش خچروں کا بندوبست کرنے چلا گیا۔

شام سے قبل اپنے گھوڑے سرائے والے کے حوالے کرنے کے بعد دونوں دوست خچروں پر سوار ہوکر پہاڑ کی جانب روانہ ہو گئے اور رات ہوتے ہوتے وہ بلندی پر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پہنچتے ہی ہر شخص کے دل میں خوف و دہشت سما جاتی ہو یہاں پہنچکر دونوں نے گائڈ کے مشورے سے اپنے خچروں کو بھی چھوڑ دیا اور پاپیادہ ہو گئے، گائڈ ایک مشعل اور تیل کی بوتل لئے ان کے ساتھ ساتھ تھا، چلتے چلتے مراد گائڈ سے مخاطب ہو کر بولا —— "حقیقت میں اس پہاڑ پر چڑھنا بڑا خطرناک اور ہمت کا کام ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ یہاں کی تفریح کرنے کے لئے بہت کم لوگ آتے ہیں"

گائڈ:۔ نہیں سرکار بعض بعض لوگ تو ایسے بہادر ہوتے ہیں کہ بلا ہماری مدد اور رہبری کے اس پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں ابھی کل کی بات ہے کہ تین آدمی بالکل تنہا اس پہاڑ پر چڑھ گئے واپسی پر میری ان سے ملاقات ہوئی تو ان میں سے ایک صاحب مجھ سے بولے کہ وہ اپنی قیمتی تلوار اوپر بلندی پر بھول آئے ہیں اور اگر میں پہاڑ پر چڑھ کر ان کی وہ تلوار اٹھا لاؤں تو وہ مجھے پانچ روپے انعام دیں گے —— تو سرکار ——

پانچ روپیوں کا انعام سن کر میرے منہ میں پانی بھر آیا ـــــ میں اسی وقت پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا جب اس مقام پر پہنچا جس کا پتہ ان صاحب نے بتایا تھا تو میں نے دیکھا کہ ان کی تلوار اسی طرح پڑی ہوئی ہے میں چاہتا تھا کہ لپک کر تلوار اُٹھا لوں کہ میں نے دیکھا کہ جوالا کی اُگلتی ہوئی آگ سے ایک شخص نکلا چلا آ رہا ہے۔ اس وقت وہاں کی ہوا ایسی زہریلی ہو رہی تھی کہ کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی کہ وہاں ٹھہر کر زندہ رہ سکے ـــــ اس شخص کو اس طرح اپنی طرف آتا دیکھ کر میرے پیر تو سنّو من کے ہو گئے قلب کی حرکت تیز ہو گئی اور میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی ـــ کہ یہ شخص میرے بالکل قریب بلکہ میرے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ـــ کیا بتلاؤں حضور ـــــ ایسی صورت تو میں نے آج تک نہیں دیکھی ـــــ"

توقیر:- اُف! آگ پر چل کر آیا تھا اس کی صورت تو بہت خوفناک ہو گی؟

گائڈ:- نہیں سرکار خوفناک نہیں بلکہ بہت خوب صورت بھگوان قسم یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ انسان ہے

مراد:- اچھا تو اس نے تم سے کوئی بات کی؟

گائڈ:- کچھ نہیں ـــــ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں حالانکہ میں اس کے اتنا نزدیک تھا جتنا کہ آپ کے نزدیک ـــــ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی آنکھیں خلا میں کسی کو تلاش کر رہی ہیں، ایک لمحہ میرے قریب رک کر وہ اسی زہریلے دھوئیں میں گھس کر دوبارہ اسی آگ میں روپوش ہو گیا ـــــ میں تو سمجھتا ہوں سرکار مجھے جوالا بھگوان کے درشن ہو گئے۔

گائڈ سے یہ واقعہ سن کر دونوں دوست دل ہی دل میں کانپ گئے لیکن محض یہ

ثابت کرنے کے لئے کہ وہ بہت بہادر اور نڈر ہیں انھوں نے اپنے چہروں پر خوف کے
تاثرات نہیں پیدا ہونے دیے اور بدستور آگے کی جانب بڑھتے گئے، اب یہ مختصر سا
قافلہ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گیا تھا ـــــــ اس جگہ سے پورے پہاڑ کا منظر انتہائی دلکش
دکھائی دیتا تھا، آتش فشاں کے دہانے سے سیاہ دھوئیں کے غبارے سے نکل رہے
تھے اور افق کی بلندیوں میں پھیلتے جا رہے تھے، دھوئیں کے وسط میں آگ کی
روشنی بالکل ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے پہاڑ کے سر پر قدرت نے جگمگاتے ہیروں کا
ایک مرصع تاج پہنا دیا ہے، آگ کی روشنی اتنی تیز تھی کہ گرد و پیش کا تمام علاقہ
اس سے روشن تھا، فضاء میں گندھک کی ہلکی ہلکی بدبو پھیلی ہوئی تھی ـــــــ اور
گہرے سیاہ آسمان پر جھلملاتے ہوئے ستارے اس طرح آنکھ مچولی کھیل رہے تھے
جیسے ان کی زندگی ہی مسرت کا دوسرا نام ہے توقیر علی خاں چونکہ مصور تھا اس لئے
اس منظر نے اس کی روح پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ وہ مجسم نقش حیرت بن گیا ـــــــ
اس موقع پر اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھرے ایسے خیالات
جن میں خوشی بھی تھی اور غم بھی ـــــــ زمرد بھی تھی اور کمال الدولہ بھی ـــــــ
اس نے مُراد کے کاندھے پر ہاتھ رکھدیا اور خاموشی سے قدرت کی اس حیرتناک
مصوری کا مطالعہ کرنے لگا ـــــــ اسے اس طرح کھڑے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر
ہوئی تھی کہ اچانک آتش فشاں کے دہانے سے ایک گرجدار آواز کے ساتھ آگ کا
ایک بہت بڑا انگارہ نکلا اور فضاء میں سیکڑوں فٹ اونچا اچھلنے کے بعد پہاڑ
کے نیچے گر کر ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ـــــــ ان آتشیں ٹکڑوں میں سے ایک
ٹکڑا توقیر سے چند گز کے فاصلہ پر بھی گرا جس سے تینوں آدمی بدحواس ہو گئے ـــــــ

مراد کے منھ سے تو ایک بھیانک چیخ نکل گئی اور گائڈ تک جو اِن مناظر کا عادی تھا سانس روک کر کانپ گیا اور بولا ۔۔۔ " حضور ۔۔۔ بس اب یہاں ایک منٹ ٹھہرنا بھی خطرہ سے خالی نہیں ۔۔۔ فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیے ایسا نہ ہو کہ آتش فشانی شروع ہو جائے ۔۔۔ "

مراد :۔ " لیکن میں نے تو سنا تھا کہ اب اس پہاڑ سے مسلسل آتش فشانی ناممکن ہے "

گائڈ :۔ آپ نے ٹھیک سنا تھا حضور ۔۔۔ لیکن کبھی کبھی جوالا بھگوان کو غصہ بھی آجاتا ہے اور وہ ناراض ہو کر آگ اُگلنے لگتے ہیں

ان دونوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آگ کا ایک دوسرا گولا پہاڑ کے دہانے سے نکل کر فضا میں اُچھلا ۔۔۔ اور ایک اتنی زوردار اور بھیانک آواز پیدا ہوئی کہ تینوں آدمی بے تحاشا ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔۔۔ ابھی وہ تینوں کچھ زیادہ دور بھی نہ گئے ہوں گے کہ دہانے سے نکلے ہوئے سیاہ دھوئیں کے ایک بگولے نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور توقیر اپنے دونوں ساتھیوں سے بچھڑ گیا ۔۔۔ توقیر نے اپنے گلے کی پوری قوت سے مراد اور گائڈ کو پکارا لیکن آتش فشانی کے شور میں اس کی آواز بالکل ڈوب گئی ۔۔۔ اس بھیانک ماحول میں اب توقیر بالکل اکیلا تھا ۔۔۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ چند منٹ کے بعد جب سیاہ دھوئیں کا یہ بادل منتشر ہو جائے گا تب وہ نیچے اُترے گا لیکن جب کافی دیر تک سابقہ کیفیت باقی رہی تو وہ ناک پر رومال رکھ کر نہایت بہادری اور استقلال کے ساتھ نیچے اُترنے لگا ۔۔۔ ابھی وہ کوئی پچاس قدم

ہی آگے گیا ہو گا کہ اس کی آنکھوں نے ایک ایسا خوفناک منظر دیکھا کہ اس کے قدم سو سو من کے ہو گئے اور وہ اس طرح کانپ گیا جیسے ملک الموت اس کی روح قبض کر رہا ہے —— اس وقت تک مطلع بالکل صاف ہو گیا تھا، سامنے کا راستہ بالکل صاف نظر آرہا تھا، آسمان پر چمکنے والے ستارے رہبری کر رہے تھے۔ ماحول پر ایک عجیب قسم کا سکوت طاری تھا، آتش فشانی کے دھماکے بتدریج سرد ہو گئے تھے —— لیکن پھر بھی لاکھ کوشش کرنے پر توقیر کے قدم اُٹھنے کا نام نہیں لے رہے تھے، اس پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا، پیشانی پر پسینے کے قطرے جم کر رہ گئے تھے اور آنکھیں انتہائی خوف و دہشت کے ساتھ اس خطرہ کو دیکھ رہی تھیں جو لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب آتا جا رہا تھا

یہ خطرہ ایک پر اسرار سایہ تھا جس کے چاروں طرف روشنی رقص کر رہی تھی سایہ اس کی جانب بڑھتا آرہا تھا اور ہر لمحہ کے بعد توقیر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ سایہ رفتہ رفتہ انسانی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے ایک ایسے انسان کی صورت جو اس دنیا کا نہیں اور کسی دنیا کا ہو سکتا ہے —— عام انسانوں سے قدوقامت میں بڑا —— مہیب —— اور پھر اس سایہ کے چہرے پر دو آنکھیں چمکیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح —— شائد ایک منٹ یا آدھے منٹ تک توقیر اس سایہ کو —— اور اس کے وجود کی آنکھوں کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد ان آنکھوں سے جیسے آگ کا دریا اُبل پڑا

توقیر بے ہوش ہو کر پگڈنڈی کے ایک گوشے میں گر چکا تھا۔

ادھر توقیر علی خاں پر تو یہ حادثہ گذرا اور ادھر مُراد اور گائڈ بخیریت تمام اس مقام تک پہنچ گئے جہاں انھوں نے خچر چھوڑ رکھے تھے ـــــ جب ان کے حواس ٹھیک ہوئے اور سانس درست ہوئی تو انھیں توقیر علی خاں کا خیال آیا ـــــ مراد کو یہ سوچتے ہی الجھن شروع ہو گئی کہ اس کا دوست اس سنسان پہاڑی پر جسکا ہر گوشہ بظاہر آگ اور جلتی ہوئی راکھ اُگل رہا ہے آخر کہاں رہ گیا ـــــ چنانچہ جب تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی توقیر علی خاں نہیں آیا تو اس نے گائڈ کو انعام کا لالچ دے کر اس کے لئے راضی کیا کہ وہ توقیر کو تلاش کر دے ـــــ اب پہاڑی راستہ بالکل صاف نظر آ رہا تھا، تاروں کی روشنی میں ہر چیز بالکل صاف دکھائی دے رہی تھی اس لئے دونوں توقیر کو تلاش کرنے کے لئے دوبارہ اسی راستہ پر واپس ہو گئے ـــــ ابھی وہ کچھ زیادہ دور نہ گئے تھے کہ انھوں نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ دونوں قریب آئے تو مراد نے اپنے دوست کو پہچان لیا اور گائڈ سے کہا ـــــ "پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ توقیر علی خاں بخیریت مل گئے ـــــ" لیکن گائڈ کی گھگھی بندھ چکی تھی ـــــ مراد کی بات کا جواب دینے کے بجائے وہ اس طرح چیخا جیسے کسی نے اس کی گردن پر چُھری چلادی ہو ـــــ اس کی یہ حالت دیکھ کر مراد نے کہا "کیوں یہ اچانک تمھیں کیا ہو گیا

گائڈ:- (لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں) بھگوان مجھے بچاؤ ـــــ یہ تو وہی آدمی ہے جو دیوتا کے روپ میں اس رات کو مجھے ملا تھا جبکہ میں پہاڑی پر گم شدہ تلوار تلاش کر رہا تھا۔

مراد:- غور سے دیکھو۔ کیا یہ وہی ہے۔

گائڈ:- ہاں سرکار ـــــ بالکل وہی۔ فرق صرف یہ ہے کہ آج یہ آدمیوں کے بھیس میں ہے

توقیر کے نزدیک آنے پر مراد نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بالکل زرد تھا لیکن اسکی آنکھیں ایک بڑی خوفناک کہانی بیان کر رہی تھیں ـــــ اب اس نے دوسرے آدمی کو غور سے دیکھا ـــــ اف ـــــ مراد کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا سا چھا گیا ـــــ یہ آدمی کمال الدولہ تھا۔

کمال الدولہ :۔ مراد صاحب میں نے آپ کے دوست سے کہہ دیا تھا کہ میں آج رات کو ان سے ملاقات ضرور کروں گا ـــــ حالانکہ آپ نے میری پیشین گوئی کو غلط ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ـــــ !

مراد :۔ (سخت حیرت کے ساتھ) لیکن توقیر آپ کو کہاں ملے ؟ کس حالت میں ملے ؟

کمال الدولہ :۔ میں نے آپ کے دوست کو پہاڑی پگڈنڈی کے کنارے پڑا ہوا پایا غالباً جوالا کے دہانے سے نکلی ہوئی زہریلی ہوا نے ان کو بے ہوش کر رکھا تھا اگر مجھے ایک منٹ کی بھی تاخیر ہوتی تو یہ کروٹ لیتے ہی سیکڑوں فٹ گہرے کھڈ میں گر پڑتے ـــــ بس یہ ساری کہانی ہے۔ اب آپ خود انصاف کیجئے کہ اگر میں نے وہ پیشین گوئی نہ کی ہوتی جس کو آپ نے غلط کرنا چاہا تو آپ کا یہ عزیز دوست اب تک اس جہان کو چھوڑ چکا ہوتا

مراد :۔ کچھ بھی ہو یہ اسرار میری عقل سے باہر ہے۔

کمال الدولہ :۔ اچھا ہی ہے جو یہ باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آتیں ـــــ اب آپ چلیئے ـــــ میں توقیر کو ساتھ لے کر آتا ہوں ـــــ نہ معلوم کیوں گائڈ ہماری آپ کی گفتگو کے دوران ہی میں بھاگ گیا ہے اور اب آپ کا نیچے والی سڑک پر انتظار دیکھ رہا ہے

سخت حیرت کے عالم میں مراد نے پلٹ کر دیکھا تو واقعی گائڈ غائب تھا، خوف اور غصہ کے ملے جلے جذبات کے زیر اثر وہ خچر پر سوار ہو کر نیچے کی طرف روانہ ہو گیا ــــــ نہ معلوم کیوں اس نے مڑ کے بھی نہ دیکھا کہ توقیر علی خاں کا کیا عالم ہے

مراد کے چلے جانے کے بعد کمال الدولہ نے توقیر علی خاں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر جو در اصل ایک بالکل بت کی طرح خاموش اور مبہوت کھڑا تھا کہا، " میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرو اور اس سلسلے میں اپنے دل کے علاوہ اور کسی سے مشورہ نہ لو، اس میں شک نہیں کہ تمہارے یہ دوست مراد فہمیدہ ہیں مگر تم ان سے رائے نہ لینا، کیوں کہ ان کا مشورہ میں تمہارے حق میں بہتر نہیں سمجھتا ــــــ میں جانتا ہوں تمہاری زندگی ابھی تجربوں سے خالی ہے لیکن بہر حال تمہاری زندگی میں اب وہ وقت آگیا ہے جب کہ عقل خود بخود آجایا کرتی ہے ــــــ اس لئے اس عقل کی روشنی میں اب تم خود فیصلہ کرو ــــــ اور آج ہی رات، میں مجھے میرے سوال کا جواب دے دو، میں آج کی رات تمہارے ساتھ ہی سرائے میں قیام کروں گا

توقیر علی خاں :- (چند لمحات تک توقف کرنے کے بعد) قسم خدا کی ــــــ آپ کی باتیں، آپ کی شخصیت اور آپ کے خیالات کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے ــــــ بہر حال آج آپ نے میری زندگی بچائی ہے اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنی یہ یہ زندگی بالکل آپ کے حوالے کر دوں ــــــ میں سچ کہتا ہوں آج میری نظروں نے جو کچھ دیکھا ہے اس نے زمرد کی تصویر تک میرے دل سے محو کر دی ہے، اب تو محبت سے زیادہ مجھے ایک اور چیز کی لگن لگ گئی ہے ــــــ یعنی فوق البشر بننے کی لگن۔ آج میں نے قدرت کا ایک سربستہ راز معلوم کر لیا آج مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ اگر انسان

چاہے تو وہ دنیا میں کیا کچھ کر سکتا ہے ۔۔۔ اس لئے آپ ابھی اور اسی وقت میرا فیصلہ سُن لیجئے، میں آپ کو اپنے ان مورث کی قسم دلاتا ہوں جو آپ کے پر اسرار فرقہ کے رکن بن چکے ہیں، میں آپ کو آپ کے فرقہ کے قواعد وضوابط یاد دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ہاتھ میں لے لیجئے، مجھے علوم باطنی سکھا یئے ۔۔۔ مجھے آگے بڑھایئے میں بالکل آہنی ارادوں کے ساتھ اپنا یہ فیصلہ آپ کو سنا رہا ہوں اور آپ سے یہ حتمی وعدہ کر رہا ہوں کہ میں آج سے اس عورت کا تصور بھی اپنے دماغ سے نکالے ڈال رہا ہوں جس کے لئے میں کل تک اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے تیار تھا ۔۔۔ !!

کمال الدولہ:۔ لیکن میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ تم اس مسئلہ پر خوب اچھی طرح سے غور کر لو۔ ایک طرف زمرد ہے سکون واطمینان کا گھر ہے عزت اور مسرت سے بھرپور ازدواجی زندگی ہے اور دوسری طرف بالکل تاریکی ہے، ترک نفس ہے، دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے دوری ہے۔

توقیر علی خاں:۔ آپ مجھ سے پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ زمرد کو پا لینے کے بعد میری زندگی معمولی آدمیوں کی سی ہو گی اور اگر اس کا خیال دل سے نکال دوں تو آپ مجھے اپنا شاگرد بنالیں گے ۔۔۔ میں زمرد کے مقابلہ میں علم اور طاقت کا غیر فانی کمال حاصل کر لینا چاہتا ہوں

کمال الدولہ:۔ نادان نوجوان ۔۔۔ یہ مت بھولو کہ علم اور طاقت سے دنیا وی خوشی حاصل نہیں ہوا کرتی۔

توقیر علی خاں ہو سکتا ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن علم اور طاقت بہرحال خوشی سے بہتر ہے اور اسی لئے میں زمرد کے نام سے توبہ کرتا ہوں، میں محبت کی انتہائی جڑیں

تک کاٹے دیتا ہوں، میں آج سے دنیا کی ہر خوشی چھوڑے دیتا ہوں، میں تنہائی تکلیف اور اذیت کا خیر مقدم کرتا ہوں محض اس لئے کہ میں آپ کی شاگردی ہی دنیا کی معراج سمجھتا ہوں

کمال الدولہ:۔ اچھا خیر —— یہ لو سرائے آگئی جہاں تمہارا دوست مراد بے چینی سے تمہارا انتظار دیکھ رہا ہے —— میں سمجھتا ہوں اب میرے لئے یہاں رُکنا بالکل بے کار ہے۔

توقیر علی خاں:۔ لیکن میری التجا کا جواب ——

کمال الدولہ:۔ میں تم سے کل اسی وقت دہلی میں مل کر تمہاری بات کا جواب دیدوں گا۔

یہ کہہ کر کمال الدولہ فوراً پیچھے کی طرف مڑ گئے اور بہت جلد پہاڑوں میں غائب ہو گئے —— توقیر تھوڑی دیر تک تو نقشِ حیرت بنا سنسان پہاڑوں کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے بعد اپنے دوست مراد کے پاس آگیا —— اب جو مراد نے اس کو بغور دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ پچھلے چند گھنٹوں کے اندر توقیر علی خاں کی حالت میں سخت تبدیلی آگئی ہے، جوانی کا رنگ و روغن بالکل اُڑ گیا ہے، چہرے پر بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگے ہیں اور ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے اس ایک رات نے اس کی عمر کو تقریباً بیس سال آگے بڑھا دیا ہے ساری رات مراد اور توقیر علی خاں میں باوجود انتہائی دوستی ہونے کے کوئی خاص بات نہیں ہوئی اور صبح ہوتے ہی دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے —— دوپہر ڈھلتے ڈھلتے جب دونوں دہلی میں داخل ہوئے تو تھکن نے ان کو اس قابل نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی جگہ بیٹھ کر کل کے حادثے پر کوئی بات کرتے

اپنے مکان پہنچ کر توقیر ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر گذری ہوئی کل کے واقعات پر مسلسل غور کرتا رہا ــــ نہا جوالا کے زہریلے دھوئیں سے ایک طویل سائے کا برآمد ہونا، پھر اس سائے کا دھیرے دھیرے انسانی سانچہ میں ڈھلنا ــــ گھورتی ہوئی انگارے نما آنکھیں اور پھر ــــ انسانی سانچے کا کمال الدولہ میں تبدیل ہونا ــــ سوچتے سوچتے اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دماغ میں ایک بھٹی سی سُلگ گئی ہے اور اس کا سارا ماضی، اس کے سارے ابتدائی پروگرام ــــ اس کے تمام سابقہ منصوبے اس آگ میں جل کر فنا ہوئے جارہے ہیں اور وہ ایک نیا انسان بن کر دنیا کے سامنے آرہا ہے ــــ کل کے واقعات کو یاد کر کے توقیر علی خاں کو ڈر بھی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے بعد کے واقعات اور پھر ان کے ردِ عمل نے اس کے مفلوج دماغ پر مسلسل چوٹیں کیں ــــ اور آئندہ زندگی کی نئی امیدوں اور نئے خیالات نے اس کے دل و دماغ کو کچھ اس طرح بے چین کیا کہ وہ گھبرا کر اٹھا اور اس نے اپنے کمرے کی کھڑکیاں تازی ہوا آنے کے لئے کھول دیں ــــ سامنے سڑک پر موت کا سا سکوت طاری تھا، چاند سے شرمائے دھندلے دھندلے ستارے اپنی کمزوری پر ماتم کرتے ہوئے جیسے دنیا کو درس دے رہے تھے کہ کمزور رہ کر زندہ رہنے سے بہتر موت ہے ــــ رات کی اس کیفیت نے توقیر کی خواہشات کو اور اُبھارا ــــ فوق البشر بننے کی اُمنگ نے اس کو بالکل نیم دیوانہ بنا دیا اور اس کی روح اوپر بلندیوں پر پرواز کرنے کے لئے بے چین ہو گئی ــــ توقیر علی خاں کے دیکھتے ہی دیکھتے دُور بہت دُور نیلے آسمان کی بلندیوں سے ایک ستارہ ٹوٹا اور ستاروں کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا فضاء کی لامحدود وسعتوں میں گم ہو گیا۔

(۲۲)

زمرّد اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی گذرے ہوئے واقعات پر غور کر رہی تھی کہ اچانک اس کی ملازمہ نے باہر سے آکر کہا کہ کمال الدولہ دہلی سے باہر جا رہے ہیں ان کا قافلہ تقریباً تیار ہو گیا ہے تمام سامان گاڑیوں پر لادا جا چکا ہے لیکن لاکھ دریافت کرنے پر بھی یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کس جگہ جا رہے ہیں۔ ملازمہ کی لائی ہوئی یہ خبر سن کر زمرّد کے دل پر ایک چوٹ سی لگی، اس نے دل ہی دل میں سوال کیا ـــــ کیا واقعی کمال الدولہ دہلی سے جانے والے ہیں، کیا وہ اب کبھی ان کی صورت کا دیدار نہ کر سکے گی ـــــ لیکن آج تو وہ رات ہے جب کہ کمال الدولہ نے کچھ بھی کیوں نہ ہو اس سے ملنے کا حتمی وعدہ کیا ہے ـــــ کاش وہ آ جائیں، کاش وہ ان سے کہہ سکے کہ جس توقیر علی خاں کی وہ سفارش کرتے تھے اس نے شادی کے نام پر کتنا احمقانہ جواب دیا ہے ـــــ" اسی طرح دل ہی دل میں باتیں کرتے کرتے تقریباً آدھی رات گذر گئی، آخر تھک کر زمرّد نے چاہا کہ وہ خواب گاہ جا کر آرام کرے کہ اچانک گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز اس کے کانوں میں آئی، پھر کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اس کا دل دھڑکنے لگا لیکن مانوس آواز سن کر اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی اور اس نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

کمال الدولہ نہایت آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے مکان میں داخل ہوئے، وہ سفری لباس پہنے ہوئے تھے اور سر پر ایک ایسی ٹوپی پہنے ہوئے تھے جو انکے چہرے کو ایک بڑی حد تک چھپائے ہوئے تھی ـــــ انھوں نے آتے ہی مضطربانہ انداز

ہیں کہا "زمرّد ——— !!! میں ایک مرتبہ پھر تمھیں ایک المناک خطرے سے بچانے آیا ہوں، اس وقت تمھارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے ——— یا تو تم اسی وقت میرے ساتھ بھاگ چلو اور یا پھر شہزادہ والاقدر کی داشتہ بن کر رہنا قبول کرو، میں سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو اپنے ساتھ چلنے پر کبھی آمادہ نہ ہوتا لیکن شائد تمھیں یہ بات نہیں معلوم کہ توقیر علی خاں ہرگز ہرگز تمہارے قابل نہیں ہے اس لئے تم مجھ پر مکمل بھروسہ رکھو اور اسی وقت میرے ساتھ چل دو ——— "

زمرّد :- لیکن پھر یہ تو نہ ہوگا کہ آپ مجھے کسی دوسرے کے حوالے کر دیں کہیں آپنے میرے لئے کوئی دوسرا توقیر علی خاں تو منتخب نہیں کر لیا ہے،

کمال الدولہ :- نہیں زمرّد ——— نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں تمھیں یہ بھی یقین نہیں دلا سکتا کہ مجھے تم سے وہ محبت ہے جسکا تم خواب دیکھا کرتی ہو

زمرّد :- (ایک خاص ادا سے) تو پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے، میری قسمت میں جو کچھ لکھا ہوگا میں اس کو برداشت کروں گی۔

کمال الدولہ :- اب تم وقت برباد نہ کرو۔ ذرا غور سے سنو میرا گھوڑا ہنہنا رہا ہے اس کی یہ آواز بھی آنے والے خطرے سے خبردار کرتی ہے، جلدی کرو ورنہ تم!

زمرّد :- (بات کاٹ کر) جب آپ کو میرے خوابوں تک کا حال معلوم ہے تو آپ، وہ بات پسند کیوں نہیں کرتے جو میری روح کی گہرائیوں تک میں پوشیدہ ہے۔

کمال الدولہ :- تم اپنے ساتھ مجھے بھی خطرناک تباہیوں میں پھنسانا چاہتی ہو، کاش تمھیں معلوم ہوتا کہ تم مجھ سے کیا مانگ رہی ہو اور اس کے دے دینے سے میرا کتنا بڑا نقصان ہوگا (زمرّد کے نزدیک آکر) بہر حال تم میرے ساتھ نکل چلو کم از کم

میری دوستی، میری رفاقت، اور میری لازوال قوت پر تو اعتبار کرو ____"

زمرّد:۔ "ان سب پر اعتماد کر وں لیکن محبت پر نہ کروں ____"

زمرّد نے یہ الفاظ اتنے دردناک لہجے میں کہے اور پھر کچھ ان نظروں سے کمال الدولہ کی طرف دیکھا کہ کمال الدولہ کے ماتھے پر پسینہ آگیا ان کی سانس گرم ہوگئی اور وہ کانپ گئے ____ یعنی ایک ایسا شخص کانپ گیا جو دنیا کی ہر قوت کا مالک تھا اور جس کا وجود ساری دنیا کے لئے ایک سوال بنا ہوا تھا ____ کافی دیر تک زمرّد کی نگاہوں میں جھانکنے کے بعد انھوں نے ایک لمبا سانس لیا اور پھر انتہائی مدھم آواز میں کہا ____ "زمرّد ____ کاش تم اندازہ کر سکتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں ____"

کمال الدولہ اس کے بعد بھی کافی دیر تک خاموش رہے آخر انھوں نے پھر ہر خاموشی توڑا اور کہا ____ "زمرّد ____ تمہاری پہلی نگاہ بلکہ تمہاری پہلی آواز نے ہی مجھے تمہارا فریفتہ بنا دیا تھا، قسم خدا کی ____ تمہاری کشش نے پتھر میں جونک لگا دی ورنہ میرے ایسے انسان کے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ کسی عورت سے محبت کرنے کا تصوّر بھی کرے، میں نے چاہا کہ میں دہلی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں لیکن میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا ____ میں جہاں گیا تمہاری آنکھوں نے میرا پیچھا کیا اور راتوں کی تنہائیوں میں تم میرے قریب آگئیں ____ یقین جانو میں نے تم سے دور رہ کر تمہاری کتاب زندگی کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا اور محض تمہاری بہبودی کی خاطر یہ چاہا کہ تم کسی ایسے انسان سے شادی کر لیں جس کے ساتھ تمہاری زندگی عیش و آرام سے بسر ہوتی جب کہ میرے ساتھ تمھیں زندگی کا حقیقی

سکون میسّر نہ آئے گا ـــــ لیکن مشیت ایزدی کو شاید وہی منظور ہے جس کو میں

ٹالنا چاہتا تھا ـــــ "

زمرّد :۔ اگر میری محبت آپ کی راہ کی رکاوٹ ہے تو للّٰہ آپ کو میری محبت کی

قسم آپ میرا خیال تک دل سے نکال دیجئے"

کمال الدولہ :۔ نہیں زمرّد ـــــ تم میری باتوں کا غلط مطلب نہ نکالو ـــــ تم ابھی

ان اسرار سے ناواقف ہو جو ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں ـــ

بہرحال ایک بات ہیں اور کہہ دوں ـــــ اور وہ یہ کہ نہ تم جانتی ہو نہ جان سکتی

ہو کہ تمہاری محبت کس درجہ میری رگ وجاں میں سرائیت کر چکی ہے اور یہ کہ

میں محض تمہاری محبت کی خاطر اپنی زندگی کی ـــــ اپنے اصولوں کی حد یہ کہ اپنے

سرمایۂ حیات کی کتنی بڑی قربانی دے رہا ہوں ـــــ !!!

کمال الدولہ کے ان الفاظ نے زمرّد کے دل پر وہی اثر کیا جو شب زدہ

پھولوں پر نسیم سحر کے جھونکے کرتے ہیں اس کی نگاہوں کے سامنے ساری دُنیا

عشق و محبت میں ڈوب گئی اور وہ کمال الدولہ کے بازوؤں میں اس طرح سما

گئی جیسے کوئی پھول ڈالی سے ٹوٹ کر معطر کیاری کی گود میں چھپ جائے، زمرّد کی

اس حرکت کے چند لمحات کے بعد یکایک کمال الدولہ نے اس کو اپنے سینے سے

الگ کرتے ہوئے کہا ـــــ "زمرّد ـــــ ہوا کی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں سُن رہی

ہو ـــــ جس طرح یہ ہوا ایک طرف سے آتی اور دوسری طرف سے نکل جاتی ہے

اسی طرح تم نے میری آغوش میں سما کر اور میرے دھڑکتے ہوئے دل پر اپنا نرم و

نازک دل رکھ کر میری وہ قوت مجھ سے نکال دی جس کے ذریعہ میں اب تک

تمہاری حفاظت کرتا تھا، تمھیں بچاتا رہتا تھا اور تمھیں آیندہ خطرات سے آگاہ کرتا رہتا تھا، آج تم نے میری قوت میں اپنے لئے ایک تنگاف سا پیدا کر دیا ــــــ آج سے تمہارے لئے میں عام انسانوں میں سے ایک انسان ہو گیا ــــــ مگر خیر ــــــ اب جلدی کرو ــــــ اور یہاں سے نکل چلو۔ خدا کرے میری اور تمہاری پاکیزہ محبت مجھے اس قوت کا نعم البدل دے دے جو مجھ سے اس وقت چھن گئی ہے۔"

کمال الدولہ کی یہ بات سن کر زمرّد نے اب کچھ بھی تامل نہ کیا، اس نے لپک کر ایک چادر اوڑھ لی اور چلنے ہی والی تھی کہ دروازہ توڑنے کی سخت آوازیں اس کے کانوں میں آئیں ــــــ کمال الدولہ یہ کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے کہ "یہ میری ہی غلطی تھی کہ میں نے باتوں میں اتنی دیر کر دی ــــــ" اچانک دروازہ کھلا اور زمرّد کا مکان مسلح نقاب پوشوں سے بھر گیا۔

ایک نقاب پوش:۔ فوراً اس لڑکی کو پکڑ لو ــــــ ایسے میں اس وقت مکان بالکل خالی ہے۔

دوسرا:۔ نہیں سرکار ــــــ میں نے اپنے کانوں سے یہاں ایک مرد کی آواز سُنی تھی جو کافی دیر سے زمرّد سے باتیں کر رہا تھا

دو مضبوط جوانوں نے زمرّد کو پکڑ لیا وہ مدد کے لئے چیخی، اس نے کمال الدولہ کو پکارا لاکھ لاکھ آوازیں دیں لیکن ــــــ !!! آخر ایک نقاب پوش نے بڑھ کر اس کے منھ میں رومال ٹھونس دیا اور وہ ایک دردناک چیخ کے ساتھ بے ہوش ہو گئی، جب اس کو ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک تیز رفتار گاڑی میں پڑی ہوئی ہے،

اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا ہے ہاتھ ایک ریشمی رسی سے بندھے ہوئے ہیں اور ایک خنجر بکف نقاب پوش گاڑی کے پائیدان پر کھڑا ہوا ہے ـــــ کافی دیر چلنے کے بعد گاڑی لال قلعے کے اندر داخل ہو کر ایک اندرونی محل کے پھاٹک پر کھڑی ہو گئی ـــــ اور چند لمحات کے بعد وہ شاہزادہ والا قدر کے خاص کمرے میں پہنچا دی گئی ـــــ زمرد اس کس مپرسی کے عالم میں خود سے صرف یہی سوال کر رہی تھی کہ کمال الدولہ اس کے قریب کھڑے تھے جب نقاب پوش اس کے مکان میں داخل ہوئے لیکن انھوں نے ان کا مقابلہ کیوں نہ کیا وہ ایک ہی لمحہ میں آخر غائب کہاں ہو گئے ـــــ وہ کہیں نہیں چھپے، وہ کہیں نہیں گئے ـــــ وہ کسی طرف نہیں بھاگے ـــــ پھر وہ ہوئے کیا ـــــ اور ہاں عین اس وقت جب کہ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا جا رہا تھا، یہ کون تھا جس نے کہا ـــــ "موقف یہ تماشہ دیکھنے کے لئے تمہارا سقیفہ بھی یہاں موجود ہے" زمرد نے سوچا ـــــ "یہ موقف کون ـــــ؟ یہ سقیفہ کون ـــــ؟ یا اللہ یہ کیا بھید ہے ـــــ سوچتے سوچتے زمرد ایک مرتبہ پھر بے ہوش ہو گئی

۲۳

جس کمرے میں زمرد کو چھوڑا گیا تھا وہ مغلوں کے مذاق کے مطابق خوب سجا ہوا تھا، چاروں طرف آئینے لگے تھے دیوار سے متصل ایک اعلیٰ قسم کی مسہری بچھی ہوئی تھی اور اس پر پھولوں کی چادر اس طرح پڑی ہوئی تھی جیسے حجلۂ عروسی میں دلہن کی مسہری بچھی ہوئی ہو ـــــ بے ہوشی کے بعد اس مسہری پر لیٹے لیٹے جب زمرد کی آنکھ

کھلی تو سب سے پہلے اسے کمال الدولہ کا خیال آیا کہ کہیں نقاب پوشوں نے انھیں دروازے پر ہی قتل کر کے تو نہیں ڈال دیا اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اپنی زمرّد کو بچانے کے لئے ابتک کیوں نہیں آئے ـــــ اس فکر میں ابھی اس کا زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ اسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جس کو سنتے ہی وہ مسہری سے اٹھ کھڑی ہوئی، اور اس انداز سے کھڑی ہوئی جیسے وہ آنے والے ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیئے پوری طرح تیار ہے۔ اس وقت اسکی آنکھوں میں ایک نئی روشنی اور رگوں میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ـــــ اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ خواہ زندگی رہے یا چلی جائے کمال الدولہ کی عزت و عصمت پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا ـــــ اچانک دروازہ کھلا اور شاہزادہ والا قدر جھومتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

شہزادہ :- آہ میری جان ـــــ مجھے امید ہے کہ تمھاری محبت کے جوش میں تمھیں گھر سے زبردستی اٹھوا کر میں نے جو سخت غلطی کی ہے اس کو تم معاف کر دوگی۔

یہ کہکر اس نے زمرّد کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر وہ جھٹکا دے کر الگ ہو گئی۔ شہزادہ بولا ـــــ " تو یہ ہے رخی ـــــ یہ انداز ـــــ ارے ظالم تیری انہیں اداؤں نے تو مجھے مارا ہے، مگر زمرّد یاد رکھو کہ اب دنیا کی کوئی قوت تمھیں اس قلعے کی بلند دیواروں کے باہر نہیں نکال سکتی، بس اب تم صرف میری ہو اور وہ دن بلکہ وہ لمحہ بھی زیادہ دور نہیں ہے جب میں تمھیں باقاعدہ اپنی بیگم بنانے کا بھی اعلان کر دوں گا ـــــ اور اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا سارا غصہ ختم کر کے مجھے اپنا غلام بلکہ خادم بننے کی اجازت دے دو

زمرّد:۔ (نہایت ہمت و بہادری کے ساتھ) آپ کا یہ خیال بلکہ بے کار ہے کہ میں آپ کے قبضہ میں ہوں یا آپ مجھے اپنی نام نہاد بیگم بنا سکتے ہیں۔ آپ یہ خیال بھی اپنے دل سے نکال دیجئے کہ میں آپ سے کسی طرح مرعوب ہوں اور اس سلسلے میں آپ کے گوش گذار کر دینا چاہتی ہوں کہ آپ نے زبردستی میرا اغوا کر کے اپنے حق میں زہریلے کانٹے بو دئے ہیں۔

جس سنجیدگی اور بہادری کے ساتھ زمرّد کے منھ سے یہ الفاظ نکلے انکوسن کر والا قدر حیران رہ گیا اس کو ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ زمرّد اتنی جرأت کے ساتھ اسکو اس طرح کا روکھا جواب دے گی لیکن چونکہ وہ انتہائی آوارہ فطرت اور ذلیل طبیعت کا انسان تھا اس لئے وہ زمرّد کے بالکل قریب جاکر اس سے بھی زیادہ عملی یا زبانی گرم جواب دینا چاہتا تھا کہ اس نے کمرے کے دروازہ پر دستک سُنی، پہلے تو وہ خاموش رہا لیکن جب دوبارہ آواز آئی تو اس امر پر سخت غصہ آیا کہ اس تخلیہ کے موقع پر کون وہ گستاخ ہے جو اس کا وقت برباد کرنا چاہتا ہے، انتہائی برافروختگی کے عالم میں اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ چوبدار سخت پریشانی کے عالم میں دست بستہ ہوکر کہہ رہا ہے ——— "خادم کا قصور معاف ہو ایک اجنبی جو اپنی پوشاک کے اعتبار سے تبت کی کسی خانقاہ کا معلوم ہوتا ہے فوراً باریابی کا خواستگار ہے، میں نے اسے بہت ٹالنا چاہا لیکن اس نے کچھ اس انداز سے گفتگو کی اور اپنی اتنی سخت ضرورت ثابت کی کہ اس آرام کدہ میں بھی میں نے آپ کو زحمت دے دی۔

شہزادہ:۔ لیکن اس بدتمیز کو کس گستاخ نے محل کے پھاٹک میں گھسنے دیا تھا۔

چوبدار:۔ "حضور ـــــ وہ کہتا ہے دشمنوں کی جان سخت خطرہ میں ہے آپ کے خلاف ایک زبردست سازش ہو رہی ہے جس کی تفصیل وہ خود اپنی زبان سے آپکو سنانا چاہتا ہے"

شہزادہ والا قدر یہ سن کر اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا رنگ بھی فق ہو گیا چنانچہ تھوڑی دیر تک وہ وہیں کھڑا سوچتا رہا اور اس کے بعد واپس آکر زمرّد سے بولا "زمرّد ـــــ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے زبردستی کوئی مقصد حاصل کرنا نہیں چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ تم خود حالات پر غور کر کے خود کو میرے سپرد کر دو، چنانچہ اس وقت ایک ضروری کام کی وجہ سے میں تم سے جدا ہو رہا ہوں تم آرام کرو اور خوب سوچ سمجھ کر مجھے اپنے فیصلے سے کل صبح تک مطلع کر دو ـــــ"

یہ کہہ کر شہزادہ تو چلا گیا لیکن زمرّد اپنی جگہ کھڑی نہ معلوم کیا کیا سوچتی رہی اور اسکے بعد اس نے نہایت اطمینان سے پورے کمرے کا جائزہ لیا کہ شاید بھاگنے کی کوئی راہ نکل آئے لیکن آخر کار وہ تھک کر دوبارہ اسی مسہری پر گر پڑی اور کمال الدولہ کے خیال میں رو رو کر آنسو بہانے لگی

ادھر شہزادہ وہاں سے نکل کر اس کمرے میں آیا جہاں وہ اجنبی اسکا انتظار دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ یہ اجنبی سر سے پیر تک ایک ایسی عبا پہنے ہوئے ہے جو قرون وسطیٰ میں مذہبی راہب پہنا کرتے تھے، اس کے چہرے کے خدوخال بھی بالکل عجیب وغریب تھے، رنگ سنولا تھا لیکن یا تو تمازت آفتاب نے اور یا پھر زمانے کے انقلابات نے اس کو تقریباً سیاہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ شمالی ایشیاء کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا، اجنبی کی پیشانی بہت اونچی تھی اور آنکھیں بالکل ساکت

تھیں جیسے وہ ٹھہر گئی ہوں۔ چنانچہ شاہزادہ کو ان ساکت و جامد آنکھوں سے آنکھیں ملانے کی جرأت نہ ہو سکی کیونکہ پہلی ہی نظر میں اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ اجنبی اس کی تمام سیاہ کاریوں سے واقف ہے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو ذلیل کر رہا ہے، پھر بھی اس نے جی کڑا کر کے پوچھا ——— "فرمایئے آپ کو مجھ سے کیا کام ہے ؟"

اجنبی :- (ایک باوقار لہجے میں) مغل شاہزادے ——— !تم اس کی اولاد میں سے ہو جس نے ایک پوری نسل کی قوتِ ارادی میں فولادی طاقت بھر دی تھی، تم تیمور کی اولاد ہو جس کے ساتھ پورے وسط ایشیا کی عظمت کی تاریخ وابستہ ہے اور میں اسی تیمور کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کو یہاں دیکھنے آیا ہوں، بہت دور سے آیا ہوں اور یہ دیکھنے کے لئے میں نے عمر کا طویل حصہ بھی گذارا ہے ——— ہو سکتا ہے تم میری بات کا یقین نہ کرو لیکن میں سچ کہتا ہوں چراغ کا تیل ختم ہو گیا ہے اور اس کے بجھنے میں اب زیادہ دیر باقی نہیں رہی

شہزادہ :- (انتہائی خوف زدہ ہو کر) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان بے مقصد باتوں سے تمھیں کیا حاصل ہو گا ؟ تم مجھے دھمکانے آئے ہو یا بقول خود مجھے کسی خطرہ سے آگاہ کرنے آئے ہو ؟ تم میرے دوست کی حیثیت سے یہ باتیں کہہ رہے ہو یا دشمن کی حیثیت سے ؟ صاف صاف بتلاؤ تمھیں مجھ سے کیا کام ہے تم یہاں کیوں آئے ہو ——— اور مجھے وہ کیا خطرہ ہے جس سے تم مجھے آگاہ کرنا چاہتے تھے،

اجنبی :- کمال الدولہ اور تمہاری خاندانی تلوار ——— بس یہی دو خطرے ہیں ———

شہزادہ :- (زوردار قہقہہ لگا کر) مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ تم اسی عیار اور

دھو کے باز کمال الدولہ کے ساتھی ہو ـــــ غالباً اب تم مجھ سے یہ کہو گے کہ اگر میں زمرد کو رہا کر دوں یا تمھارے حوالے کر دوں تو یہ خطرے ٹل جائیں گے ـــــ

اجنبی :۔ تمھیں آزادی ہے کہ تم میرے بارے میں جو چاہو سو چو۔ مجھے اس سے بھی انکار نہیں کہ میں کمال الدولہ سے واقف ہوں۔ تم بھی اس سے واقف ہو لیکن تم اس کی طاقتوں سے ناواقف ہو اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کن طاقتوں کا مالک ہے ، میں تمھیں زیادہ دیر تک اُلجھن میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتا اور اسی لئے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں کیا ہوں اور کہاں سے آیا ہوں ـــــ

تو سنو ـــــ !!! تمھاری پیدائش میں چار سو برس باقی تھے جب سمرقند اور بخارا میں تمھارے مورثِ اعلیٰ تیمور نے اُن علوم کی تلاش شروع کی جو مدرسوں اور خانقاہوں میں نہیں پڑھائے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں ان کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو دنیا کی نگاہوں سے بہت دور ہو کر ان علوم کا ماہر بن چکا تھا ـــــ اور اس شخص نے محض اپنی علمی قوتوں کے بل پر تیمور کو تیمور بنوا دیا۔ اس کو ہر جنگ میں فتحیاب کروا دیا، اس کو سات سلطنتوں کا بادشاہ بنوا دیا ـــــ اس شخص کا کا نام سقیف تھا جس کے جسم پر زمانے کی سردی اور گرمی کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا جو صرف اپنے کمرے میں بیٹھ کر ساری دنیا کو دیکھا کرتا تھا اور جس نے موت تک کو اپنے بس میں کر لیا تھا ـــــ یہ وہی سقیف ہے جس کو تم اس وقت اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ رہے ہو اور جو تم سے باتیں کر رہا ہے

شہزادے نے پہلے تو اجنبی کی باتوں کو بہت غور سے سنا لیکن آخری الفاظ سن کر اس سے نہ رہا گیا اور وہ انتہائی حقارت آمیز لہجے میں بولا ـــ مکار ـــــ

تو میری راسخ الاعتقادی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، کیا تو یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ تو وہی شخص ہے جس کا ذکر ظلِ الٰہی تیمور کے تذکروں میں ملتا ہے ـــــ اور کیا تو سمجھتا ہے کہ میں تیری باتوں پر یقین کر کے یہ مان لوں گا کہ تو ان کا ہم عصر ہے اور تیری عمر چار سو سال ہے ـــــ۔

اجنبی:۔ تمھیں میری ہر بات پر یقین کرنا پڑے گا بلکہ تمھیں تو یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ تیمور در اصل اپنی قدرتی موت سے نہیں مرے تھے بلکہ اسی سقیف نے جو اس وقت تم سے باتیں کر رہا ہے انھیں خفیہ طور پر زہر دے کر قتل کر دیا تھا ـــــ تم چونکو نہیں شہزادے ـــــ تیمور نے میرے حکم کی نافرمانی کی تھی اور نافرمانی برداشت کرنا میری فطرت میں داخل نہیں ہے، یہ ٹھیک ہے کہ میں ان کا قاتل ہوں اور محض میری وجہ سے وہ اتنی جلد موت کا شکار ہوئے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مجھے اُن سے محبت تھی اور یہی وجہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن کے نام لیواؤں کو کوئی نقصان نہ پہنچے ـــــ ہاں ایک بات اور تم سپاہیوں کو بلوانا چاہتے ہو (شہزادہ یہ سن کر کانپ گیا کہ اجنبی نے اس کے دل کی بات معلوم کر لی) لیکن تم بالکل غلط سمجھ رہے ہے سقیف دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا، موت کی لہریں صرف اس کے قدموں کا بوسہ لیتی رہتی ہیں اس کو ڈبونے کی جرأت نہیں کر سکتیں ـــــ تم غور سے میری بات سنو اور اس پر عمل کرو ـــــ میں پورے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ تمھیں سمجھاتا ہوں کہ تم کمال الدولہ سے ٹکر نہ لو، اس کا مقابلہ نہ کرو اور اپنی روح کو اپنی ناپاک خواہشوں اور شہوانی جذبوں کے حوالے نہ کرو، تمھارے سامنے ایک عمیق کنواں ہے اور اگر تم چاہو تو تم اس میں گرنے سے بچ سکتے ہو ـــــ

ربِ حقیقی کی قسم تمہاری آنکھوں میں اب بھی وہ چمک موجود ہے جو تیمور کی آنکھوں میں تھی تمہارے خدوخال سے خاندانی شجاعت اور شرافت ٹپکتی ہے، تم میں جوہر بھی موجود ہیں لیکن ان جوہروں پر کردار کی خرابیوں کا گرد و غبار اتنا جم گیا ہے کہ ان کی ساری آب و تاب اس میں دفن ہو کر رہ گئی ہے، یا در کھو دالاقدر ــــــ یہی وہ جوہر تھا جس نے سمرقند کے ایک معمولی انسان کو بامِ عروج پر پہنچا دیا تھا اور یہی وہ گرد و غبار ہے جو اس کے خاندان کو ذلّت اور گمنامی کے ایک گہرے غار میں ڈھکیلے دے رہا ہے۔ یہ دنیا جس قانون کی پابند ہے اس کے تحت بدکردار انسان بہت جلد تباہ ہو جاتے ہیں ــــــ اس لئے اب بھی موقع ہے کہ تم ہوش میں آجاؤ، تاریخ سے اور اپنے خاندان کے شاندار ماضی سے عبرت حاصل کرو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تم زندگی کے اس موڑ پر کھڑے ہو جہاں سے ماضی اور مستقبل میں صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ جاتا ہے ــــــ اور ماضی اور مستقبل دونوں آوازیں دیتے رہتے ہیں ــــــ مجھے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا اور جو کچھ میں سمجھانا چاہتا تھا وہ میں سمجھا چکا ــــــ اس لئے اب رخصت ــــــ !!

شہزادہ :۔ (انتہائی طیش کے عالم میں) دھوکے باز مسخرے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تجھے یہاں سے نکل جانے دوں، ذرا میں دیکھ تو لوں کہ تو کن قوتوں کا مالک ہے۔

یہ کہہ کر شہزادے نے سپاہیوں کو آواز دی جس کو سنتے ہی تقریباً بیس سپاہی کمرے میں گھس آئے ــــــ "اس منحوس کو گرفتار کر لو ــــــ" شہزادہ پوری قوت سے چیخا اور سپاہی اجنبی کی طرف لپکے، مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا جس کرسی پر شفیق بیٹھا تھا وہ خالی پڑی تھی اور وہ اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے اب تک اس کا وجود خواب و خیال کا سا تھا ــــــ شہزادہ یہ حالت دیکھ کر فرش پر گرا اور بیہوش ہو گیا۔

اس پر یہ بے ہوشی مسلسل بارہ گھنٹے طاری رہی حتیٰ کہ اسی عالمِ بے ہوشی میں جیسے کسی نے اس کے کان میں کہا ——— "آج تو تم نے میری دعوت کی تھی، دعوت کا انتظام نہیں کرو گے ———" اور جیسے اسے کسی نے جھنجھوڑ کر جگادیا ———

اُٹھتے ہی اس نے حکم دیا: "آج کمال الدولہ کی دعوت ہے، شاندار طریقہ پر انتظام کرو، تمام رئیسوں کو دعوت بھیج دو، مسٹر فریزر اور مسٹر والٹر کو بھی دعوت کہلوا دو۔ آج کی ایسی دعوت لال قلعہ میں آج کے بعد کبھی نہیں ہوگی ———"

شہر کے تمام حکیم یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ بالکل اچانک شہزادے کو طویل بیہوشی سے ہوش کیسے آگیا، اس کے تو دماغ پر فالج گر گیا تھا ——— یہ فالج کا اثر اتنی جلد کیسے ختم ہوگیا۔

(۲۴)

مہاجوالا کی ترائی میں کمال الدولہ کو اپنے فیصلے سے مطلع کر کے جب توقیر علی خاں اپنے مکان واپس آیا تو رات کو اسے ایسی نیند آئی جیسے وہ مہینوں کی جاگ کے بعد سویا ہو ——— صبح جب وہ اٹھا تو اس کا جسم بالکل ہلکا تھا اور اس کا دماغ اُن اُلجھنوں اور ان تفکرات سے بالکل خالی اور پاک تھا جو محض ایک دن قبل اسکو پریشان کرتے رہتے تھے ——— وہ واقعی خود کو ایک نیا انسان سمجھ رہا تھا، چنانچہ نہانے دھونے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے سوچا کہ جا کر زمرّد کو بھی اپنے فیصلہ سے مطلع کر دے اور یہ بتا دے کہ اس نے زمرّد کا خیال اپنے دل و دماغ کے ہر گوشے سے نکال دیا ہے، اسی ارادے کے تحت وہ اپنے مکان سے نکل کر پہلے تو مُراد کے مکان گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ کسی عزیز سے ملاقات کرنے گئے

ہی نمودہ تنہا زمرد کے مکان پہنچ گیا —— مکان پہنچ کر اس نے دروازے پر دستک دی

جب کوئی جواب نہ پایا تو کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بلا اجازت اندر پہنچ گیا

مکان میں بالکل موت کا سا سکوت طاری تھا اور زمرد کے کمرے کے باہر گلدان میں

پڑے ہوئے مرجھائے پھولوں کا گلدستہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا جیسے دو

دن سے ان پھولوں کو کسی نے نہیں بدلا ہے —— بدحواس ہو کر اس نے مکان کا

کونا کونا چھان مارا لیکن زمرد ہوتی تو اسے ملتی تنگ آکر انتہائی غم کے عالم میں جب

وہ زمرد کے خاص کمرے سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر میز پر پڑے ہوئے ایک لفافہ

پر پڑی جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا —— توقیر نے جلدی سے کانپتے ہوئے ہاتھوں

سے لفافہ کو چاک کیا —— یہ ایک خط تھا جس نے اس کے رہے سہے حواس بھی

باختہ کر دئے ۔

توقیر علی خاں ——

مجھے معلوم تھا کہ تم زمرد کو اپنے فیصلے سے مطلع کرنے کے لئے اس کے مکان ضرور

جاؤ گے اور اسی لئے میں یہ خط تمھیں اسی کے خالی کمرے میں جہاں اب زمرد دوبارہ

کبھی واپس نہیں آئے گی پہنچا رہا ہوں زمرد اس وقت شہزادہ والا قدر کے محل میں

قید ہے اور اس کے سپاہی اس کو اغوا کر کے وہیں لے گئے ہیں

اس خط کے لکھنے کا میرا مقصد یہ تھا کہ آج کی رات میں تمھیں ایک حیرتناک

ڈرامہ دکھانا چاہتا ہوں جو شہزادہ والا قدر کے محل میں کھیلا جائے گا

شہزادے نے آج رات کو میری دعوت کی ہے اور شہر کے تمام رئیسوں کو اس میں

مدعو کیا ہے، اس نے انتہائی فراخدلی سے کام لیتے ہوئے تمھیں بھی دعوت نامہ بھیج

دیا ہے جو تمھیں گھر پہنچتے ہی مل جائے گا، تم اس دعوت میں ضرور شریک ہونا کیوں کہ اس میں مجھے زہریلے پان کھلا کر ہلاک کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے

میں کسی کو قتل کرنا ایک بہت بڑا گناہ سمجھتا ہوں ورنہ میں والا قدر کو یقیناً موت کی نیند سُلا دیتا لیکن بہر حال میں اب باب کو بند ہی کر دینا چاہتا ہوں اس لئے تم آج کی دعوت میں وقت کی پابندی کے ساتھ پہنچ جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ انسان اپنے علم اور اپنی ریاضت سے کن کن چیزوں پر قدرت حاصل کر سکتا ہے

آج ہی رات کو میں تمھیں اپنے فرقہ میں بھی شامل کر لوں گا اور اس طرح میرا وعدہ پورا ہو جائے گا تمہارا

کمال الدولہ

زمرد کے مکان سے واپس ہو کر جب توقیر اپنے مکان پہنچا تو واقعی شہزادہ والاقدر کا دعوت نامہ اس کی میز پر موجود تھا

حالات کتنی تیزی سے بدل رہے تھے یہ سوچکر توقیر علی خاں کو چکر سا آگیا اور وہ انتہائی تردد اور پریشانی کے عالم میں اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اس نے سوچا کہ آج دعوت کے موقع پر وہ والاقدر کو تمام عمائدین شہر کے سامنے ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا خواہ اس کی جان رہے یا چلی جائے

(۲۵)

گرمی کی ایک حسین صبح تھی، آسمان پر دُھندلے دُھندلے تارے ابتک ایک دوسرے سے آنکھ مچولیاں کھیل رہے تھے اور دنیا میں اب تک رات کی خاموشی اور

تاریکی کا سکون باقی تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے عطر بیز جھونکے فضا میں ایک نغمہ سا بکھیر رہے تھے اور دور بہت دور نیلے آسمان کے ایک گوشے میں زرد چاند افق کی گہرائیوں میں اپنا منھ چھپاتا چلا جا رہا تھا ——— اس سہانے وقت میں دلی سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر سکندر لودی کے مقبرے کی مشرقی بارہ دری میں دو آدمی ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے ان میں سے ایک کمال الدولہ تھے اور دوسرا وہی سقیفت جسے کمال الدولہ نے خط بھیجکر کالپی کے کھنڈروں سے بلوایا تھا اور جس نے دلی پہنچتے ہی سب سے پہلے شہزادہ والا قدر سے ملاقات کی تھی

سقیفت :- میں مانتا ہوں کہ عورت کا وجود خدا کا تحفہ ہے اور اس کے بغیر زندگی ایک لق و دق صحرا دکھائی دیتی ہے لیکن اگر تم آزمائش کی یہ آخری ساعتیں بھی آہنی ارادوں کے ساتھ گذار دیتے تو تم کردگانہ فرقہ کے بانی کی اس بددعا سے بچ جاتے جس کی تم نے مجھ سے شکایت کی ہے، میں سچ کہتا ہوں سوقف کہ اگر تم اس آخری آزمائش میں پورے اُتر جاتے تو یہ ناممکن تھا کہ تم پر کسی حسین عورت کا جادو چل جاتا، بہرحال تم نے زمرد کو اپنی آغوش میں جگہ دے کر جو غلطی کی ہے اب اسکا کفارہ بالکل ناممکن ہے اور مجھے یقین ہے کہ قیامت تک تم اپنی اس غلطی پر پچھتاتے رہو گے کہ میں نے یہ غلطی کیوں کی

کمال الدولہ :- میں آپ کی بات سے انکار نہیں کرتا لیکن میں آپ سے یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ اپنی اس غلطی پر میں نہ اس وقت افسوس کر رہا ہوں نہ آیندہ کبھی کرونگا میں تو زندگی اسی میں سمجھتا ہوں کہ خوشی اور غم دونوں دوش بدوش چلتی ہوں جبکہ اس کے بالکل برعکس آپ دوسرے ہی نظریات کے حامل ہیں۔ اب آپ چند لمحات

کے لئے اپنی زندگی کا بغور تجزیہ کیجئے، آپ کی تخلیہ پسندی، آپ کی بے پناہ حد تک بڑھی ہوئی خود غرضی اور آپ کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا احساس برتری مجھے سخت ناپسند ہے، آپ کو نہ کسی سے محبت ہے نہ نفرت، نہ آپ کی کوئی خواہش ہے نہ احساس بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی مثال اس خواب کی سی ہے جو نہایت بدمزہ روکھا، پھیکا اور بے کار ہو ایسا خواب جو ذہن کو کبھی یاد بھی نہیں آتا

سقیف :- تم غلطی پر ہو موفق ـــــ یہ ٹھیک ہے کہ عشق و محبت کے جذبات میرے نزدیک ایک افسانہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، یہ بھی حقیقت ہے کہ میرے تمام جذبات و احساسات مر چکے ہیں لیکن تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں جانتا ہی نہیں کہ جذبات و احساسات ہوتے کیا ہیں؟ غالباً تم اس سے بھی انکار نہ کرو گے کہ مجھ پر ہزاروں سال کی عمر کا بوجھ لدا ہوا ہے، زندگی کے اس طویل سفر میں میری جوانی کا بہار افزا چمن بہت دور پیچھے رہ گیا ہے لیکن پھر بھی تھیں میری زندگی کے بہت سے واقعات یاد ہوں گے، یونان کی شہزادی "ایلانا" کی وارفتگی اور میری خاطر زندگی سے جدائی کا واقعہ تو ابھی کل کی بات ہے اب بتاؤ کہ کیا تمہاری زمرد اس شہزادی سے زیادہ خوبصورت ہے ـــــ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ جس طرح میں نے یونانی شہزادی کی خودکشی تک گوارا کر لی لیکن اپنے اصول نہیں چھوڑے اسی طرح تم بھی مقدس فرقہ کی خاطر زمرد سے دست برداری برداشت کر لو ـــــ؟ ہاں ایک بات اور ـــــ میں شہزادہ والا قدر کو اس کی زندگی کے اس بحرانی دور میں ضرور بچا لیتا کیوں کہ اس کے مورث نے ہمارے فرقہ میں شامل ہونے کے لئے سخت تکالیف برداشت کی تھیں لیکن لذت

نفس نے اس کے حواس کو بالکل معطل کر رکھا ہے اس لئے میں نے بھی اس کو اس کی قسمت کے حوالے کر دیا اور میں جانتا ہوں کہ اسکے مقدر میں کیا لکھا ہے؟

کمال الدولہ:۔ میرے دوست ——— میں چاہتا ہوں کہ اب ہم زمرّد کے بارے میں ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کریں اور صرف یہ سوچیں کہ ہمیں اپنے مقدس فرقہ کے مستقبل کے لئے کیا اقدامات کرنا چاہئیں، حقیقت یہ ہے کہ فرقۂ کردگانہ کے پیرؤں میں اب ہم ہی دو آدمی رہ گئے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اسکے ممبران کی تعداد میں اضافہ کریں اور نئے آدمیوں کو اس فرقہ میں شمولیت کی دعوت دیں میں مانتا ہوں کہ آپ کے سابقہ تجربوں نے آپ کو یہ سبق دیا ہے کہ شائد ہزار برس میں ایک آدمی ایسا پیدا ہوتا ہے جو اس فرقہ میں شامل ہونے کے قابل ہو لیکن اب آپ کو اپنا یہ نظریہ بدلنا ہوگا۔

سقیف:۔ میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا ———!

کمال الدولہ:۔ مطلب بالکل واضح اور صاف ہے، کیا آپ کو اپنے راستے میں قدم قدم پر ان لوگوں کے سر نہیں ملتے جو آپ کے شکار بن چکے ہیں ——— کیا آپکو ان مقتولوں کے ڈراؤنے چہروں سے رنج و خوف ٹپکتا نہیں دکھائی دیتا، کیا آپ اُن ہزاروں خودکشی کرنے والے بدحواس آدمیوں کی روحوں کو یہ نوحہ پڑھتے نہیں سنتے کہ آپ نے ان کو اپنے تجربوں کی قربان گاہ پر چڑھا دیا ——— کیا اب بھی آپ انکار کریں گے کہ آج کے انسانوں کو آپ کے طریقۂ تعلیم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے!

سقیف:۔ بالکل انکار کروں گا، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ ناکامیوں کا نعم البدل

کامیابیوں سے ہوجاتا ہے، میں کسی قیمت پر امید سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتا، اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ دن ایک نہ ایک دن ضرور آئے گا جب یہ مادی دُنیا ہمارے فرقہ کا لوہا مان جائے، ہم تری وخشکی کے فاتح کہلائیں اور ان گنہگار اقوام پر حملہ کرکے ان کو فنا کردیں جو اس دنیا کو گناہ میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور جن کے وجود کی وجہ سے یہ دنیا دوزخ کا نمونہ بنتی جارہی ہیں ـــــ میں مانتا ہوں کہ میری تجربہ گاہ ہزاروں انسانوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے لیکن وہ اسی قابل تھے کہ ان سے ان کی زندگی چھین لی جاتی اور اسی لئے میں تمہارا یہ مشورہ کسی حال میں تسلیم نہ کروں گا کہ مجھے اپنی تجربہ گاہ بند کرکے کردگانہ فرقہ میں شمولیت کی عام دعوت دینا چاہیئے، میں اپنے تجربات جاری رکھوں گا کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ اگر ہزار انسانوں میں سے ایک بھی میری کسوٹی پر پورا اترا تو میں ہزاروں انسانوں کی موت کے مقابلہ میں اس ایک کی زندگی بہتر سمجھوں گا ـــ چنانچہ میں تم کو بھی یہ مشورہ دوں گا کہ جس خوب صورت بلا کی خاطر تم اپنے دامن پر دھبہ لگا رہے ہو اس کو بھی تم اپنے فرقہ میں شامل کرنے کی سعی کرو اور اسکو بھی اپنا ہی جیسا بنالو، ذرا غور کرو ـــــ آج وہ جوان ہے، خوب صورت ہے اور ایسی دل کش ہے کہ اس نے تم تک کو اپنی طرف کھینچ لیا لیکن کل ـــــ جب اس کی عمر طویل ہوگی جب اس کے چہرے پر جھریاں نمودار ہوں گی، جب اس کے اعضاء میں رعشہ پیدا ہوجائے گا ـــ تب ـــ اس لئے کتنا اچھا ہو کہ تم اس کو تعلیم دو اور کچھ ایسا انتظام کرو کہ وہ بھی رہتی دنیا تک جوان اور حسین بنی رہے۔

کمال الدولہ :- آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر لیکن ذرا سوچئے تو ـــــــ ایسی نازک دل عورت جو قدموں کی چاپ سے گھبرا اُٹھے، جو رات کو اُلو کی آواز سے ڈر جائے اور تلوار پر محض خون کے قطرے دیکھ بے ہوش ہو جائے کیا وہ ان تکالیف کو برداشت کرے گی جو اس راہ میں پیش آتی ہیں، مقدس فرقہ کی قسم میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ زمرّد کو اپنے فرقہ میں شامل کیا جائے۔

سقیف :- خیر ـــ نہ سہی لیکن جب تم نے اس سے محبت ظاہر کی اور اسکو اپنی آغوش میں جگہ دی اسی وقت تم سے تمہاری یہ طاقت چھین لی گئی کہ تم فاصلہ کی دوری کے باوجود اس کی حفاظت کرسکو یا اس کے مستقبل کے بارے میں پیشنگوئیاں کرسکو، اب تم اس کے لئے ایک معمولی انسان سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، کچھ احساس ہے تمھیں کہ تمھاری ان سب باتوں کا کیا انجام ہوگا؟

کمال الدولہ :- یہی کہ کمان سے تیر نکل چکا۔ زمرّد کے لئے میں واقعی ایک معمولی انسان ضرور ہوں لیکن زمرّد کے علاوہ ساری دنیا کے لئے اب بھی میں کمال الدولہ ہوں ایک مافوق الفطرت انسان ہوں اور وہ ہوں جو ایک اشارے پر اس ساری دنیا کو زیر وزبر کرسکتا ہے۔

سقیف :- ہوں ـــــ !!! اور توقیر علی خاں ـــــ ؟

کمال الدولہ :- کل دن میں کسی وقت میں اسے تمہارے حوالے کردوں گا تاکہ تم اس پر اپنے نئے تجربے کرسکو ـــــ اور میں ـــــ میرا قافلہ کل شام تک دہلی سے کوچ کر چکا ہوگا، زمرّد میرے ساتھ ہوگی، میرے دل پر سے ہزاروں سال کا پرانا بوجھ اتر چکا ہوگا اور میں مسرور وشاداں ہمالیہ کی کسی ترائی کی جانب بڑھتا

چلا جا رہا ہوں گا ــــــ سقیف مجھے تم پر رحم آتا ہے کہ تم نے اپنی جوانی مفت میں برباد کی۔

سقیف :۔ میں اس کے علاوہ اور کیا کہوں کہ رب حقیقی تم پر رحم کرے ــــــ شہزادہ والا قدر کی دعوت میں تم مجھے بھی پاؤ گے لیکن میں سب کی نظروں سے مستور رہوں گا ــــــ اچھا رخصت ــــــ

اس طویل گفتگو کے خاتمہ پر سکندر لودی کے مقبرے کی بوسیدہ دیواروں نے دیکھا کہ دو انسان اپنی جگہ سے اٹھے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور اسکے بعد ایک لمحہ کے اندر اپنی جگہ سے غائب ہو گئے ــــــ روشنی کی ایک لکیر آسمان کی جانب تیزی کے ساتھ اڑتی نظر آئی اور روشنی کی ایک دوسری لکیر فضا میں گم ہوتی دکھائی دی اور اس کے بعد ماحول میں اس طرح کا سناٹا چھا گیا جیسے اب سے کچھ دیر قبل اس جگہ کوئی موجود ہی نہ تھا

(۲۶)

لال قلعہ کے تمام شہزادوں میں اس اعتبار سے والا قدر کو زیادہ شہرت حاصل تھی کہ وہ مغرور ہونے کے علاوہ بے حد عیاش بھی تھا، قلعہ کے کم و بیش تمام افراد دل ہی دل میں اس سے نفرت کرتے تھے اور وہ تھا بھی نفرت کے قابل کیوں کہ اس کی بڑھتی ہوئی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کی وجہ سے لال قلعہ کے رہے سہے عزت و وقار کو بہت ہی زیادہ صدمہ پہنچتا جا رہا تھا ــــــ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب سقیف کے چلے جانے کے بعد والا قدر پر دماغی فالج کا حملہ ہوا

ہ لال قلعہ کے اعلیٰ حلقوں میں اس کی بیماری کی کوئی اہمیت نہیں دی گئی، اور جب صحت یاب ہونے کے بعد اس نے دعوتِ خصوصی کا انتظام کیا تب بھی کسی کی توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوئی ـــــ اور نہ کسی نے یہ محسوس کیا کہ آجکل والا قدر ہر وقت کچھ ڈرا ڈرا سا رہتا ہے، سقیف کے حادثہ سے قبل وہ کمال الدولہ کو ایک شعبدہ باز سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا لیکن اب اس کو کمال الدولہ سے بھی ڈر لگنے لگا تھا اس کو رہ رہ کر اجنبی راہب کے الفاظ یاد آتے تھے اور دل ہی دل میں ڈر کے رہ جاتا تھا ـــــ لیکن جلسۂ دعوت شروع ہونے سے چند گھنٹے قبل اچانک جیسے اسے پھر شیطان نے آگھیرا اور اسنے کمال الدولہ سے انتقام لینے کی اُن تدابیر پر عمل کرنے کا فوراً فیصلہ کر لیا جو وہ بہت پہلے سوچ چکا تھا، والا قدر نے سوچا کہ جب تک کمال الدولہ زندہ ہے اس کو زندگی کا سکون اور اطمینان نہیں مل سکتا اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ حسب پروگرام دعوت کے بعد کمال الدولہ کو ہلاک کر دیا جائے، چنانچہ اس نے اپنے ملازم خاص کو طلب کیا اور مسکرا کر کہا ـــــ دیکھیں کہ کمال الدولہ کا جادو اس زہر کا بھی تریاق ہو سکتا ہے یا نہیں ـــــ تم اس زہر کی صرف چار بوندیں کمال الدولہ کے خصوصی پان میں ملا دینا ـــــ " یہ زہر بابر بادشاہ سے آج تک لال قلعہ میں حفاظت سے موجود تھا اور خاندانِ مغلیہ میں صرف چند[1] مرتبہ اس کا استعمال ہوا تھا۔ اس زہر کی خصوصیت یہ تھی

---

[1] شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے غالباً اسی زہر کی چند بوندوں سے شہزادہ مُراد کی زندگی کا خاتمہ کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ بنارس میں شاہ عالم اول کے باغی ولی عہد کو بھی اسی زہر نے زندگی کی پے در پے مصیبتوں اور جلاوطنی کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلائی تھی۔

کہ یہ فوری اثر انداز تو ہوتا تھا لیکن فوری طور پر انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں کرتا تھا نہ اسکے پینے کے بعد کوئی تکلیف ہوتی تھی، نہ جسم پر نیلے نشان اُبھرتے تھے بلکہ اس کے استعمال کے بارہ گھنٹے بعد تک نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ تک پر اس کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ پینے والے کو ایک خاص قسم کا سرور سا محسوس ہوتا تھا اور اس کے بعد اچانک دل کی حرکت بند ہو جاتی تھی اور لاکھ تحقیق کرنے کے بعد بھی موت کا اصلی سبب نہیں معلوم ہو پاتا تھا ــــــ شہزادہ والا قدر نے کمال الدولہ کی ہلاکت کے لئے یہی زہر تجویز کیا تھا اور اس کو پورا یقین تھا کہ اس طرح دنیا میں کسی شخص کو یہ شبہ بھی نہ ہو سکے گا کہ کمال الدولہ کا اصل قاتل شہزادہ والا قدر ہے

شہزادہ کے محل خاص میں جو لال قلعہ کی عام اصطلاح میں عشرت کدہ[1] کہا جاتا تھا دعوت کی تیاریاں خاص اہتمام سے کی جا رہی تھیں عشرت کدہ کے صحن میں ایک کارچوبی شامیانہ نصب کیا گیا تھا اور فرش کو قیمتی ایرانی قالینوں سے اس طرح سجا دیا گیا تھا جیسے فرش پر سینکڑوں قسم کے پھول بکھیر دئے گئے ہوں ــــــ وقت مقررہ پر معزز مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی شہزادہ بذات خود ہر مہمان کا استقبال کرتا اس کی حسب منصب تعظیم کرتا اور پھر اس کو اس کی نشست پر بیٹھا دیتا ــــــ اسی اثناء میں برطانوی ریزیڈنٹ مسٹر فریزر بھی آ گئے جن کی تمام مہمانوں نے تعظیم کی ــــــ اور اس کے بعد یعنی سب سے آخر میں کمال الدولہ آئے ــــــ شہزادہ نے ایک شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا جس کے جواب میں کمال الدولہ

---

[1] لال قلعہ میں اب بھی یہ عمارت موجود ہے اور فوجی سامان کے گودام بطور استعمال ہوتی ہے۔

نے بہت ہی دھیمی آواز میں کہا ــــــ "یاد رکھئے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص قرعہ پھینکے وہ جیت بھی جائے بلکہ اسی طرح جیسے جو شخص زہر کھائے وہ مر بھی جائے"

شہزادہ والا قدر یہ جملہ سن کر دل ہی دل میں کانپ گیا لیکن جلد ہی اس نے اپنی حالت سنبھال لی اور مہمانوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ توقیر علی خاں بھی اس دعوت میں موجود تھا اور انتہائی بے چینی کے ساتھ آنے والے واقعات کا انتظار کر رہا تھا ــــــ

اسی اثناء میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور تمام مہمان بیٹھ گئے ــــــ جس کمرے میں دسترخوان بچھایا گیا تھا وہ بالکل بارہ دری کی قسم کا بنا ہوا تھا اور اس کی تعمیر کچھ اس ڈھنگ کی تھی کہ کمرے میں بیٹھے ہی بیٹھے باہر کے تمام مناظر کا لطف اٹھایا جا سکتا تھا ــــــ کھانے کے دوران میں تمام مہمان آپس میں باتیں کرتے رہے۔ خوش مذاقیاں ہوتی رہیں لیکن کمال الدولہ نہایت خاموشی کے ساتھ کھانے میں مشغول رہے حد یہ کہ انھوں نے توقیر علی خاں سے بھی کوئی بات نہیں کی جو ان کی بغل میں بیٹھا ہوا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا ــــــ آخر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے بالکل سرگوشی کے انداز میں کمال الدولہ سے کہا ــــــ "میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت اس بھری محفل میں شہزادہ والا قدر کو ذلیل کر دوں اور دہلی کے تمام معززین کے سامنے زمرد کے اغوا کی کہانی سنا دوں ــــــ"

کمال الدولہ :۔ "میں تمہارے جذبات اور احساسات کا بخوبی اندازہ کر رہا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بالکل خاموش رہو اور دیکھو کہ چند لمحات کے بعد کیا تماشہ ہونے والا ہے ــــــ"

توقیر علی خاں:۔ "اور آپ کو کچھ اس کا بھی اندازہ ہے کہ زمرد کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی"

کمال الدولہ:۔ "نہیں ——— زمرد کے علاوہ میں اس وقت ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں زمرد کی زندگی ایک نئی شاہراہ پر گامزن ہونے والی ہے ——— خدا کی قسم توقیر علی خاں میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اسی کمرے میں جہاں اس وقت دسترخوان بچھا ہوا ہے خون کے فوارے اچھل رہے ہیں ——— اور بدکردار انسان اپنے انجام سے بغل گیر ہو رہے ہیں"

توقیر علی خاں تو کمال الدولہ کی یہ پُر اسرار باتیں سن کر پتھر کے بت کی طرح خاموش ہو گیا لیکن کمال الدولہ نے ذرا بلند آواز کے ساتھ دعوت کے تمام حاضرین اور خاص طور سے والا قدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ——— "معاف کیجئے گا حضرات ——— غالباً میں آج آخری مرتبہ دہلی کی اس محفل میں شریک ہو رہا ہوں کیوں کہ آج کے بعد ایک طویل عرصہ کے لئے دہلی مجھ سے چھوٹ جائے گی ——— میرا قافلہ بالکل تیار ہے اور میں اس دعوت کے بعد چند گھنٹوں کے اندر ہی اندر دہلی سے کوچ کر جاؤں گا ———"

شہزادہ والا قدر:۔ (طنزیہ انداز سے) آپ کی اس طرح اچانک روانگی ہم لوگوں کیلئے ایک غمگین خبر سے کم نہیں لیکن اگر کوئی حرج نہ ہو تو اتنا بتا دیجئے کہ بالکل اچانک دہلی کو خیرباد کہنے کا سبب کیا ہے ———"

کمال الدولہ:۔ "اس کی وجہ ایک ایسے شخص کی موت ہے جس نے شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکال دیا ہے رہی میری روانگی اور دہلی سے میری جدائی تو اسکا غم فضول ہے کیوں کہ جس طرح گلدانوں میں سے مرجھائے ہوئے پھول نکال کر تازہ پھول رکھ دئے جاتے ہیں اسی طرح دنیا میں نئے انسان پرانے انسانوں کی جگہ

لے لیتے ہیں۔

اس گفتگو کے دوران میں کھانا ختم ہو چکا تھا، مہمان ہاتھ دھو رہے تھے لیکن شہزادہ والا قدر نے جس کی تمام تر توجہ کمال الدولہ کی ذات پر محدود تھی، گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا ——— "حکماء کا قول ہے کہ کسی چیز سے زیادہ وابستگی نہ پیدا کرو لیکن میرا قول ہے کہ کسی چیز سے نہ محبت ہی کرو اور نہ اسکے تلف ہونے کا صدمہ کرو ——— رہی زندگی تو میں اس کو ایک بالکل فانی چیز سمجھتا ہوں اس لئے اس کے فنا ہونے کا بھی مجھے کوئی رنج نہیں ہوتا ——— "

کمال الدولہ اس کی یہ بات سن کر مسکرائے تو شہزادہ نے کہا ——— "آپ میری بات پر مسکرا رہے ہیں حالانکہ ——— اور کمال الدولہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ——— "حالانکہ ضرورت اس وقت زندگی اور موت کے فلسفہ پر بحث کرنے کی نہیں صرف پان کی ہے کیوں کہ عمدہ اور لذیذ کھانے کے بعد اگر پان نہ ہو تو کھانے کا لطف خراب ہو جاتا ہے ——— " یہ سن کر شہزادے نے فوراً اپنے ملازم خاص کو طلب کر کے پان منگوائے جس نے ایک ننھے سے گنگا جمنی خاصدان میں پان سجا کر کمال الدولہ کے سامنے رکھ دئے ——— اور کمال الدولہ نے اس میں کا ہر وہ پان کھا لیا جو ورق میں لپٹا ہوا تھا ——— پان کھانے کے بعد کمال الدولہ نے شہزادے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ——— "میں نے آپ کے خاصدان کے تمام وہ پان کھا لئے جن پر چاندی کے ورق لگے ہوئے تھے آپ کو ناگوار تو نہیں گذرا ——— خیر ——— اس تذکرہ کو چھوڑیے ——— پان واقعی بہت عمدہ ہیں بلکہ سچ پوچھئے تو ان مرغن غذاؤں سے بھی عمدہ جو ابھی

آپ نے کھلائی ہیں ـــــ سچ بتائیے ان پانوں کے لئے تو آپ نے بہت اہتمام کیا ہوگا!"

شہزادہ :۔ (مجرمانہ انداز میں) میرا خیال ہے کہ ہم پانوں کے موضوع کو ہی بدل دیں!"

شہزادہ تو یہ جملہ کہہ کر دل ہی دل میں بہت خوش وسرور وہاں سے دوسری طرف چلا گیا کیوں کہ اس کی یہ سازش کہ دعوت کے بعد کمال الدولہ کو زہریلے پان کھلا دیئے جائیں کامیاب ہو چکی تھی لیکن کمال الدولہ پر واقعی جیسے کچھ کیف اور سرور سا طاری ہو گیا، وہ پہلے سے بھی خوش دکھائی دینے لگے، اور ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرنے لگے کہ دعوت کے تمام حاضرین کی توجہ ان کی جانب مبذول ہو گئی، اسی اثناء میں رات زیادہ ہو گئی اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق اب اس جلسہ کو ختم ہو جانا چاہیئے تھا مگر یہاں ابھی جلسہ کے خاتمہ کا کوئی امکان نظر نہ آرہا تھا کیوں کہ کمال الدولہ کی گفتگو جاری تھی، وہ قصے پہ قصے اور لطیفہ پر لطیفے سناتے چلے جارہے تھے اور شہزادہ والا قدر انکی اس گفتگو کو سن کر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ زہر نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا، کیوں کہ اس زہر کی جو اس نے کمال الدولہ کو پان میں کھلایا تھا ابتدائی تاثیر یہ تھی کہ آدمی پر بظاہر ایک کیف سا طاری ہو جاتا تھا ـــــ بالکل اس طرح جیسے آدمی تھوڑی سی شراب پی لے

اچانک شہزادہ والا قدر نے دعوت کے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ـــــ "دوستوں میں نے یہ محفل اپنے غسل صحت کے سلسلہ میں منعقد کی تھی اور میں یہ چاہتا تھا کہ اس میں جی بھر کر عیش و عشرت کے ترانے گائے جائیں، چنانچہ میں نے آپ حضرات کی تفریح طبع کے لئے خاص طور سے خاص مجرے کا

بھی بندوبست کیا ہے اس لئے آپ حضرات دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیں ——"

اس کے بعد اس محفل میں کیا ہوا یہ تو ایک طویل داستان ہے بہرحال برطانوی ریذیڈنٹ مسٹر فریزر کے افسر خاص مسٹر والٹر نے اس محفل نشاط کے حادثہ کی جو رپورٹ تیار کر کے اپنے دفتر میں داخل کی وہ یہ تھی

"کھانے کے بعد ہم سب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور دہلی کے پُر اسرار رئیس کمال الدولہ کی باتیں سن رہے تھے کہ اچانک شہزادہ والا قدر نے ہم سب سے یہ درخواست کی کہ ہم برابر کے کمرے میں چلیں جہاں ناچ گانے کا پروگرام ہوگا، ہم سب وہاں گئے ناچ شروع ہوا، ہندوستانی موسیقی فضا میں لہرائی اور اس کے بعد جو حادثہ ہوا اس نے ہم سب کے رونگٹے کھڑے کر دئیے چنانچہ میں نے ضروری سمجھا کہ لال قلعہ کے اس حادثہ پر بھی اپنی رپورٹ تیار کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اعلیٰ افسروں کے سامنے پیش کر دوں تاکہ اگر بعد کو حادثہ کی مکمل تحقیقات کی جائے تو یہ رپورٹ بطور شہادت کام آئے ——

شہزادہ والا قدر کے کمرۂ خاص میں ابھی ناچ گانے کا پروگرام ہو ہی رہا تھا کہ میری نگاہ اچانک کمال الدولہ نام کے اس پُر اسرار انسان پر پڑی جو چند ماہ قبل ہم سب کی نظروں میں ایک جادوگر ثابت ہو چکا تھا، یہ شخص ایک رئیس کو کو جس کا نام احمد خان ہے بہت غور سے دیکھ رہا تھا اس شخص کی طرف کافی دیر تک دیکھنے کے بعد وہ احمد خاں کے نزدیک پہونچا اور اس سے بہت آہستہ آہستہ کہا کہ "مجھے معلوم ہے کہ ایک عرصے سے آپ بھی زمرد نام کی ایک مغنیہ پر عاشق ہیں

لیکن شائد آپ کو نہیں معلوم کہ والا قدر نے زمرد کو اپنے محل میں قید کر رکھا ہے اور آج کی اس محفل کے بعد وہ اس کے ساتھ محفل عیش و نشاط گرم کریں گے۔"

احمد خاں بولا ـــــ "ہوں ـــــ تو شہزادہ یہ چاہتا ہے کہ وہ دولتِ دُنیا کے علاوہ دولتِ حسُن کا بھی بلا شرکتِ غیرے مالک بنا رہے ـــــ"

کمال الدولہ :۔ "میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ موقعہ ہے جب اس سے اسکی ذہنیت کا بدلہ لیا جائے آپ والا قدر کو مجبور کیجئے کہ وہ زمرد کو محل سے باہر نکالے اور اس محفل رقص و سرود میں اس کو ہم سب کے سامنے پیش کرے ـــــ یقین جانیئے کہ زمرد کے آتے ہی اس محفل کا رنگ ہی بدل جائے گا

احمد خاں :۔ "بات تو آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں اس طرح ایک عرصہ کے بعد زمرد کو دیکھنے کی تمنا بھی پوری ہو جائے گی ـــــ" یہ کہہ کر احمد خاں فوراً شاہزادے کے پاس گیا اور اتنی تیز آواز سے تاکہ دوسرے بھی سُن سکیں بولا ـــــ "معاف کیجئے گا آپ نے میزبانی کے فرائض دیانتداری کے ساتھ انجام نہیں دئے یعنی آپ ہم سب مہمانوں کے سامنے تو معمولی گانے والیوں کو پیش کر رہے ہیں اور اپنے لئے آپ نے دہلی کے سرمایۂ حسُن زمرد کو محفوظ کر رکھا ہے ـــــ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ زمرد کو محل کے قید خانے سے باہر لایئے تاکہ ہم سب بھی اسکے حسُن اور اس کی موسیقی سے لطف اندوز ہو سکیں ـــــ" تمام مہمانوں نے احمد خاں کی تجویز کی تائید کی مگر شہزادے نے اس تجویز کو ماننے سے قطعی انکار کیا اور کہا ـــــ "حضرات میرے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ میں زمرد کو ناچنے اور گانے کے لئے اس محفل میں پیش کر دوں ـــــ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ

اس کے یہاں آتے ہی تہذیب کا دامن تار تار ہو جائے گا اور آپ میں سے اکثر اپنے آپ میں نہیں رہیں گے ـــــ" غالباً والا قدر کے اس جملے میں احمد خاں نے اپنی بے عزتی محسوس کی چنانچہ وہ انتہائی غضبناک آواز میں بولا ـــــ" والا قدر اپنی بدکرداریوں کے افسانے نہ چھپاؤ ـــــ تمام دہلی جانتا ہے کہ زمرد تم سے نفرت کرتی ہے اور اس نے باوجود تمہاری دولت کے تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس لیئے ظاہر ہے کہ تم زبردستی اپنے ظلم و جبر کی مدد سے اس کو اپنے محل میں لائے ہو اور اسی لئے تم اس کو محفل میں لانا نہیں چاہتے کیونکہ تمہیں خوف ہے کہ وہ اس محفل میں آتے ہی تمہاری بداعمالیوں کی کہانی ہم سب کو سنا دے گی اور اس بھری محفل میں تمہیں شرمندگی اُٹھانا پڑے گی ـــــ" اس گفتگو کے نتیجہ میں والا قدر اور احمد خاں کے درمیان جو ایک دہیلہ رئیس تھا درشت لہجے میں بحث شروع ہو گئی اور پھر تلواریں طلب کر لی گئیں اندر سے دو تلواریں آئیں ایک پرانی اور قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی اور دوسری بالکل نئی اور آبدار ـــــ والا قدر نے جھپٹ کر نئی تلوار لے لی اور احمد خاں کے حصہ میں پرانی تلوار آئی ابھی احمد خاں کو اس تلوار کے لینے میں کچھ تامل تھا کہ کمال الدولہ اس کے نزدیک آیا اور اس سے کہا کہ یہ تلوار والا قدر کے مورث اعلیٰ کی ہے اور چونکہ یہ تلوار بہت دنوں سے خون کی پیاسی ہے اس لئے وہ اس تلوار کے استعمال سے گریز نہ کرے ـــــ" کمال الدولہ نے یہ کہہ کر والا قدر کی طرف دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی بات یاد آتے ہی والا قدر کا رنگ فق ہو گیا چند ہی لمحات کے بعد دونوں نے پینترے بدلے تلواریں چلنے لگیں، احمد خاں اور

والاقدر ایک دوسرے پر دیوانوں کی طرح حملے کرنے لگے اور ہم سب کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ان دونوں کے جسموں میں دو خبیث روحیں حلول کر گئی ہیں — اچانک فضاء میں شہزادہ کی فلک شگاف چیخ بلند ہوئی احمد خاں کی تلوار اسکے جگر کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی اور وہ خون میں نہایا ہوا ڈھیر ہو چکا تھا — شہزادے کے گرتے ہی احمد خاں وہاں سے فرار ہو گیا — اور کمال الدولہ مرتے ہوئے شہزادے کے نزدیک آیا اور اس کے کان میں کچھ کہا — میں نے انگلینڈ اور ہندستان میں بہت سے آدمیوں کو مرتے ہوئے دیکھا ہے مگر کسی شخص کے چہرے پر ایسا خوف طاری نہیں دیکھا جیسے کہ اس وقت شہزادے کے چہرے پر تھا — تھوڑی دیر بعد شہزادہ مرگیا — پوری محفل میں ایک ہل چل سی مچ گئی — اور جب میں نے نظر اٹھا کر غور سے چاروں طرف دیکھا تو کمال الدولہ غائب تھا — شائد وہ کسی دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا

(دستخط سٹروالٹر)

شہزادہ والاقدر کے مرتے ہی توقیر علی خاں نے کانپتے ہوئے لہجے میں کمال الدولہ سے پوچھا — "اس دردناک حادثے کی پیشین گوئی آپ نے کس طرح کردی تھی جب کہ والاقدر کی جان آپ کے ہاتھ سے نہیں گئی" جس کے جواب میں کمال الدولہ نے کہا — "جو سپہ سالار پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنی فتح کی پیشین گوئی کرتا ہے وہ خود نہیں لڑتا — مگر خیر جو ہو چکا اس کو بھلا دو اور مقتول کے ساتھ زمین کے اندر دفن ہو جانے دو — اور ہاں تم آج رات ٹھیک بارہ بجے فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں میں اشوک کی لاٹ کے پاس مجھ سے ملو اور

میری آمد کا انتظار کرو، اگر تم ہمارے علوم سے واقف ہو جانا چاہتے ہو تو وہیں تمہارا علم بھی تم کو مل جائے گا ـــــ اور ہاں تم یہاں سے نکل جاؤ مجھے ابھی یہاں ایک اور کام بھی کرنا ہے شاید اس ہلچل میں تمھیں یاد بھی نہ رہا ہو کہ زمرّد ابھی اسی محل میں قید ہے اور میرا قافلہ میرے اور زمرّد کی آمد کا انتظار دیکھ رہا ہے ـــ" اس کے بعد توقیر علی خاں تو وہاں سے چلا گیا اور کمال الدولہ نے والاقدر کے ملازم خاص الطاف کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلا کر رازدارانہ لہجے میں کہا ـــــ

"تمہارے وہ آقا اب اس دنیا میں نہیں رہے جن کے حکم پر تم نے میرے پاؤں میں زہر کی بوندیں ٹپکائی تھیں ـــــ لیکن تمھیں ڈرنے اور خوف سے کانپنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ زہر میرے اوپر کوئی اثر نہیں کر سکتا ـــــ بہرحال اب تم انتہائی خاموشی کے ساتھ مجھے اس کمرے[1] میں لے چلو جہاں زمرّد قید ہے ـــــ اور یاد رکھو اگر تم نے انکار کیا تو تم بھی اپنے آقا کے پاس روانہ کر دیئے جاؤ گے"

ملازم نے جھک کر کمال الدولہ کو سلام کیا اور اس کو اس کمرے میں فوراً لے گیا جہاں زمرّد قید تھی

(۲۷)

شب کے گیارہ بجے ہی توقیر علی خاں اپنے مکان سے فیروز شاہ کوٹلہ[2] کے

---

[1] زمرّد کو ہم آغوش کرنے کے بعد کمال الدولہ کی یہ قوت ختم ہو گئی تھی کہ وہ زمرّد کے حال اور مستقبل کے بارے میں کچھ بھی جان سکے ورنہ اس کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ خود ہی زمرّد کے کمرے میں پہنچ جاتا۔

[2] دہلی میں فیروز شاہ تغلق نے جمنا کے کنارے اپنے رہنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ بنایا تھا اور اس کی بالائی منزل پر اشوک کی بنوائی ہوئی ایک پتھر کی لاٹ بھی نصب کروائی، یہ عمارت کھنڈروں کی صورت میں اب بھی جمنا کے کنارے دہلی دروازے کے باہر موجود ہے۔

کھنڈروں کی طرف روانہ ہو گیا، کمال الدولہ کی شخصیت سے وہ جس حد تک مرعوب تھا اس میں پچھلے چند گھنٹوں کے واقعات نے اور خاص طور سے شہزادہ والا قدر کے قتل نے اور بھی زیادہ اضافہ کر دیا تھا کیوں کہ شہزادے کی موت جو ایک پلاٹ کا نتیجہ تھی بظاہر ایک حادثہ معلوم ہوتی تھی لیکن کمال الدولہ نے اس کی پہلے ہی سے پیشنگوئی کر دی تھی، پچھلے چند دنوں کے واقعات نے جہاں ایک طرف توقیر علی خاں کے دل میں ایک خلاف معمول دہشت پیدا کر دی تھی وہاں دوسری طرف اسے پورے طور پر کمال الدولہ کی شخصیت کا معتقد بھی بنا دیا تھا، اسے کمال الدولہ کے بارے میں اب یہ پورا یقین ہو گیا تھا کہ یہ پراسرار شخص کسی بھی انسان کی حرکات و سکنات کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال سکتا ہے اور اسے دنیا کے ہر کام پر قدرت حاصل ہے وہ طاقت میں فولاد سے زیادہ مضبوط ہے اور ارادوں میں چٹان سے زیادہ اٹل ہے، وہ ہر شخص کی ماضی جانتا ہے اور ہر انسان کا مستقبل اس کی آنکھوں میں موجود رہتا ہے لیکن آج جب کہ وہ فیروز شاہ کوٹلہ کی طرف چلا جا رہا تھا اس نے کمال الدولہ کے بارے میں اپنے اس عقیدہ کے باوجود یہ سوچا کہ جب کمال الدولہ کی حیثیت ایک فوق البشر کی سی ہے تو اس نے والا قدر کے بھیجے ہوئے سپاہیوں کے ہاتھوں زمرد کی گرفتاری اپنی موجودگی میں کیوں گوارا کر لی، والا قدر کو زمرد کے اغوا کے جرم کی سزا دینے سے تو یہ زیادہ آسان تھا کہ وہ اس کو اس جرم کا مرتکب ہی نہ ہونے دیتا —— اگر وہ زمرد سے محبت کرتا تھا تو اس نے اپنی ان محیر العقول قوتوں کے باوجود زمرد کو والا قدر کے محل میں کیوں قید ہونے دیا —— وہ تو اپنے ایک اشارے سے کچھ کا کچھ کر سکتا تھا پھر اس نے زمرد کا اغوا اور وہ بھی اپنے رقیب کے ہاتھوں

کیسے برداشت کرلیا ——— ؟

راستہ میں چلتے چلتے توقیر علی خاں نے اپنا دل ٹٹولا کہ آیا اس کے دل میں زمرد کی محبت باقی ہے یا نہیں ——— ؟ اور واقعی تھوڑی دیر بعد اسے اپنے سوال کا جواب مل گیا، اس کے دل میں زمرد کی کوئی تصویر باقی نہیں تھی، دماغ کے کسی گوشے میں زمرد موجود نہ تھی ——— اس کو اس وقت صرف ایک ہی لگن لگی ہوئی تھی اور اسی لگن نے اس کی آنکھوں کو ہر چیز کی طرف سے پھیر دیا تھا ——— اب نہ زمرد کا خیال تھا اور نہ اس کی محبت ——— وہ کمال الدولہ کا رقیب بننا چاہتا تھا لیکن زمرد کے عشق میں نہیں بلکہ فوق البشر بننے میں، غیر فانی علم کے حصول میں اور دنیا کا اسرار جاننے میں ——— اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنی جان تک کھو دینے کے لئے تیار تھا، وہ چاہتا تھا کہ خواہ اس کو کتنی ہی ریاضت کیوں نہ کرنا پڑے خواہ اسے کتنی ہی محنت کیوں نہ کرنا پڑے وہ کمال الدولہ کے علم و فن کو حاصل کرلے اب زمرد کے بجائے ایک اور خیالی محبوبہ نے اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ محبوبہ تھی فوق البشر بننے کی تمنا ——— فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں کی طرف جاتے جاتے جیسے اسی خیالی معشوق کے لئے اس نے اپنی آغوش کھول دی اور عالم خیال ہی میں جیسے اس نے اپنے اس نئے محبوب کو اپنے سینے سے لگالیا ———!

اس وقت رات کا سماں انتہائی دل فریب تھا ہر طرف ایک سکوت سا طاری تھا، آسمان پر تارے اس طرح بکھرے ہوئے تھے جیسے کسی نئی نویلی دلہن نے کامدانی کا ایک باریک دوپٹہ جس پر چاندی کے تارے ٹکے ہوئے ہوں اوڑھ لیا ہو۔ توقیر علی خاں اپنی دھن میں چلتے چلتے آخر کوٹلہ کی عمارت میں داخل ہو گیا اور سیڑھیاں

طے کرتا ہوا اشوک کی لاٹ کے پاس بالکل اس مقام تک پہنچ گیا جو کمال الدولہ نے اسے بتایا تھا — وہاں پہنچنے پر اس نے دیکھا کہ اسی لاٹ کے سہارے ایک شخص ایک عبا سے اپنے جسم کو چھپائے ہوئے کھڑا ہے لیکن جب توقیر علیخاں نے اس کو کمال الدولہ کہہ کر مخاطب کیا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیوں کہ جب یہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ کمال الدولہ نہیں بلکہ کوئی اور اجنبی تھا جس کے چہرے پر نہ تو کمال الدولہ کے چہرے کی طرح شگفتگی اور شرافت تھی اور نہ وہ کشش جو ہر شخص کی توجہ اس کی طرف مبذول کر دیا کرتی تھی — بلکہ اس کے بالکل برعکس اس اجنبی کے چہرے پر ایک خاص قسم کا رُعب اور متانت تھی اسکی پیشانی کشادہ تھی اور جیسے اس کی ساکن آنکھیں یہ پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ یہ شخص خود اپنے جذبات کا قبرستان ہے — ابھی توقیر علی خاں انھیں خیالات میں گم تھا کہ اجنبی نے خود ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا — " مجھے معلوم ہے تم کمال الدولہ کی تلاش میں یہاں تک آئے ہو لیکن مجھے دیکھ کر تم گھبراؤ نہیں کیوں کہ جو شخص اس وقت تم سے مخاطب ہے اس کو کمال الدولہ کی بہ نسبت تمھاری تقدیر سے زیادہ تعلق ہے اور یہی وہ شخص ہے جو تمہارے خوابوں کی سچی تعبیر بتلا سکتا ہے"

اجنبی کی آواز کے سکون اور ٹھہراؤ نے توقیر علی خاں کا ڈر کم کیا، چنانچہ اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا — " تو کیا میں یہ سمجھوں کہ دنیا میں ایک اور کمال الدولہ بھی موجود ہے — ؟"

اجنبی :- " اگر نہیں موجود ہے تو تم نے یہ خواہش کیوں کی کہ تم بھی کمال الدولہ بن جاؤ ؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو خواب تم دیکھ رہے ہو وہ تم سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا اور

نہ دیکھنے کی خواہش کی ؟ میں جانتا ہوں کہ تمہاری حالت اس پیاسے ہرن کی سی ہے جو ریگستان کے ایک پوشیدہ چشمہ تک پہنچنے کے لئے بھاگ رہا ہو لیکن اس تک پہنچنے کا مصمم ارادہ اس نے نہ کیا ہو ـــــ یاد رکھو کہ انسان کے دل میں جن باتوں کی خواہش ہوتی ہے وہ خواہش در اصل ان چیزوں کا عکس ہوتی ہے جو اس میں ودیعت ہوتی ہیں یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ خواہش اتنی متبرک و مقدس ہو کہ نجس انسان کے چھو جانے سے ناپاک ہو جائے ـــــ میں چاہتا ہوں کہ تم اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ کوئی دور ایسا نہیں گذرا جب کہ دنیا میں کوئی ایسی پاک روح نہ رہی جو اس خلاء میں، اس فضائے بسیط میں، اس دنیا کی لامحدود وسعتوں میں اسی آزادی کے ساتھ سیر نہ کرتی ہو جس طرح آزاد چڑیاں ـــــ کمال الدولہ خواہ کتنا ہی عظیم انسان کیوں نہ ہو، بے مثال نہیں ہو سکتا، اس لئے پہلے بھی بہت سے کمال الدولہ ہوتے رہے ہیں اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

توقیر علی خاں :- تو کیا آپ بھی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو بہ لحاظ علم و قوت کمال اللہ کی برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں ـــــ ؟"

اجنبی :- نہیں بلکہ وہ شخص ہوں جس سے کمال الدولہ نے علم باطنی سیکھے ہیں، تمام وہ قوتیں حاصل کیں جن کی بناء پر آج وہ فوق البشر ہو گیا ہے اور دنیا کے ہر اسرار سے واقفیت حاصل کر لی ـــــ فیروز شاہ کوٹلہ کے ان کھنڈروں میں ٹھیک اسی مقام پر جہاں اس وقت میں کھڑا ہوں میں اس زمانے میں بھی کھڑا ہوا تھا جب یہ عمارت نہیں بنی تھی، جب دہلی تک نہیں تھی اور جب یہاں سے سینکڑوں میل دور بہار کے دیہاتوں میں گوتم بدھ اپنی رہبانیت کی تبلیغ کر رہے تھے ـــــ تم مجھے نہیں

جانتے لیکن میں چونکہ میں تمہارا ہونے والا معلم ہوں اس لئے تمھیں بتادوں کہ میں نے یونانی سلطنتوں کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا، میں نے چنگیز کی فوجوں کو ایران اور بغداد کی سڑکوں پر قتل وغارت گری کرتے دیکھا۔ میں نے مراتھن اور سلامس کا زوال دیکھا، میں نے پورس کو سکندر کے دربار میں بہادرانہ گفتگو کرتے دیکھا، میں نے دیوار چین بنانے والے مزدوروں کو کوڑے کھاتے دیکھا، میں نے روما اور کارتھیج کی خون آشام لڑائیاں دیکھیں، کنفیوشس کو وعظ کرتے دیکھا، عیسیٰ کو صلیب پر لٹکتے دیکھا ـــــ میں نے اس ننھے سے سانپ تک کو دیکھا جس سے خاندان بطالمہ مصر کی آخری یادگار قلوپطرہ نے اپنے کو ڈسوا کر ہلاک کیا تھا حد یہ کہ میں ان قافلوں تک میں شامل تھا جو دریائے والگا کے کنارے سے آگے بڑھے اور پھر پورے ایشیا پر چھا گئے ـــــ ہزاروں سال ہو گئے مجھے یہ دیکھتے دیکھتے کہ اس دنیا کے درختوں میں اپنی اپنی فصل کے موقع پر چکنے چمکدار اور ہرے ہرے پتے نکلتے ہیں موت کی خزاں سے جھڑ جاتے ہیں اور پھر نکل آتے ہیں ـــــ لیکن خیر ـــــ یہ باتیں تم سے تعلق نہیں رکھتیں۔ تمہارے لئے تو بہتر یہی ہے کہ تم تمام دنیاوی امور سے چشم پوشی کرلو کیوں کہ بیرونی اور سطحی علم کوئی فائدہ نہیں رکھتا ـــــ تم اپنے جسم پر اپنی روح پر اور اپنے وجود پر غور کرو اور اتنا غور کرو کہ سورج نکلے اور ڈوب جائے اور تمھیں خبر تک نہ ہو ـــــ اور اس طرح ایک دن یہ ہوگا کہ تم از خود وہاں تک پہنچ جاؤ گے جہاں تک یہ فانی انسان پہنچنا چاہے بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔!

توقیر علی خاں:۔ میرے بزرگ ریاضت اور حصول علم کے یہ طریقے مجھے کس کتاب میں مل سکیں گے؟

اجنبی :- قدرت نے ایک فیاض معلم کی حیثیت سے ان علوم باطنی کے لئے دنیا کی کتاب کھول کر سب کے سامنے رکھدی ہے مگر اس کے مطالعہ کے لئے دیکھنے والی آنکھوں کی ضرورت ہے، یہ کتاب ہر وقت تمہارے پیش نظر رہتی ہے ہر ہر قدم پر تم کو ایک سبق ملتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پودے، گھاس اور معمولی پتیاں جو نہایت بے قدری کے ساتھ جانوروں کی غذا بن جاتی ہیں اور جن کو کوئی چھونا تو درکنار، دیکھنا تک پسند نہیں کرتا اس کتاب کے ورق ہیں۔ ہوا کی آغوش میں، زمین کی گود میں اور ہر اس چیز میں جس میں مادہ اپنی ابتدائی حالت میں موجود ہوتا ہے قدرت نے اپنی فانی مخلوق کے لئے غیر فانی علوم کا خزانہ بھر دیا ہے ——— لیکن جس طرح ایک معمولی سے سوال تک کو بلا جانے ہوئے حل نہیں کیا جا سکتا، جس طرح پڑھے بغیر یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ دو دائرے ایک نقطے پر کیوں مل جاتے ہیں اسی طرح اگر تمام زمین پر علم دفن کے کتبے پھیلا دئے جائیں تب بھی اس دنیا کے لوگ نہ ان پر نظر ڈالیں گے اور نہ یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ان پر کیا لکھا ہے؟ کس نے لکھا ہے؟ کیوں لکھا ہے ——— ؟ اس لئے اے وہ نوجوان جس کا ظاہری نام تو قیر علی خاں ہے اور اگر تمہاری قوت تخیل کچھ کام کرتی ہے، اگر تمہارا دل بیدار ہے، اگر تمہارے ارادے مضبوط ہیں اور اگر تم ہر چیز کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہو تو میں واقعی تم کو اپنا شاگرد بنا لوں گا لیکن یاد رکھو میرا سب سے پہلا سبق انتہائی سخت اور خوفناک ہے۔

توقیر علی خاں :- اگر آپ یہ سبق یاد کر چکے ہیں تو میں بھی یہ سبق یاد کر سکتا ہوں، میں سچ کہتا ہوں میرے بزرگ، عمر کے ابتدائی حصوں میں ہی مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا

جیسے مجھے زندگی کا کوئی عجیب و غریب ہم سفر ملنے والا ہے میں اپنے خوابوں میں اپنی آئندہ زندگی کے دھندلکے دیکھا کرتا تھا چنانچہ جیسے ہی میں نے کمال الدولہ کو دیکھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مجھے اپنی زندگی کا رہبر مل گیا یا وہ انسان مل گیا جس کو میں ابتدائے عمر سے تلاش کیا کرتا تھا

اجنبی :- لیکن اب کمال الدولہ کے فرائض مجھے منتقل ہو گئے ہیں وہ دیکھو جمنا کے اس پار کچھ روشنی کی مشعلیں نظر آرہی ہیں یہ مشعلیں کمال الدولہ کے قافلے کی ہیں جو ایک نامعلوم منزل کی طرف کوچ کرنے والا ہے ——— ابھی تھوڑی دیر میں چاند نکلے گا اور کمال الدولہ ہوا کی طرح تمھاری آنکھوں کے سامنے سے نکل جائیں گے، لیکن جس طرح ہوا خوشبو کو اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہے اسی طرح کمال الدولہ بھی اپنے اثرات کو تمھارے دل پر نقش کر جائیں گے، وہ اپنا کام کر چکے، اب ان کی ضرورت نہیں رہی کیوں کہ تمھارے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا اس وقت تمھارے سامنے موجود ہے، کمال الدولہ کے آنے کا وقت ہو گیا ہے وہ اب آیا ہی چاہتے ہیں، جو ناؤ ان کو جمنا کے اُس پار سے اس پار لا رہی ہے اسکے چپوؤں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے اس لئے تم کو اپنی رائے قائم کرنے کا ایک آخری موقع اور مل رہا ہے ——— میں اب تم سے پھر ملوں گا ———" یہ الفاظ کہتے ہوئے اجنبی بالکل اس طرح نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جیسے اس جگہ اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور توقیر علی خاں عالم خیال میں کسی سے باتیں کر رہا تھا ———

اسی اثناء میں تیز رفتاری کے ساتھ ایک کشتی آئی اور جمنا کے کنارے لگ گئی ایک آدمی اترا اور توقیر علی خاں نے اُبھرتے ہوئے چاند کی دُھندلی دُھند لی

روشنی میں دیکھا کہ آنے والا یہ شخص کمال الدولہ ہے، جس نے آتے ہی کہا:۔ توقیر علی خاں میں تمھیں محبت اور خوشی کے ایک انمول خزانے کا مالک بنانا چاہتا تھا لیکن اب وہ بات ہی ختم ہو گئی کیوں کہ زمرد اب میرے پاس ہے لیکن پھر بھی میں زمرد کے بدلے میں تمھیں وہ انعام دینا چاہتا ہوں جو تم کو دنیا کی ہر دولت سے مالا مال کر دے گا بشرطیکہ تم ان خواہشات کی تمنا نہ کرو جن کی خواہش کرنا خود میری بھی طاقت اور امکان سے باہر رہا ہے انسان ساری زندگی محبت، دولت، شہرت اور طاقت کے ارمانوں کو اپنے کلیجے میں چھپائے رکھتا ہے ظاہر ہے کہ تمہارے بھی بھی ارمان ہوں گے لیکن میں اب تمھاری محبت کا ارمان پورا نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ تینوں چیزیں تمہاری غلام ہیں، ان میں سے تم جس کو چاہو پسند کر لو تاکہ ایک طویل جدائی کے وقت میں تم سے جھوٹا نہ بنوں۔

توقیر علی خاں:۔ خدا شاہد ہے کہ دنیا کا ہر ارمان میرے دل سے نکل چکا ہے ——— حصول علم اور ذوق البشر بننے کی تمنا کے علاوہ اور کوئی تمنا میرے دل میں باقی نہیں ہے۔ صرف اسی تمنا کی تکمیل کے لئے میں نے زمرد کی محبت کو اپنے دل کی آخری گہرائیوں تک سے نکال دیا ——— اور صرف اسی تمنا کی تکمیل کے لئے میں دنیا کی ہر قربانی کے لئے تیار ہوں

کمال الدولہ:۔ یاد رکھو کہ حصول علم کی خواہش کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ آدمی میں اسکے حاصل کرنے کی طاقت بھی پیدا ہو جائے ——— یہ ٹھیک ہے کہ تمہارے اس جذبہ کی مکمل سیرابی کے لئے میں تمھیں ایک معلم دے سکتا ہوں لیکن اس کے بعد کا کام خود تم کو کرنا ہوگا اس لئے دیکھو اب بھی تمہارے لئے موقع ہے کہ تم مجھ سے وہ چیزیں لے لو جو میں ابھی اور اسی وقت تمھیں دے سکتا ہوں ———

توقیر علیخاں :۔ آپ سے مجھے صرف اس سوال کا جواب چاہیئے کہ کیا کسی آدمی کو یہ قوت حاصل ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق سے راہ و رسم پیدا کر سکے ؟ کیا آدمی کے اختیار میں یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ موت کا مقابلہ کر سکے اور اس پر فتح حاصل کر سکے ــــ ؟

کمال الدولہ :۔ یہ دونوں باتیں ممکن ہیں ــــ لیکن یاد رکھو کہ اس طاقت کی کوشش میں لاکھوں انسان اپنی زندگی گنوا چکے ہیں ۔

توقیر علی خاں :۔ فوق البشر بننے کی کوشش میں اپنی جان تک دینے کے لیئے میں تیار ہوں ، ہاں اب ایک بات اور باقی رہ گئی ہے ــــ آپ ــــ ؟

کمال الدولہ :۔ خبردار ــــ یہ سوال نہ کرنا ، میری بابت کبھی بھی مجھ سے کچھ نہ پوچھنا ! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں اپنا ماضی ، حال اور مستقبل کسی سے بیان نہیں کر سکتا ابھی تم سے ایک اجنبی ملا تھا ــــ یہی تمہارا معلم ہے ، اب تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمت نہ ہارنا ، استقلال سے محنت کرتے رہنا کیونکہ میں تمھیں ایک ایسے معلم کے حوالے کر رہا ہوں جس کو وہ تمام طاقتیں حاصل ہیں جن کو تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ تمھارے لیئے ایک نئی دنیا کا دروازہ کھول سکتا ہے ــــ اس کے علم و عقل کے مقابلے میں دنیا کی ہر چیز ہیچ ہے ــــ میں چاہتا تو یہ تھا کہ تمھیں اس اتالیق کے حوالے نہ کروں اور تم سے یہ کہوں کہ تم دنیا کا ہر عیش اور ہر آرام مجھ سے حاصل کر لو ــــ لیکن اب وقت گذر چکا ، تمہارا معلم تم سے ملاقات بھی کر چکا ــــ اب اگر میں چاہوں بھی تو بھی تمھیں نہیں چھوڑے گا ــــ اس لیئے آؤ سفینت ــــ آؤ اور اپنے نئے شاگرد کو سنبھال لو ــــ"

توقیر علی خاں کا دل دھڑکنے لگا ــــ کمال الدولہ کی باتوں نے ایک مرتبہ

پھر اس کے دماغ کو منتشر کر دیا ——— لمحہ بھر کے بعد جو اس نے مڑ کر دیکھا تو وہی اجنبی اس کے بالکل قریب ساکت بلکہ مردہ آنکھوں سے اس کو دیکھ رہا تھا ——— اف ان آنکھوں میں کتنا اسرار تھا، کتنی بھیانک تھیں یہ آنکھیں ——— ! توقیر علی خاں کے کانوں میں اجنبی کے قدموں کی چاپ تک نہیں آئی تھی ——— پھر کیا وہ فضاء میں موجود تھا ———؟ توقیر علی خاں ابھی یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ کمال الدولہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا ——— " اچھا توقیر علی خاں اب رخصت، آج سے تمہاری نئی زندگی شروع ہو رہی ہے ——— آج سے تمہاری آزمائش کے دن آ گئے ——— نہیں کہا جا سکتا کہ اب جب ہم دونوں کی ملاقات ہوگی تو تم شکار ہو گے یا شکاری "

توقیر علی خاں کے دیکھتے ہی دیکھتے کمال الدولہ وہاں سے روانہ ہو گیا جب وہ عمارت سے باہر نکل کر کشتی میں سوار ہوا تو چاندنی کی روپہلی روشنی میں اس نے دیکھا کہ کشتی میں ایک عورت بھی موجود ہے ——— اس نے اتنی دوری ہونے کے باوجود پہچان لیا کہ یہ عورت زمرّد ہے ——— وہ جو کبھی اس کی آنکھوں کا سرور تھی ——— وہ جو ہمیشہ اس کے خوابوں میں موجود رہتی تھی، وہ جس کے حسن کی وہ قسم کھایا کرتا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کشتی روانہ ہو گئی اور اس کے کانوں میں ایک آواز آئی زمرّد نے چیخ کر کہا تھا ——— " توقیر علی خاں ——— میں نے تمھیں معاف کیا ——— خدا حافظ ——— " توقیر علی خاں نے جواب دینا چاہا مگر الفاظ جیسے اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے، اس کی آنکھیں بالکل غیر ارادی طور پر آنسوؤں سے نم ہو گئیں۔ زمرّد اس کی آنکھوں کے سامنے سے دور ہو رہی تھی اور وہ بھی ایک ایسے آدمی کے ساتھ جس کا وجود ایک اسرار تھا ——— ایک بھیانک اسرار ——— زمرّد نے خود ہی

اس پراسرار انسان کے ساتھ اپنی قسمت کو دالبستہ کر لیا تھا ـــــــ اور وہ اس کے ساتھ چلی جارہی تھی، توقیر علی خاں کی زندگی کا رومان اس کی نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہورہا تھا ـــــــ اور فاصلہ کی دوری کشتی کو نگلتی جارہی تھی ـــــــ آخر زمرّد کی کشتی بالکل نظر سے غائب ہوگئی ـــــــ اب توقیر علیخاں سے تاب ضبط نہ رہی اسنے گھبراکر اپنے اتالیق اجنبی سے پوچھا ـــــــ "اگر آپ بھی کمال الدولہ کی طرح آیندہ کے حالات بیان کرسکتے ہیں تو مجھے صرف اتنا تبلا دیجئے کہ زمرّد کا انجام تو اچھا رہے گا اور کم از کم اس نے اپنے شریک حیات کے انتخاب میں تو غلطی نہیں کی ـــــــ"

اجنبی:۔ میں جانتا ہوں کہ زمرّد کا انجام کیا ہے ـــــــ زمرّد کی ساری زندگی میری نگاہوں کے سامنے ہے لیکن میں تمھیں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا ـــــــ آج سے تم میرے شاگرد ہو اور میری شاگردی میں آنے کے بعد تمھارا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ تم ہر خیال اپنے دل سے نکال دو، کسی کی پرواہ نہ کرو، کسی کے ہمدرد نہ بنو ـــــــ اپنے ذہن کو بالکل خالی کردو اور یہ سمجھو کہ اس کتب خانۂ عالم میں تم بالکل تنہا ہو ـــــــ تم نے محبت کو چھوڑ کر، دولت، شہرت اور عزت کی پیش کش کو ٹھکرا کر فوق البشر بننے کی تمنا کو اپنایا ہے ـــــــ اس لئے اب تمھارا کام صرف یہ ہے کہ تم اپنی قوتوں اور ہمتوں کو یکجا کرکے صرف اپنے مقصد پر لگادو

اجنبی کی بات سن کر جب توقیر علی خاں کی نظریں دوبارہ دریا کی جانب اٹھیں تو جمنا کے دوسرے کنارے پر مشعلیں حرکت میں آچکی تھیں، کمال الدولہ کا قافلہ روانہ ہوچکا تھا، توقیر علی خاں نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور اجنبی کے ساتھ فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں سے باہر نکل آیا ـــــــ

(۲۸)

کمال الدولہ کی روانگی کے ایک مہینہ کے اندر ہی اندر توقیر علی خاں نے بھی رختِ سفر باندھ لیا، اپنے اجنبی معلم کے حکم پر وہ ایک انجانی منزل کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، آخر روانگی کی تاریخ بھی آگئی ـــــ عین روانگی کے وقت اسکے دوست مراد نے اس سے کہا، "دیکھو دوست میں تم سے آخری مرتبہ پھر یہ کہتا ہوں کہ تم فوق البشر بننے کی تمنا اپنے دل سے نکال دو، تمھارا پراسرار معلم مجھے کمال الدولہ سے بھی زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اس پر تو غور کرو کہ اس کے وعدوں کی کیا حیثیت ہے جب کہ تمھیں آجتک یہ بھی نہیں معلوم کہ تمھارے اتالیق کا اصل مسکن کہاں ہے تم خود یہ تسلیم کر چکے ہو کہ تمھارے اُستاد کی ہر بات ذو معنی ہوتی ہے، تم ہی نے یہ کہا تھا کہ تمھارا معلم دہلی کو چھوڑ کر ایک ایسے مقام پر چلا گیا ہے جہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا اور وہیں وہ اپنے علوم کے سبق تم کو پڑھائے گا ـــ ذرا سوچو تو ـــ فوق البشر بننے سے تمھیں کیا مل جائے گا ـــ یہی نا کہ تم بھی اپنے معلم کی طرح ایک فضول اور بے کار انسان بن جاؤ گے جذبات اور احساسات تمھارے جسم سے نکل جائیں گے۔ خوشی اور غم کا تم پر اثر نہ ہوگا ـــ آخر اس دیوانگی سے کیا حاصل ـــ اب بھی موقع ہے کہ تم اس حماقت سے توبہ کرو، اور عزت دولت اور شہرت حاصل کرنے کی کوشش کرو ـــ

توقیر علی خاں :- مراد ـــ میرے دوست، اب تو میں اس منزل پر آگیا ہوں کہ اگر میں تمھاری رائے پر عمل بھی کرنا چاہتا ہوں تب بھی نہیں کر سکتا، اب تو میری نجات اسی

میں ہے کہ جو کام میں نے شروع کیا ہے اس کو انجام تک پہنچا دوں، میں جانتا ہوں تمھارا مشورہ خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہے لیکن اب بہتر یہ ہے کہ تم مجھ کو بھول جاؤ اور جو نصیحت تم مجھے کر رہے ہو اس پر خود عمل کرو۔

مُراد:۔ یہ تو ایک کھلی ہوئی دیوانگی ہے ـــــ اتنا تو خیال کرو کہ اس ایک ماہ میں تم کتنے دُبلے ہو گئے ہو، تمھاری صحت میں کتنا فرق آگیا ہے ـــــ ایک انھونی بات کے لئے ضد کرنے سے آخر کیا حاصل؟

توقیر علی خاں:۔ نہیں مُراد ـــــ کاش تمھیں معلوم ہوتا کہ مجھے کیا حاصل ہونے والا ہے۔ شائد تمھیں نہیں معلوم کہ مجھے اپنے استاد ـــــ کی فوق العادت طاقت کا ثبوت مل چکا ہے، اب تو خواہ میرا انجام کچھ بھی ہو میں اپنا ارادہ نہیں بدل سکتا ـــــ اچھا اب خدا حافظ ـــــ اگر تمھیں کسی وقت یہ خبر ملے کہ میں مر گیا تو میرے تمام دوستوں اور عزیز داروں سے کہہ دینا کہ توقیر نے اپنے مقصد کے لئے جان دے دی ـــــ" یہ کہکر توقیر علی خاں نے مراد سے ہاتھ ملایا اور گھوڑے پر بیٹھ کر چل دیا ـــــ آگے بڑھا تو حمید اللہ مل گیا ـــــ وہ حمید اللہ جو شہزادہ والا قدر کے ذریعہ زمرد پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ـــــ حمید اللہ کو توقیر علی خاں کی نئی بلیوں کا کوئی علم نہیں تھا، چنانچہ اس نے اس کو اس طرح حالت سفر میں دیکھ کر اچنبھے کی حالت میں کہا ـــــ "کہاں چلے توقیر ـــــ کیا زمرد کی جدائی اور بے وفائی کے بعد تمھیں دہلی سے بھی نفرت ہو گئی ہے"

توقیر علی خاں:۔ "نہیں حمید اللہ یہ بات نہیں بلکہ میں ایک طویل مدت کے لئے ایک خاص سفر پر روانہ ہو رہا ہوں

حمید اللہ:۔ "لیکن یہ چہرے پر اُداسی کیسی؟ میں کہتا ہوں کہ یہ صحت کی خرابی کیسی؟

قسم خدا کی زمرد کی بے وفائی کے سوا اس اچانک روانگی کا کوئی سبب نہیں ـــــــ مجھے دیکھو میں نے تو زمرد کا خیال تک اپنے دل سے نکال دیا اور یہ بالکل اتفاق ہے کہ مجھے اس سے بہتر عورت مل گئی ہے ـــــ سچ کہتا ہوں زرینہ بڑی بانکی عورت ہے نہایت حسین، حد درجہ مہذب، سچ کہتا ہوں زمرد سے بہتر ـــــ باقی رہے کمال الدولہ؟

توقیر علی خاں :- کمال الدولہ سے مطلب؟

حمید اللہ :- اس سے بدلہ لینے کی میرے پاس صرف یہ صورت ہے کہ میں اس کی ایک تصویر کھینچوں اور پھر اس تصویر کا نام شیطان رکھ کر اس کو کسی طرح دربار عام میں لٹکوا دوں ـــــ ظاہر ہے کہ ایک مصوّر اس سے زیادہ اور کوئی انتقام نہیں لے سکتا

توقیر علی خاں :- (مسکرا کر) تم نے کمال الدولہ کو نہیں پہچانا ورنہ تم یہ بات منھ سے نہ نکالتے

حمید اللہ :- خیر کبھی نہ کبھی تو اس شیطان سے ملاقات ہو گی ہی ـــــــ اچھا رخصت ـــــ !!! خدا تمھارے مقصد میں تمھیں کامیاب کرے

حمید اللہ کے دیکھتے ہی دیکھتے توقیر علی خاں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا وہ اپنے معلّم کے مسکن کی طرف جا رہا تھا ـــــ وہ مسکن جو ایک انجانے مقام پر واقع تھا لیکن توقیر علی خاں کو اس کی کوئی فکر نہ تھی ـــــ مسلسل کئی دن چلنے کے بعد آخر کار وہ نیپال کی ترائی میں پہنچ گیا ـــــ نیپال کی ترائی کا یہ علاقہ حالانکہ قدرتی مناظر کے اعتبار سے بے انتہا دل کش تھا لیکن اس میں سفر کرنا بھی کوئی معمولی بات نہ تھی، پورا علاقہ چوروں اور ڈاکوؤں کا مسکن تھا، تمام راستے مخدوش تھے، تنہا مسافر ادھر جاتے ڈرتا تھا، کوئی شخص بلا منفاعی رہبر کے اس طرف جانے کی ہمت نہ کرتا تھا ہر طرف

بھیانک جنگل، خوں خوار درندوں کی آوازیں، تیز ہوا کی سرسراہٹ اور ہولناک سناٹا ـــــــ چلتے چلتے اسے دور، بہت دور ایک مختصر سا دیہات نظر آیا اور جیسے توقیر علی خاں کی ڈوبتی امیدوں کو سہارا مل گیا ـــــــ گاؤں کے بظاہر آثار بالکل وہی تھے جو اس کے معلّم نے اس کو بتائے تھے ـــــــ اس کو خوشی ہوئی کہ وہ راستہ سے نہیں بھٹکا ـــــــ سینکڑوں میل کا راستہ اس نے کسی سے پوچھے بغیر طے کر لیا اور راہ میں اسے کسی مصیبت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا ـــــــ لیکن کاش اسے معلوم ہو جاتا کہ ایک غیر مرئی طاقت، ایک نہ دکھائی دینے والا وجود ـــــــ فضا کی بلندیوں میں چمکنے والی دو انگارہ ایسی آنکھیں راستہ بھر اس کی رہبری کرتی رہی تھیں ـــــــ حقیقت یہ ہے کہ اگر توقیر علی خاں ان رہبری کرنے والی آنکھوں کو دیکھ لیتا، یا اسکو وہ ہستی نظر آجاتی جو اس کی ہم رکاب تھی تو توقیر علی خاں ایک بھیانک چیخ مار کر ہمیشہ کی نیند سو جاتا اور اسی ویرانے میں اس کی آوارہ وطن لاش جنگلی جانوروں کا لقمہ بن جاتی ـــــــ

دُور ہی سے توقیر علی خاں نے اندازہ لگایا کہ یہ گاؤں انتہائی مختصر ہے جس کے وسط میں ایک قدیم طرز کا مندر بھی بنا ہوا ہے، گاؤں والوں نے جب ایک خوبرو مسافر کو اپنے مکان کی طرف آتے دیکھا تو وہ بھی ایک جگہ جمع ہو گئے اور جیسے ہی وہ نزدیک پہنچا اس سے اپنی زبان میں بھیک مانگنا شروع کر دی، توقیر علی خاں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہ سب کے سب مشتبہ صورت آدمی ہیں جو انتہائی تیز اور للچائی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ توقیر علی خاں کو یہ صورت حال دیکھ کر سخت وحشت ہوئی اور جب ان لوگوں نے ایک دوسرے سے اشاروں اور سرگوشیوں

میں گفتگو شروع کی تو اس کے خوف میں اور بھی اضافہ ہو گیا ـــــ حقیقت یہ ہے کہ نیپال کی اس ترائی کے لوگ عام طور سے خود کو قانون کی گرفت سے آزاد سمجھتے تھے۔ قتل و غارتگری ان کا روز کا مشغلہ تھا اور لوٹ مار انکا خاص پیشہ ـــــ وہ دنیا میں صرف ایک ہستی سے ڈرتے تھے اور وہ ہستی تھی گاؤں کے باہر ایک پہاڑی قلعے میں رہنے والا سیاہ پوش انسان ـــــ!

توقیر علی خاں یہ کیفیت دیکھ کر ایسا ڈرا کہ اس کے قدم جیسے جم کے رہ گئے وہ چاہتا تھا کہ گھوڑے کو آگے بڑھائے لیکن سامنے کھڑے ہوئے انسانوں کے خوفناک چہرے دیکھ کر اس کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی، اسی اثنا میں ایک آدمی جو ان سب میں ممتاز معلوم ہوتا تھا وہ جو اپنی کمر میں ایک دیسی ساخت کا پستول بھی باندھے ہوئے تھا آگے بڑھا اور اس نے تعظیماً جھک کر ذرا صاف زبان میں دریافت کیا۔

"غالباً آپ "قلعۂ ماہیات" جانے والے وہی مہمان ہیں جہاں ہمارا مقدس سردار آپکا انتظار دیکھ رہا ہے ـــــ"

"جی ہاں ـــــ مجھے قلعۂ ماہیات ہی جانا ہے ـــــ" توقیر علی خاں نے ڈرتے ڈرتے کہا اور اس کا یہ جواب سنتے ہی یہ انسان تعظیماً زمین پر لیٹ گیا اور لیٹے ہی لیٹے اس نے کہا "میرے مقدس سردار نے مجھے آپ ہی کے انتظار میں یہاں بھیجا تھا تاکہ میں قلعۂ ماہیات تک آپ کی رہبری کر سکوں ـــــ ناگورا" دیوی کی قسم اگر میں نے تعمیل حکم میں ذرا بھی کوتاہی کی ہوتی تو نہیں معلوم میرا کیا انجام ہو جاتا ـــــ"

پھر اس شخص نے کھڑے ہو کر ذرا بلند آواز سے دیگر تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ـــــ "مقدس سردار کے غلامو اس معزز مہمان کے احترام میں اپنا

سر جھکاؤ اور آج کے بعد ہمیشہ اس معزز مہمان کا ادب و احترام اپنا فرض سمجھو کیونکہ یہ قلعہ ماہیات کے مہمان ہیں اور ناگورا دیوی ان پر مہربان ہو گئی ہے ــــ یاد رکھو ان کو نقصان پہنچانے والا اور ان کو پریشان کرنے والا رات کو سونے کے بعد کبھی بیدار نہ ہو گا اور ناگورا دیوی کی قہر آلود آنکھیں اس کے پورے خاندان کو جلا کر راکھ کر دیں گی ــــ ،، اس کا یہ کہنا تھا کہ تمام دیہاتی سر جھکا کر کھڑے ہو گئے اس شخص نے پھر کہنا شروع کیا ــــ ،، میری سنو اور دیکھو تاکہ تمہاری آنکھیں اور تمہارے کان دھوکا نہ کھائیں کہ میں ان کے گلے میں پیلے موتیوں کی مالا ڈال رہا ہوں جو آج سے ہمارے معزز مہمان کا نشان امتیاز ہے ــــ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس پوری ترائی میں ان کا احترام اسی طرح واجب ہے جس طرح ناگورا دیوی کا ــــ اور ان کے حکم کی تعمیل اسی طرح ضروری ہے جس طرح مقدس سیاہ پوش سردار کا حکم ــــ ،، پھر یہ شخص توقیر علی خاں کی طرف مڑا اور بولا ــــ ،، معزز مہمان جب تک یہ مالا آپ کے گلے میں رہے گی یہ ممکن نہیں کہ اس ترائی کا کوئی بھی شخص آپ کے سامنے سر اُٹھا سکے، جب آپ کسی کی طرف دیکھیں گے تو وہ پتھر دل ہونے کے باوجود آپ کے حق میں موم ہو جائیگا اگر آپ اپنی حفاظت چاہیں گے۔ یا کسی سے بدلہ لینا چاہیں گے یا کسی خوب صورت حسینہ کو اپنے قبضہ میں لانا چاہیں گے یا اپنے کسی دشمن کا سر طلب کریں گے تو آپکا صرف ایک اشارہ کافی ہے ــــ کیوں کہ ہمارا ایک نوجوان مقدس دیوی کی برکتوں سے ہزاروں انسانوں پر بھاری ہے ــــ ،، یہ کہہ کر اس آدمی نے توقیر علی خاں کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور آگے بڑھا، پورا مجمع کائی کی طرح

چھنٹ گیا اور یہ دونوں ایک تنگ پہاڑی راستہ پر چلنے لگے یہاں تک کہ اونچے اونچے ٹیلوں نے ان کو اپنے دامن میں چھپا لیا یہاں پہنچکر توقیر علی خاں نے جو ابتک ایک مجسمہ حیرت بنا ہوا تھا اپنے رہبر سے پوچھا ——— " تمھارا نام کیا ہے ——— "

رہبر بولا ——— " پہلے میرا نام کچھ اور تھا لیکن اب مقدس سردار نے میرا نام "دیگوڈا" رکھا ہے ——— اس کے علاوہ آپ میرے بارے میں مجھ سے اور کچھ نہ دریافت کیجئے گا "

" اچھا تو تمہارے مقدس سردار یہاں کتنے دن سے رہتے ہیں ——— "

" ہمیشہ سے ——— جب سے یہ قلعہ بنا ہے ——— ان کے قبضہ میں سینکڑوں بھوت ہیں، سال میں ایک مرتبہ بھادوں کے مہینہ میں اماوس کی کالی رات کو انکے قلعہ میں بھوتوں کا رقص ہوتا ہے، بجلی چمکتی ہے، بادل گرجتے ہیں اور تمام بھوت قہقہے لگاتے ہیں ——— اُف ——— میرے آقا ساری دنیا کے آقا ہیں اور دنیا کا ہر ذی روح ان کے قبضہ میں ہے ——— ہاں ——— وہ دیکھئے ——— سامنے قلعہ ماہیات نظر آرہا ہے ——— ناگورا دیوی کی قسم اب مجھ سے کوئی سوال نہ کیجئے گا

اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی، تھوڑی دیر کے بعد دونوں قلعے کے نیچے پہنچ گئے، توقیر علی خاں نے غور سے اس قدیم پہاڑی قلعے کو دیکھا، ہر طرف تنہائی سکون اور ہیبت طاری تھی اور ایک لامحدود خاموشی نے پورے قلعہ کو پراسرار بنا دیا تھا ——— نزدیک پہنچنے پر اس نے دیکھا کہ پھاٹک پر اس کا استاد، اس کا اتالیق اس کا معلم، سیاہ لباس پہنے ہوئے موجود ہے ——— یگوڈا اس کو دیکھتے ہی جھک گیا اور سقیف نے بڑھکر اپنے شاگرد توقیر علی خاں کو گلے سے لگا لیا،

پھاٹک کے اندر داخل ہوتے وقت سقیفت نے اپنے شاگرد سے کہا ۔۔۔۔ جو شخص حق کو تلاش کرتا ہے اور جو یہ چاہتا ہے کہ فوق البشر بن کر اس دنیا میں ابد تک باقی رہے اس کے لئے اس مکان سے بہتر اور کوئی مکان نہیں ۔۔۔۔"

(۲۹)

قلعہ ماہیات میں صرف تین نوکر اور ایک بوڑھی ملازمہ تھی ان چاروں میں ایک حبشی ملازم وہ بھی تھا جو دہلی میں کمال الدولہ کے مکان میں رہتا تھا، بوڑھی ملازمہ کے علاوہ تینوں نوکروں کے سروں پر لمبے لمبے بال تھے اور چہروں پر حد درجہ وحشت، قلعہ کے تمام کمرے قدیم ساز و سامان سے آراستہ تھے اور ان پر قدیم زمانہ کی پوری صنعت صرف کر دی گئی تھی، ہر کمرے میں آرائش کا پورا سامان موجود رہتا تھا اور ہر کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کے لئے ایک دروازہ موجود تھا ۔۔۔۔ توقیر علی خاں کو رہنے کے لئے جو کمرے ملے وہ سقیفت کے کمروں سے تھوڑے فاصلہ پر واقع تھے اور ان تک پہنچنے کے لئے غلام گردش کا تھوڑا سا حصہ طے کرنا پڑتا تھا

قلعہ ماہیات پہنچنے کے کئی روز بعد تک سقیفت نے توقیر علی خاں سے حیات بعد الموت اور فوق البشر کے مسائل پر کوئی گفتگو نہ کی، اور جب توقیر علی خاں نے اس موضوع پر گفتگو شروع کرنا چاہی تو سقیفت نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بیرونی اور ظاہری تیاریاں تو مکمل ہیں لیکن اندرونی اور باطنی تیاریوں میں ابھی کچھ اور عرصہ لگے گا ۔۔۔۔ ابھی تو اس کی ضرورت ہے کہ تم اس مقام سے، یہاں کے

ماحول سے اور یہاں کی فضاؤں سے مانوس ہو جاؤ ــــــ!!

سقیف اکثر کئی کئی گھنٹے تک توقیر علی خاں سے گفتگو کرتا رہتا تھا وہ اس کو لے کر قلعہ کے باہر ترائی کے ہیبت جنگلوں میں لے جاتا وہاں کی سیر کراتا اور دنیا کی تاریخ کی کہانی سناتا رہتا، بعض اوقات سقیف قدرتی چیزوں کے اثرات اور تاثیرات پر اس خوش بیانی سے گفتگو کرتا کہ توقیر علی خاں اس کی علمی لیاقت پر مبہوت ہو کر رہ جاتا ــــــ الغرض یہ باتیں اس کا دل بہلانے اور اصولِ حیات معلوم کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوئیں اور فوق البشر بننے کے لئے جو عجلت اس کو تھی اس میں کسی قدر کمی ہو گئی ــــــ اس کے دل کو بتدریج سکون اور اطمینان حاصل ہوتا گیا، بتدریج اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کی روح نے ایک غیر معمولی پاکیزگی حاصل کر لی ہے ــــــ اور اکثر راتوں کی تنہائیوں میں یا عالمِ خواب میں وہ خود اپنی روح سے ہم کلام ہو جاتا ہے ــــــ

سقیف اور توقیر علی خاں تقریباً روز جنگل کی سیر کو جاتے اکثر سقیف چلتے چلتے رُک جاتا اور کسی پھول یا کسی جڑی بوٹی کو توڑ کر اپنے جھولے میں ڈال لیتا ــــــ آخر ایک دن اس سے نہ رہا گیا اور اس نے سقیف سے یہ پوچھ ہی لیا کہ وہ ان پھولوں اور جڑی بوٹیوں کو کیوں توڑا کرتے ہیں اور ان کے جمع کرنے سے آخر کیا مقصد پورا ہوگا اور سقیف نے اس کے جواب میں کہا "قدرت کی یہ حقیر اور لاوجہ ایک ہی دن میں پیدا ہوتی، بڑھتی، پھولتی، پھلتی اور مرجھا کر فنا ہو جاتی ہے دراصل ہمارے رازوں کی بہت مددگار ہے ــــــ آج کی دنیا کا انسان ان کو انتہائی بے قدری کے ساتھ ان کو پامال کر ڈالتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ اس میں وہ

تاثیریں موجود ہیں کہ مرتے ہوئے انسان اس کی صرف ایک بوند سے بچائے جا سکتے ہیں، ایک تن درست آدمی اس کا عرق پی کر ایک طویل عرصہ کے لئے مر سکتا ہے، اور پھر بعد میں زندہ ہو سکتا ہے ـــــ عقلمند سے عقلمند آدمی ان کو کھا پی کر دیوانہ ہو سکتا ہے، بہادر آدمی بزدل بن سکتا ہے ـــــ بلکہ یوں سمجھو کہ زندگی اور موت تک کے راز ان جڑی بوٹیوں میں پوشیدہ ہیں ـــــ اور مبارک ہیں وہ انسان جنھوں نے یہ راز معلوم کرلئے اور ان نباتات کی تاثیرات پر ایک نئے علم کی تخلیق کردی ـــــ" اس نامکمل گفتگو کا سلسلہ نہ معلوم کب تک جاری رہتا حد یہ کہ شام ہوجاتی اور دونوں قلعۂ ماہیات واپس آجاتے ـــــ یہاں رات کو تنہائی میں توقیر علی خاں سوچتا کہ سقیف اور کمال الدولہ میں کتنا فرق ہے ـــــ کمال الدولہ کی گفتگو بالکل عام انسانوں کی گفتگو معلوم ہوتی تھی ـــــ اس کی ذات میں ہمدردی انسانیت اور سخاوت کا جوہر تھا ـــــ اس کے ہر عمل میں خلوص تھا ـــــ اور وہ انسان کو اپنی شخصیت سے دہشت زدہ کرنے کے بجائے اس کا دل جیت لیتے تھے۔ برخلاف اسکے سقیف دنیا سے بالکل بے پروا تھا، وہ کسی کا نہ اچھا چاہتا تھا نہ برا ـــــ وہ نہ نیک تھا نہ بد، نہ اس کی باتوں سے کسی کی خواہشات پوری ہوتی تھیں اور نہ کسی کو اس کے الفاظ تسکین پہنچاتے تھے ـــــ وہ تو بس چلتی پھرتی ایک لاش معلوم ہوتا تھا بالکل دنیا سے الگ، بے پرواہ، اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا اور کام میں مصروف رہنے والا۔

توقیر علی خاں نے سوچا ـــــ ان دونوں میں تو بس ایک ہی چیز مشترک ہے ـــــ

۱؎ کمال الدولہ کو بھی جڑی بوٹیاں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا چنانچہ ایک دن جمنا کے کنارے توقیر علیخاں نے کمال الدولہ کو ایک معمولی گھاس کا پودہ اکھاڑتے اور پھر احتیاط کے ساتھ اپنی جیب میں رکھتے دیکھا تھا ـــــ

یعنی دونوں جڑی بوٹیوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں اور پھر ان کو جمع کرتے رہتے ہیں

اسی طرح کئی ہفتے گذر گئے آخر ایک دن سقیفہ نے توقیر علی خاں کو اپنے کمرے میں بلوا کر اس سے کہا ـــــ "آج میں تم سے کچھ اس قسم کی باتیں کرنا چاہتا ہوں جن سے تمہارے بقیہ تمام شک و شبہات بھی ختم ہو جائیں ـــــ میں جانتا ہوں تم اکثر راتوں کی تنہائیوں میں میرا اور کمال الدولہ کا موازنہ کرتے رہتے ہو ـــــ سب سے پہلے میں تمہارے اس سوال کا جواب دے دوں ـــــ مجھ میں اور کمال الدولہ میں جس کا اصلی تمام موقف ہے بہت فرق ہے ـــــ مجھ میں غور و فکر کا مادہ بہت ہے اور ان میں جذبات اور احساسات کا، میں جب کسی پھل پھول یا جڑی بوٹی کو دیکھتا ہوں تو اس کے اثرات پر غور کرتا ہوں اور کمال الدولہ اس کے حسن اور لطافت پر غور کرتے ہیں ـــــ وہ جوان جذبات کے مالک ہیں اور میں بوڑھے احساسات کا مالک ہم دونوں کو دو مختلف طاقتیں حاصل ہیں، جو طاقت کمال الدولہ کو حاصل ہے وہ مجھ میں نہیں اور جو طاقت اور کمال مجھے حاصل ہے اس تک کمال الدولہ کی پہنچ نہیں ـــــ وہ نیک ہے اور میں نیکی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ـــــ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ کمال الدولہ کی زندگی کا مقصد ہی نیکیاں پھیلانا ہے ـــــ

اب یہاں تم یہ پوچھو گے کہ جب کمال الدولہ کی زندگی کا نصب العین ہی نیکی ہے اور دنیا میں کسی کو اس سے نقصان نہیں پہنچ سکتا تو شہزادہ والا قدر کیسے قتل ہو گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے مقابلہ میں کمال الدولہ دنیا کے معاملات میں زیادہ گڑ رہتے ہیں اس لئے ان سے ایسی غلطیاں بھی ضرور ہوں گی ـــــ حقیقت ہے کہ اگر تم کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہو گے تو اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کیساتھ برائی

بھی ہو جائے، نیکی کے لئے تمھیں بدی سے لڑنا بھی پڑے گا ــــــ رہا میں تو میری زندگی کا مقصد صرف حصول علم ہے مجھ سے دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہیں میں جانتا ہوں کہ اکثر تم یہ سوچتے رہتے ہو کہ ہم دونوں کون ہیں ــــــ تو آج کی صحبت میں تمھیں تمھارے اس سوال کا بھی جواب مل جائے گا

ہم دونوں فرقہ کردگانہ کے ممبر ہیں ــــــ فرقہ کردگانہ تاریخ عالم کا سب سے پرانا فرقہ ہے اور اس کے ماننے والے زمانۂ قبل از تاریخ سے اس دنیا میں موجود ہیں پہلے اس فرقہ کا اثر مغربی ممالک میں نہیں تھا لیکن ۱۳۷۸ء میں دمشق کے ایک عرب مسلمان نے ایک جرمن باشندے کو اس کے اصول سکھلا دئے تب سے یہ فرقہ یورپ کے بعض ممالک میں بھی پھیل گیا ــــــ لیکن افسوس اب اس عظیم الشان فرقے کے صرف دو آدمی اس دنیا میں موجود ہیں یعنی ایک میں اور دوسرا کمال الدولہ یہاں تمھیں تعجب ہوا ہوگا کہ جب ہم اپنے شاگردوں کو ایسی باتیں سکھلا دیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ موت پر قابو حاصل کر لیتا ہے تو پھر فرقہ کردگانہ کے صرف دو آدمی کیسے زندہ ہیں؟ ان کی تعداد تو ہزاروں لاکھوں ہونا چاہیئے تھی ــــــ شاید تم نہیں جانتے کہ تمھارے مورث اعلیٰ بھی ہمارے فرقہ کے ماننے والے تھے اور انھوں نے بھی لااستعناہی حیات کے یہ راز معلوم کر لئے تھے مگر باوجود اس کے وہ ہمیشہ کے لئے اس سے مستفید نہ ہو سکے اور ایک دن موت کا شکار ہو گئے حقیقت یہ ہے کہ ہم کو ایسا کوئی علم یا راز نہیں معلوم ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی موت کو اپنے بس میں کر لیں یا خدا کی مرضی کے خلاف بغاوت کر سکیں مثلاً ہو سکتا ہے اسی کمرے کی چھت ابھی گر پڑے اور میں اس میں دب جاؤں ــــــ ہم کو صرف وہ چیزیں معلوم ہیں جن کی

مدد سے ہماری موت خود ہی ہم سے دُور بھاگتی رہتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کا طب یا حکمت ہی ہے، اب یہ اور بات ہے کہ دنیا کے جاہل لوگ اسے جادوگری سے تعبیر کریں ——

ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم انسان کے تمام جذبات سرد کر سکتے ہیں، اپنے دشمنوں کو اپنی ہی تلواروں سے ہلاک کرا سکتے ہیں، فضا میں اُڑ سکتے ہیں، پانی پر چل سکتے ہیں، آگ کو کھا سکتے ہیں، منٹوں میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر سکتے ہیں، ایک ہی نظر میں ساری دنیا کو دیکھ سکتے ہیں، ہر شخص کا ماضی حال اور مستقبل جانتے ہیں، چاند ستاروں کی سیر کر سکتے ہیں، اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے دنیا کی ہر شے کو حرکت میں لا سکتے ہیں —— اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں جس کی تفصیل تمھیں خود ہی معلوم ہو جائے گی، میں تمھیں اس کی تفصیل سنا کر دہشت زدہ نہیں کرنا چاہتا —— اب تم پوچھو گے کہ ہم اِن رازوں کو کسی دوسرے پر آگاہ کیوں نہیں کرتے —— لیکن اگر تم غور کرو تو تمھیں خود ہی اس سوال کا جواب مل جائے گا

تم خود سوچو کہ اگر ہم اپنے علوم کو عام کر دیں اور تمام دنیا کو اپنا ہم راز بنانے لگیں خواہ ہمارے شاگرد نیک ہوں یا بُرے تو اس صورت میں ہم دنیا کو فائدہ پہنچائینگے یا نقصان؟ فرض کرو کہ ایک بدمعاش آدمی اُن علوم سے آگاہ ہو گیا تو وہ چند ہی لمحات کے اندر اس دنیا کو تباہ کر دے گا یا نہیں؟ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے علوم صرف انھیں لوگوں کو سکھاتے ہیں جو ان کا بُرا استعمال نہ کریں اور احتیاطاً اس علم کی تعلیم سے قبل ہم اپنے شاگردوں سے ایسی سخت ریاضت کروا لیتے ہیں جو ان کے جذبات فنا کر دیتی ہے، خواہشات کو مار دیتی ہے، نفس کو کچل دیتی ہے اور احساسات کو ختم کر دیتی ہے۔

اچھا اب تم جاؤ اور آرام سے سو جاؤ ـــــ یہ پہلا سبق تھا جو میں نے تمہیں دیا۔"
سقیف کی اس تقریر نے توقیر علی خاں پر بالکل جادو کا سا اثر کیا ـــــ آج اس نے یہ محسوس کیا جیسے وہ ایک سیدھے راستہ پر گامزن ہو گیا ـــــ اور اب منزل تک پہنچنا زیادہ مشکل کام نہیں۔ لیکن اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب دوسرے دن سقیف نے اس کو تعلیم دینے کے لئے نہیں طلب کیا اور دوسرا سبق ملنے کے انتظار میں اس کے دو ہفتے یوں ہی گذر گئے ـــــ اس کی بے چینی بڑھتی گئی اور ایک رات جب آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے تھے اور باہر بہت تیز ہوا چل رہی تھی اسکو اچانک یہ خیال ہوا کہ اسی وقت سقیف کے پاس جانا چاہیئے، بعد میں اس ارادے کو اس نے روکنا بھی چاہا لیکن جیسے اس کے قدم اُٹھتے ہی گئے بڑھتے ہی گئے اور وہ سقیف کے کمرے کے دروازہ پر پہنچ گیا

توقیر علی خاں اس کمرے میں داخل ہوا تو اس کو خالی پایا وہ دبے پاؤں آگے بڑھا اور دوسرے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھولا لیکن دہلیز پر قدم رکھا تھا کہ ایک تیز بو اس کی ناک میں پہنچی جس نے اس کے قدم وہیں کے وہیں جما دئے، اس نے دیکھا کہ اس بُو نے کمرے کی ہوا کو بہت ہی بھاری کر دیا ہے، حالانکہ کمرے میں دھندلکا نہیں تھا، ایک جگہ سے ایک بھاپ سی اُٹھتی نظر آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سفید ابر کا کوئی ٹکڑا پورے کمرے میں بہت آہستہ آہستہ لہریں مار رہا ہے اچانک اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا خون جم کر رہ گیا ہے اس کے پاؤں ہزار ہزار من کے ہو گئے ہیں، اب اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اس بھاپ کو دیکھے اور آنے والے حادثہ کا منتظر رہے، دھیرے دھیرے

اس نے محسوس کیا جیسے بھاپ کے اس ابر میں بڑے بڑے قد وقامت کی بھیانک صورتیں اڑ رہی ہیں ـــــ اس کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا اور ایک لمحہ کے لئے اس نے سوچا کہ یہ سب تخیل کی پرواز ہے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ اس بھاپ میں مستور جسم اب اس کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی ـــــ قریب تھا کہ اس کے دل کی حرکت بند ہو جاتی کہ اچانک کسی نے اس کو پکڑ کر دوسرے کمرے میں ڈھکیل دیا ـــــ توقیر علیخاں نے عالم ہوش وحواس میں بس اتنا محسوس کیا کہ کسی نے بھاپ والے کمرے کا دروازہ بند کیا ہے اور اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا ـــــ تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ سقیف اس کے پاس کھڑا ہوا غور سے اس کو دیکھ رہا ہے، وہ قلعہ کی ایک کھلی چھت پر لیٹا ہوا ہے اور آسمان کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ستارے انتہائی خاموشی کے ساتھ یہ تماشہ دیکھ رہے ہیں ـــــ

توقیر علی خاں کو ہوش میں دیکھ کر سقیف نے اس سے کہا۔ "توقیر علی خاں ابھی جو منظر تم نے میرے کمرے میں دیکھا ہے اس سے تمھیں یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مکمل تیاری کے بغیر کسی مقصد کے حصول کے لئے کوشش کرنا ایک خطرناک کام ہے میں سچ کہتا ہوں اگر یہ بو مزید ایک لمحہ تمھارے دماغ میں پہنچ جاتی تو تم ہلاک ہو جاتے اور میں بھی تمھیں نہ بچا پاتا ـــــ"

توقیر علی خاں :- "آپ کی عنایتوں کا شکریہ ـــــ لیکن میرے بزرگ آخر آپ بھی تو کبھی میری ہی طرح اس علم کے میدان میں بالکل مبتدی ہوں گے ـــــ بہرحال یہ منظر دیکھ کر میری خوابیدہ تمنائیں ایک مرتبہ پھر زندہ ہو گئی ہیں۔ ـــــ

خدا کے لئے اب مجھے مزید انتظار نہ دکھوایئے ــــ اور میری زندگی کو مکمل طور سے اپنے ہاتھ میں لے لیجئے ــــ"

سقیف :۔ "خیر ــــ تم میرے پہلے امتحان میں پورے اُترے یعنی میں نے تمہارے دل کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط بنا دیا ــــ اچھا اب سنو، انسان کو فوق البشر بننے کے لئے پہلی ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ عالم خواب میں بھی بیدار رہے یا بیداری میں بھی اس پر بے خودی طاری رہے۔ شائد تمھیں نہیں معلوم کہ علوم سیلنہ کی ابتدا خواب ہی میں شروع ہوتی ہے کیوں کہ یہ خواب ہی ہیں، جو پلک جھپکتے ہیں انسان کو اس دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچا دیتے ہیں ــــ میں خود سوچتا ہوں کہ آج سے تمہاری نئی زندگی کی ابتدا کروا دوں ــــ اچھا ــــ اب تم غور سے اس ستارے کی طرف دیکھو جو کہکشاں کے بالکل نیچے ایک ہلکے سے گول دائرے میں چمک رہا ہے ــــ"

سقیف کے اشارہ کرنے پر توقیر علی خاں نے اس ستارے کو دیکھنا شروع کیا اور خود سقیف اسی بھاپ والے کمرے میں چلا گیا اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد اس کمرے سے زرد رنگ کی بھاپ نکلنے لگی جس سے ایک بھینی بھینی خوشبو پوری فضا میں پھیل گئی ــــ توقیر علی خاں کی تمامتر توجہ اسی ستارے پر مرکوز تھی اور وہ ٹکٹکی باندھے اس ستارے کو دیکھے جا رہا تھا ــــ چند لمحات کے بعد اس کو محسوس ہوا جیسے اس کی ہر ہر رگ میں سنسنی سی دوڑ رہی ہے اور اس کا دل ڈوبتا جا رہا ہے اس کے تمام جسم میں رعشہ سا پڑ گیا ہے اور ایک سخت قسم کی سستی اس کے دماغ پر طاری ہو گئی ہے ــــ لیکن اس صورت حال کے باوجود

توقیر علی خاں کی نگاہیں بدستور ستارے پر جمی رہیں اور وہ مسلسل اس ستارے کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے ستارے کی روشنی زیادہ پھیل گئی ہے، زیادہ شفاف ہو گئی ہے، پھیلتی ہی جا رہی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان کو اسی ایک ستارے کی روشنی نے گھیر لیا ہے —— اچانک اسے یہ معلوم ہوا جیسے اس کے دماغ میں زنجیر کی طرح کوئی چیز ٹوٹی جس نے اس کی نظروں کی بینائی میں ہزار گنا اضافہ کر دیا —— اس کا تمام جسم ہلکا ہو گیا اور ایک ناقابل بیان سکون اس کے دل و دماغ پہ چھا گیا اچانک اس کے کانوں میں اس کے استاد سقیف کی آواز آئی، اس نے پوچھا —— "اچھا توقیر علی خاں —— بتاؤ تم اس وقت کس کو دیکھنا چاہتے ہو" توقیر نے سقیف کی آواز تو سنی لیکن باوجود کوشش کے اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس کی قوت گویائی ختم ہو گئی ہے اور وہ اپنے ہونٹ ہلانے سے معذور ہے —— مگر پھر بھی جیسے اس کے دل کی انتہائی گہرائیوں سے آواز نکلی —— "میں زمرد اور کمال الدولہ کو دیکھنا چاہتا ہوں —— " توقیر کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ وہ تمام فضاء جس کو ستارے کی روشنی نے گھیر رکھا تھا دفعتاً ایک سیر گاہ بن گئی اور توقیر علی خاں ایک فلم[1] کی طرح مختلف مناظر دیکھنے لگا، اس نے دیکھا کہ جنگل اور میدان اس کی نگاہوں کے سامنے سے گذر رہے ہیں وہ پہاڑ، نئے نئے شہر اور وسیع سمندر دیکھ رہا ہے —— بالکل اس طرح جیسے کوئی شخص اس کو ایک تصویر دکھائے اور پھر دوسری تصویر اس کی نظروں کے سامنے پیش کر دے —— آخر مختلف مناظر کے بعد ایک منظر اس کی نگاہوں کے سامنے ٹھہر گیا —— توقیر نے دیکھا کہ ایک پہاڑی

---

[1] فلم کی اصطلاح میں نے اس لئے استعمال کی ہے تاکہ قارئین کو پورا منظر سمجھنے میں آسانی ہو۔

چٹان کو سمندر تین طرف سے گھیرے ہوئے ہے ــــ چٹان کی آخری ڈھلان پر حد نگاہ تک مختلف پھلوں اور میوہ جات کے درخت لگے ہوئے ہیں، وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بڑی عظیم الشان عمارت کے کھنڈر نظر آرہے ہیں اور پورے ماحول کو چاند کی روپہلی کرنوں نے اپنی چاندنی میں نہلا رکھا ہے ــــ اس پر فضاء جگہ پر اس نے دیکھا کہ دو آدمی بیٹھے ہیں ــــ جن میں ایک کمال الدولہ ہے اور دوسری زمرد ــــ جو کمال الدولہ کے کاندھے پر اپنا سر رکھے ہوئے انتہائی ناز و ادا کے ساتھ کمال الدولہ سے باتیں کر رہی ہے ــــ دفعتاً سفیتہ کی آواز دوبارہ اس کے کانوں میں آئی ــــ "کہو اب ان کی باتیں بھی سننا چاہتے ہو ــــ" تو پیر کی آواز تو نکل نہ سکی مگر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اس کے دل ہی نے جواب دیا ــــ "ضرور ــــ" بس اس خیال کا آنا تھا کہ فوراً اس کے کانوں میں کمال الدولہ اور زمرد کی باتوں کی آواز بھی آنے لگی ــــ مگر وہ آواز کچھ ایسی تھی جیسے کوئی آدمی عالم خواب میں بہت دور سے آنے والی آوازیں سنا کرتا ہے ــــ

زمرد نے کمال الدولہ سے کہا ــــ "ایک دفعہ آپ نے مجھ سے کہا تھا، زمرد تم میرے ساتھ نہیں کسی دوسرے کے ساتھ ہی خوش رہ سکتی ہو ــــ آخر اس کی کیا وجہ تھی ــــ؟

کمال الدولہ:۔ گذری ہوئی کل کی باتیں یاد نہ دلاؤ زمرد ــــ کیوں کہ جس زمانے میں میں نے تم سے یہ بات کہی تھی اس زمانے میں مجھے تم سے عشق نہ تھا بلکہ ایک دلی اور روحانی جوش تھا جو مجھے تمہاری طرف کھینچتا چلا جا رہا تھا ــــ برخلاف اس کے آج میں تم سے عشق کرتا ہوں ایسا عشق جس کی تکمیل کے لئے میں نے اپنا بہت کچھ

قربان کر دیا ہے ——— خدا نہ کرے وہ دن آئے، جب میں تم سے یہ کہوں کہ تم میرے بجائے کسی دوسرے کے ساتھ خوش رہ سکتی ہو ———

زمرد:۔ میرے سرتاج ——— میری خوشی اور میرا آرام بھی صرف آپ ہی کی خوشی اور راحتوں کے ساتھ وابستہ ہے لیکن میں دیکھتی ہوں کہ آج کل آپ بہت اُداس سے دکھلائی دیتے ہیں؟

کمال الدولہ:۔ تم نے ٹھیک محسوس کیا ——— کیوں کہ جب بھی میں اس دن کا تصور کرتا ہوں جب تم مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گی اور تمہاری زندگی اپنی حد میں پار کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گی اس وقت میں اُداس ہو جاتا ہوں ——— میں جانتا ہوں یہ چاند اپنی اسی آب و تاب کے ساتھ چمکتا رہے گا۔ بہار اسی طرح آیا کرے گی، سمندر اسی طرح لہریں مارتا رہے گا لیکن زمرد ——— کچھ عرصہ گذرنے کے بعد تمہاری ان غزالی آنکھوں میں یہ کشش نہ رہے گی ——— تمہارے حسن میں یہ دلکشی نہ رہے گی۔ تمہاری مسکراہٹ میں یہ بانکپن نہ رہے گا اور تمہاری یہ زلفیں جنکو دیکھکر آج کالی گھٹا بھی شرما جاتی ہے بالکل سفید ہو کر اس طرح مُردہ ہو جائیں گی جیسے خزاں رسیدہ پتے

زمرد:۔ کیوں ——— ؟ کیا ہم دونوں پر بڑھاپے کا اثر ایک ساتھ نہ ہوگا؟ کیا میں اپنی آنکھوں سے تمہیں بوڑھا ہوتے نہ دیکھ سکوں گی ———

کمال الدولہ:۔ نہیں زمرد ——— ایسا نہیں ہو سکتا، یہ ٹھیک ہے کہ تم میری شریک حیات بن گئی ہو لیکن تم میری اس زندگی کی شریک نہیں بنی ہو جس نے مجھے عام لوگوں کی زندگی سے الگ کر دیا ہے ——— کاش تمہارے اس حسن اور تمہاری اس جوانی

میں کبھی کمی نہ آتی ——— اور روز قیامت تک ہم دونوں اسی حالت میں باقی رہ سکتے ———

زمرد:- آپ کی فلسفیانہ باتیں بعض اوقات میری سمجھ میں بالکل نہیں آتیں ——— بھلا کسی نے کبھی موت پر بھی قابو حاصل کیا ہے ———

ابھی زمرد کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ ایک سیاہ دھبے نے تمام منظر کو توقیر علی خاں کی نظروں سے چھپا دیا ——— پورا حال، پورا منظر پلک جھپکتے میں اس کی نظروں سے مستور ہو گیا ——— پھر بھی توقیر علی خاں کی نظروں میں زمرد اور کمال الدولہ کی تصویر ایک تھوڑی دیر کے لئے باقی رہ گئی ——— ان میں ایک کا چہرہ بشاش اور روشن تھا اور دوسرے کا فکر مند، اداسی لئے ہوئے اور پریشان چند لمحات کے بعد توقیر علی خاں بالکل ہوش میں تھا ——— ہوش میں آتے ہی اس نے دیکھا کہ سقیف اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے ——— تھوڑی دیر تک بالکل سکوت طاری رہا اس کے بعد سقیف نے توقیر علی خاں سے کہا ——— "مبارک ہو توقیر علی خاں کہ آج سے تم نے زندگی کے ایک نئے دَور میں قدم رکھ دیا ——— تم سے قبل بھی بہت لوگوں نے چاند اور تاروں کے مناظر دیکھے اور زمین پر اس طرح نظر یں ڈالیں کہ ان کو مدفون خزانے دکھائی دینے لگے ——— لیکن افسوس انھوں نے اتنی ہی قوت کے بعد اپنے غرور میں آکر وہ حرکتیں شروع کر دیں جس کا نتیجہ ان کی موت تھا ——— یہ سب میرے دوست تھے لیکن سب بچھڑ گئے وہ مری ہوئی روحوں سے باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن اتنے بزدل تھے کہ جب کسی روح نے ان کے قریب آکر ان سے بات کرنا چاہی تو ان کی حرکت قلب بند ہو گئی۔

وہ ڈرپوک تھے اسی لئے ان کی قوتوں اور صلاحیتوں نے ان کا ساتھ نہ دیا ــــــ یاد رکھو توقیر علی خاں میں تمھیں وہ علم دے سکتا ہوں جس کی قوت سے اگر تم چاہو تو اس دنیا کی تسخیر کرلو ــــــ لیکن تم اطمینان رکھو تمھاری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے تم اس دنیا میں رہتے ہوئے دوسری دنیا کی سیر کرسکتے ہو، مگر اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہارے دل و دماغ کو اس کے لئے تیار کرلیا جائے ــــــ اچھا جاؤ اب تھوڑی دیر آرام کرو ــــــ اور رات کے تیسرے پہر میرے کمرے میں آجاؤ ــــــ میں تمہارا انتظار کروں گا ــــــ"

توقیر علی خاں تو جیسے سحر میں مبتلا ہو گیا تھا، تمام باتیں اس کو ایک خواب سا معلوم ہوتی تھیں وہ اُٹھا اور اپنے کمرے میں آکر ایک مسہری پر لیٹ گیا۔

(۳۰)

رات کے تیسرے پہر توقیر علی خاں جس کے دماغ پر ابھی شام والے واقعہ کا اثر باقی تھا سقیف کے کمرے میں پہنچ گیا جہاں سقیف انتہائی خاموشی کے ساتھ آنکھیں بند کئے غور و فکر میں مصروف تھا، قدموں کی آواز سے بغیر سقیف نے کہا ــــــ "آؤ توقیر ــــــ آؤ میں تمھارا ہی انتظار دیکھ رہا تھا ــــــ" اور توقیر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اس کے بعد سقیف نے اسکو مخاطب کرکے ایک طویل تقریر کی بلکہ یوں سمجھا جائے کہ اپنے علم کا دوسرا درس دیا ــــــ اس نے کہا ــــــ "انسان ایک ارتقائی منزل سے گذر رہا ہے ــــــ وہ ہمیشہ سے جاہل تھا اور باوجود اپنے علم و دانش کے آج بھی جہالت ہی کے دور سے گذر رہا ہی

صدیوں سے نہیں، بلکہ ہزاروں برس سے وہ آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو دیکھ رہا ہے جو آسمان پر اس طرح نظر آتے ہیں جیسے کسی سمندر کی سطح پر پانی کے ننھے ننھے بلبلے ـــــ ایک عرصہ تک وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ ستارے آسمان پر جلنے والے چراغ ہیں یا روشن مشعلیں ہیں جو رات کی اداسی اور تاریکی ختم کرنے کیلئے پروردگار نے تخلیق کی ہیں پھر جب علم ہیئت کا وجود آیا تو اس نے اپنا پہلا خیال رد کر دیا اور اب یہ ماننے لگا کہ دراصل یہ ستارے ایک دنیا ہیں اور اکثر اس کی دنیا سے بھی ہزاروں گنا بڑے ہیں ـــــ ایک مسافر درختوں کو دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ان درختوں کی شاخیں اور پتے اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ مسافروں کو گرمی کی دھوپ سے بچائیں اور جاڑوں میں اس کو جلا کر سردی کی شدت پر قابو حاصل کریں لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جس طرح آسمان پر چمکنے والے ہر ستارے میں ایک ایک دنیا آباد ہے اسی طرح خدائے بزرگ و برتر نے ان درختوں کے ایک ایک پتے پر ایک ایک دنیا آبادی ہے جس میں بے انتہا مخلوق رہتی ہے ـــــ وہ نہیں جانتا کہ پانی کے ہر قطرے میں اس کی دنیا سے زیادہ مخلوق اپنی زندگی کی سانسیں لیتی رہتی ہے ـــــ صرف اسی پر منحصر نہیں ـــــ تم خود اپنے جسم کی مثال لو کیوں کہ یہ جسم بھی بذات خود ایک دنیا ہے ـــــ جس میں خون کی رگوں کی صورت میں سینکڑوں دریا بہا کرتے ہیں ـــــ شاید تمہیں نہ معلوم ہو اس لئے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے خون کی ہر بوند میں لاکھوں جانیں انتہائی آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں ـــــ تمہارے گوشت میں، تمہاری ہڈیوں میں، تمہاری رگوں میں حد یہ کہ تمہاری آنتوں کے بھرے ہوئے فضلہ تک میں الگ الگ مخلوقات

آباد ہیں جو تمھارے جسم کو بھی اسی طرح ایک دنیا سمجھتی ہوں گی جس طرح تم اس دنیا کو ــــــ اگر تم اس فلسفے کو سمجھ گئے ہو گے تو اب تم کو یہ تسلیم کرنے میں بھی کوئی تامل نہ ہوگا کہ جو خلاء زمین کو آسمان سے جدا کرتا ہے وہ خالی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی بے انتہا مخلوق بستی ہے ــــــ اور یہ خلاء محض خلاء نہیں ہے ــــــ کیونکہ قدرت نے اس دنیا کی یا کسی بھی دنیا کی کوئی شے بے کار نہیں پیدا کی ہے ــــــ تم خود سوچو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی وسیع جگہ کو جسے ہم خلاء کہتے ہیں بے کار ہو اس میں کوئی جاندار موجود نہ ہو اور اتنی بڑی جگہ کو بے کار چھوڑ دیا گیا ہو ــــــ اب یہ اور بات ہے کہ انسان اپنی مادی آنکھوں سے اس خلاء کی مخلوقات کو نہیں دیکھ سکتا لیکن پھر بھی خلاء میں رہنے والی اور آنکھوں سے اوجھل رہنے والی اس مخلوقات میں اور اس دنیا کے انسان میں ایک تعلق ضرور ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے جنوں اور پریوں کے افسانے مشہور ہیں ایسے افسانے جن کو نہ ہم بالکل غلط کہہ سکتے ہیں اور نہ بالکل صحیح ــــــ یہ افسانے اور ان افسانوں کے مشہور ہونے کی ابتدا ہمیں بتلاتی ہے کہ ہماری دنیا میں کبھی نہ کبھی ایسے انسان ضرور ہوں گے جن کی آنکھیں ہماری آنکھوں سے زیادہ دوربین تھیں اور جن کے ہوش وحواس ہم سے زیادہ مضبوط تھے ــــــ ممکن ہے جس طرح آج بھی افریقہ کے بعض وحشی قبائل کوسوں دُوری سے اپنے دشمن کی بو سونگھ لیتے ہیں اسی طرح ہماری دنیا کے قدیم انسانوں نے جن کی زندگی گناہوں سے بالکل پاک رہی ہو اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ لیا ہو جو اس خلاء میں یا اس کرۂ ہوا میں اطمینان سے زندگی گذار رہی ہے ــــــ اور انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے جنات کو زمین اور

آسمان کے درمیان اڑتا ہوا دیکھ لیا ہو ـــــ لیکن بعد میں ان انسانوں نے جو ان قدیم انسانوں کی اولاد تھے اپنی گناہ آلود زندگی اور اپنی جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے اس مخلوق کو نہ دیکھا ہو اور اپنے آباء واجداد کی باتوں کو افسانوی حیثیت دے دی ہو ـــــ بہر حال جنات کے وجود پر جو افسانے اور جو کہانیاں آج کی دنیا میں مشہور ہیں ان کی حقیقت پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے اب یہ اور بات ہے کہ ہم انسان اپنی کمزوریوں اور خود میں روحانی طاقتوں کی کمی کی وجہ سے ان کو نہ دیکھ سکیں ـــــ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان جناتوں کو کس طرح دیکھا جائے ـــــ تو اس کا کھلا ہوا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے حواسوں کو مضبوط کرلیں، اپنے دلوں کو گناہ کے ارادوں سے پاک کرلیں اور خواہشات، جذبات، احساسات حد یہ کہ شہوت تک کو اپنے جسم سے نکال دیں ـــــ غالباً تم نے سنا ہوگا کہ دنیا میں جو لوگ جادوگر کے نام سے مشہور ہیں وہ سب سے پہلے اپنے شاگردوں سے زہد و عبادت کرواتے تھے، ریاضت کرکے ان کے نفس کو مارتے تھے اور اس کے بعد علوم باطنی ان کے سینوں میں منتقل کرتے تھے ـــــ بس یہی کچھ وہی فرقۂ کوگانہ کا بنیادی اُصول ہے اور اسی پر کاربند ہونے کے بعد ہم نہ صرف ان فضاء میں رہنے والی مخلوقات کو بلکہ جن جنات اور بھوتوں تک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں بلکہ ان کو اپنے قبضے میں بھی لے آتے ہیں۔

تمہیں نہیں معلوم کہ میرے پاس وہ اکسیر بھی ہے جس کا استعمال جسم کو بے انتہا مضبوط، حواس خمسہ کو انتہائی طاقتور اور آنکھوں کو انتہائی دوربین بنادیتا ہو لیکن

میں تمہیں فی الحال وہ اکسیر استعمال کرنے کے لئے نہیں دے سکتا کیوں کہ جب تک تمہیں خوں خوار چیزوں کا ـــــ اور ہیبت ناک صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ کیا جائے گا تم اس اکسیر کو نہیں استعمال کر سکتے اور اگر بالفرض محال تم نے استعمال کر بھی لی تو اس سے تمہاری زندگی دشوار ہو جائے گی ـــــ اگرچہ اس اکسیر کے نسخے میں نہایت معمولی جڑی بوٹیاں ہیں لیکن اس کو اپنے استعمال میں وہی لا سکتا ہے جس کے اعصاب میں اس کے استعمال کی لیاقت وصلاحیت پیدا کر دی جائے ـــــ جب کہ یہ بھی ایک زندہ اور ٹھوس حقیقت ہے کہ یہ لیاقت اور صلاحیت سخت تکالیف اور سخت آزمائشوں کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی ـــــ میں سچ کہتا ہوں میرے بعض دوست تو اس اکسیر کی ایک ہی خوراک کھا کر اتنا ڈرے اور ان کی آنکھوں نے اس کے نتیجہ میں جو تماشہ دیکھا وہ اس کی تاب نہ لا سکے اور اسی وقت ہلاک ہو گئے ـــــ اچھا تم اب میرے ساتھ میرے خاص کمرے میں چلو اور ابتدائی ریاضت کے لئے تیار ہو جاؤ ـــــ".

اتنا کہنے کے بعد سقیعت توقیر علی خاں کو لے کر اپنے خاص کمرے میں جو دراصل اس کی لیبارٹری تھا اور جس میں آج تک توقیر علی خاں نہیں گیا تھا لے گئے اور وہاں اس کو چند جڑی بوٹیوں کے تجربات اور کمالات دکھائے جن کو دیکھ کر توقیر علی خاں نے سوچا کہ ان معمولی دوائیوں سے تو انتہائی حیرتناک کام لئے جا سکتے ہیں ـــــ

ان تجربات کے بعد سقیعت نے توقیر سے کہا ـــــ سولھویں صدی تک فرقہ کمہ دگانہ کے لوگ اپنی اصلیت کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنے کے لئے کچھ بہانے بنا دیا کرتے تھے لیکن چوں کہ وہ علم کیمیا میں ماہر ہوتے تھے اس لئے عوام میں جادوگری

حیثیت سے مشہور ہو جاتے تھے ..... لیکن ان تجربات کے بعد غالباً اب تمہاری سمجھ میں یہ بات آسانی کے ساتھ آ گئی ہو گی کہ آج سے سینکڑوں برس پیشتر سکندر کے سپہ سالار سیلوکس کے دربار میں، ایک ہندوستانی سنیاسی نے جو خیالی پیش کیا تھا اس کی تخلیق کرنا کتنا آسان ہے

توقیر علی خاں کو یہ دیکھ کر بھی انتہائی سخت حیرت ہوئی کہ اس علم کیمیا کے ذریعہ جس کی نظر کو چاہے دھوکے میں ڈالا جا سکتا ہے ___ اب اس کو معلوم ہوا کہ جن جادو کی تصویروں کو پیش کر کے فرعونِ مصر اذخ تنت[1] من کو خوش کر دیا گیا تھا ___ جس ترکیب سے قیام کشمیر کے زمانے میں ایک لمحہ کے اندر موسم کو بدل کر ایک ہندو جوگی نے شہنشاہ جہانگیر کو حیران کر دیا تھا اور جن بھوتوں کو دکھلا کر منگولیا کے جادوگروں نے چنگیزی فوجوں کا دل بڑھا دیا تھا ___ وہ بالکل آسان کام ہے اور ان کا کرنا کوئی دشوار امر نہیں ہے ___ اسی اثناء میں سقیف نے اس سے پھر کہا ___ "میں سمجھتا ہوں یہ سب دیکھ کر اب تمہاری نظر میں جادو کی کوئی حقیقت نہ رہ گئی ہو گی اور تمہارے نزدیک بھی جادو ایک مذاق سے زیادہ نہ رہ گیا ہو گا ___" یہاں پہنچ کر توقیر علی خاں نے بالکل اچانک سوال کیا ___ "بعض کیمیاگر ایک دھات کو دوسری دھات میں بدل دیتے ہیں ___ آخر اس کی حقیقت کیا ہے ___"

جس کے جواب میں سقیف نے کہا ___ "یہ دنیا ___ خدائے بزرگ و برتر کی بنائی ہوئی یہ کائنات تو ایسی جگہ ہے جہاں دھاتیں تو ایک طرف رہیں عناصر تک دن رات بدلا کرتے ہیں ___ بعض لوگ لوہے کو سونا بنا دینے کا دعویٰ کرتے ہیں ___

---

[1] اس فرعون کی لاش ایک اہرام سے برآمد ہو گئی ہو اور اس کی ممی آجکل برٹش میوزیم میں رکھی ہوئی ہے۔

حالانکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں بلکہ میں تو موتی، ہیرے اور یاقوت بنانا اس سے بھی زیادہ آسان کام سمجھتا ہوں ــــــ بعض لوگوں نے اس کو بھی ایک طرح کی جادوگری سمجھ رکھا ہے لیکن اگر یہ جاہل کیمیاگر اپنی معلومات اور اپنے علم کو اور بھی زیادہ وسیع کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ وہ صرف چند اجزاء کو ملا کر ایک ایسی ہیبت ناک اور خوں خوار چیز پیدا کر سکتے ہیں جو پلک جھپکتے میں لاکھوں آدمیوں کو تباہ و برباد کرے لیکن توقیر یہ دنیا بڑی مکار ہے ــــــ یہاں اچھی چیز اور اچھے آدمیوں کی کوئی قدر نہیں ہوتی ــــــ اور مجھے افسوس ہے کہ یہی وہ دنیا ہے جس پر تمہارے کمال الدولہ مرے جا رہے ہیں ــــــ خدا کی قسم میں ہر وقت ان کو اور زمرّد کو دیکھتا رہتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آج کل وہ کن الجھنوں کا شکار ہیں ــــــ بہرحال آج تم نے ہماری علمی قوتوں کا معمولی سا مشاہدہ کر لیا گویا آج سے تمہاری ابجد شروع ہو گئی ــــــ"

اس کے بعد سقیف نے توقیر کو اور کچھ کمالات دکھائے اور رات ختم ہو گئی ــــــ

اسی طرح کافی عرصہ تک سقیف کا نیا شاگرد محنت اور ریاضت کرتا رہا اور علم ہیئت کے پیچیدہ مسائل پر غور و خوض کرتا رہا ــــــ وہ روز نئے نئے تجربات کرتا، اور اکثر ان کے نتائج سے حیران ہو جاتا ــــــ اس کی یہ حیرانی کام میں اس کی دلچسپی کو اور بڑھا دیتی ــــــ توقیر کی یہ محنت صرف نباتات اور ان کے کیمیائی اثرات تک ہی نہیں محدود تھی، وہ علم نجوم، علم الافلاک، اور علم الجنات کا بھی مطالعہ کر رہا تھا ــــــ سقیف اس کے سامنے گھنٹوں تقریر کرتا، اس کو یونانی فلاسفر فیثاغورث کے علم الہندسہ کے اسرار بتاتا اور یہ سمجھاتا کہ اس علم کی مدد سے کس طرح پیشن گوئی کی جا سکتی ہے سقیف اپنے شاگرد کو ہر تجربہ کے دوران میں وہ باریک نکتہ نہ سمجھاتا جس کی وجہ سے

حیرتناک نتیجہ نکل آتا تھا اور پوچھنے پر بھی بتانے سے انکار کر دیتا، جب توقیر اس سے بہت زیادہ اصرار کرتا تو وہ کہتا ـــــ "کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ میں ایک مبتدی کو جس کا میں نے ابھی تک کوئی خاص امتحان بھی نہیں لیا ہے ایسے راز بتلا دوں گا جس کے ذریعہ وہ ایک لمحہ میں اس دنیا کا تختہ پلٹ سکتا ہے ـــــ یہ آخری راز اور علم الحساب کا یہ آخری سبق صرف اُن لوگوں کو بتایا جاتا ہے جو سخت امتحانات پاس کر لیں ـــــ تمھیں بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں ـــــ کیونکہ جیسے جیسے تم آزمائشوں میں پورے اُترتے جاؤ گے تم میں خود بخود لیاقت پیدا ہوتی جائے گی اور تمھیں یہ راز معلوم ہو جائیں گے۔"

(۳۱)

توقیر کو سقیف کی شاگردی میں آئے پورے چھ مہینے گذر چکے تھے اور وہ سخت جاں فشانی کے ساتھ اپنی ریاضت میں مشغول تھا کہ ایک دن سقیف نے دورانِ گفتگو میں یہ مان لیا کہ توقیر نے حصولِ علم کے میدان میں کافی ترقی کی ہے چنانچہ اس نے کہا "اب وہ دن بہت قریب آگیا ہے جب تمہارے سینے میں بھی حیات بعد الموت کا اہم راز منتقل کر دیا جائے اور تمھاری آنکھوں میں بھی وہ اصلی نور پیدا کر دیا جائے جس کے بل پر تم فضائے عالم میں رہنے والے جناتوں کو دیکھ سکو ـــــ لیکن تم اپنی ریاضت بدستور جاری رکھو ـــــ میں ایک مہینے کے لئے باہر جا رہا ہوں، جو کام میں نے تمھارے سپرد کیا ہے ـــــ اور مزید ریاضتیں کرنے کا جو حکم میں نے تمھیں دیا ہے اگر تم نے وہ پورا کر لیا تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ واپس آتے ہی تمھیں فوق البشری کی پہلی سیڑھی پر پہنچا دوں گا ـــــ لیکن دیکھو میں تمھارے اُستاد کی حیثیت سے تمھیں حکم دیتا ہوں

کہ تم میرے اس کمرے میں جہاں میں کیمیاوی تجربات کرتا ہوں ہرگز ہرگز میری عدم موجودگی میں قدم نہ رکھنا —— اور اگر کسی اہم ضرورت سے تمہارا وہاں جانا بھی ہو تو شیشیوں میں جو تیل بھرا رکھا ہے اس کو ہرگز نہ جلانا —— کسی ڈھکے ہوئے برتن کا ڈھکنا نہ اُلٹنا —— میں اس کمرے کی کنجی بھی تم کو دئے جا رہا ہوں محض یہ دیکھنے کے لئے کہ تم میرے اس حکم کی امتناعی تعمیل کرتے بھی ہو یا نہیں — یاد رکھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ بھی تمہارے دل، تمہاری نفس اور تمہاری ذہنی صلاحیتوں کا ایک امتحان ہے ——" یہ کہہ کر سقیف نے توقیر کو اس کمرۂ خاص کی کنجی دی اور شام ہوتے ہی وہاں سے چلا گیا —— کہاں چلا گیا یہ توقیر کو نہیں معلوم تھا ——

سقیف کے جانے کے بعد توقیر بہت محنت کے ساتھ اپنے تجربوں میں مصروف رہا لیکن پھر بھی وہ تمام کام پندرہ دن ہی میں ختم ہو گئے اور توقیر کے پاس کوئی کام یا دوسرے لفظوں میں کوئی شغل نہ رہا چنانچہ جب توقیر خالی ہوا تو اس کا ذہن بھٹکا اور بے چین کرنے والے ادھر ادھر کے خیالات اس کے دل کو ستانے لگے۔ بار بار اس کو سقیف کا یہ حکم یاد آتا کہ دیکھو میرے کمرۂ خاص میں قدم نہ رکھنا ——" اور وہ بے چین ہو جاتا، وہ سوچتا آخر اس کمرے میں وہ کون سی چیز پوشیدہ ہے جو سقیف مجھ سے چھپانا چاہتا ہے —— وہ بار بار کمرے کی کنجی کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا اور اس کی غیر مستقل مزاجی میں ایک اشتعالی کیفیت طاری ہو جاتی کبھی وہ یہ سوچتا کہ اس کا یہ امتحان انتہائی بیہودہ اور طفلانہ ہے اور کبھی وہ یہ سوچتا کہ ممکن ہے اس پابندی میں کچھ اس کا ہی فائدہ مضمر ہے — بہر حال وہ انتہائی جراءت کے ساتھ اپنے نفس کی اس خواہش کا مقابلہ کرتا رہا اور اس نے لاکھ چاہنے پر بھی

اس کمرے کا دروازہ نہیں کھولا ــــــ اب اس نے اپنی خواہش کو دبانے کیلئے ایک نئے طریقہ پر عمل شروع کر دیا یہاں وہ قلعۂ ماہیات کے باہر نکل جاتا اور تمام دن پہاڑیوں پر گھومتا رہتا اور جنگل میں سیر و تفریح کرتا رہتا ــــــ

ایک دن وہ اسی طرح تفریح کر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو پہاڑیوں کے ایک درمیانی میدان میں ایک جھیل کے کنارے بہت سے آدمی جمع ہیں، وہاں پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ کوئی تہوار ہے اور یہ لوگ کمایوں کی پہاڑی میں ؎نینا ڈیوی کے مقدس مندر اور جھیل کی زیارت کر کے واپس آئے ہیں۔ کچھ تفریح اور کچھ وقت کاٹنے کے خیال سے وہ بھی اس مجمع میں شامل ہو گیا ــــــ مجمع میں کچھ عورتیں بھی تھیں ــــ جن کی طرف دیکھتے ہی توقیر علی خاں کی وہ رگِ شباب جو ایک عرصے سے بالکل خاموش اور ساکت تھی بھڑک اٹھی اور وہ بالکل محو ہو کر ان کا نظارہ کرنے لگا ــــــ اسی اثناء میں اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جو ایک بجلی کی طرح اس کی نگاہوں میں کوند گئی ــــــ جیسے کوئی مقناطیسی قوت تھی جس نے دل و دماغ کو ہلا دیا اور جیسے کوئی ستارہ تھا جو آسمان سے اس کی آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے ٹوٹا اور اس نے زمین پر گر کر ایک عورت کی شکل اختیار کر لی ــــــ اس عورت نے بھی توقیر علی خاں کو دیکھا اور پھر ایک انداز کافرانہ کے ساتھ مسکرا کر ایک طرف چل دی ــــــ توقیر علی خاں نے چاہا کہ وہ اس کا تعاقب کرے اور وہ اس نیت سے قدم اُٹھانا ہی چاہتا تھا کہ یگوڈا نے یعنی اسی شخص نے جو اس کو قلعۂ ماہیات تک پہنچانے کے لئے آیا تھا جھک کر سلام کیا اور جیسے بالکل اچانک اس کے

؎ اس مقام کا نام اب نینی تال ہے اور جھیل کے کنارے اب بھی نینا دیوی کا مندر موجود ہے۔

بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ ابھی توقیر مزید کچھ سوچ بھی نہ پایا تھا کہ بگوڈا نے کہا "حضور آج ننا دیوی کی زیارت کرنے آئے ہیں اور یہاں اس میدان میں مسرت کا جشن منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر میں ہم سب کا ناچ شروع ہوگا۔۔۔۔" لیکن بگوڈا کو اس کی بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے توقیر نگاہوں ہی نگاہوں میں اسی عورت کا تعاقب کرتا رہا۔۔۔ نہ معلوم کیوں اس عورت کی ایک ہی جھلک نے اس کے منجمد جذبات میں اچانک ہلچل مچادی تھی، بگوڈا بھی صورت حال کو بھانپ گیا۔ چنانچہ اس نے کہا۔۔۔ "حضور۔۔۔ جس عورت کو آپ دیکھ رہے ہیں وہ یہاں کے مندر کی رقاصہ ہے آپ حکم دیں تو میں ابھی اس کو بلالاؤں۔۔۔۔۔ آپ کے گلے میں تو پیلے موتیوں کی مالا پڑی ہے اور جس کے گلے میں یہ مالا پڑی ہوتی ہے اس کی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوئی عورت انکار نہیں کر سکتی۔۔۔۔" یہ کہکر بگوڈا اس عورت کو بلانے چلا گیا۔۔۔ اور توقیر چند لمحات تک سوچتا رہا کہ اگر یہ عورت آگئی تو آخر اس کی ان قسموں کا کیا انجام ہوگا جو اس نے سقیف کی شاگردی میں آتے وقت کھائی تھیں اور جن کے تحت اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کبھی کسی عورت کا تصور بھی اپنے دماغ میں نہیں لائے گا۔۔۔ آخر اس ریاضت کا کیا انجام ہوگا جو وہ گذشتہ دو ماہ سے کر رہا ہے کہیں اس عورت کی قربت اس کی تمام محنتوں کا خاتمہ نہ کر دے۔۔۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بگوڈا اس عورت کو جس کا نام لیلٰی[1] تھا لے کر واپس آیا۔۔۔ اور

---

[1] لیلٰی نام کی یہ عورت مسلمان نہ تھی لیکن اس کا تعلق جس فرقہ سے تھا وہ روحوں کی پرستش کرتا تھا اور اس زمانے میں اس کے بعض قبیلے ایران کی شمالی سرحدوں سے آکر نیپال کی ترائی میں آباد ہو گئے تھے۔ اب یہ فرقہ قریب قریب ختم ہو چکا ہے اور بظاہر اس کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔

توقیر علی خاں کے ہاتھ میں اس کا نرم و نازک ہاتھ تھماتے ہوئے کہا ــــــ " لیجئے سرکار ــــ لیلی حاضر ہے ــــ مقدس دیوی کی قسم یہ آپ کی نیند حرام کر دے گی۔ جائیے اور اس کو لے کر سامنے والی چٹان کے اس پار چلے جائیے جہاں یہ آپ کو قلعۂ ماہیات کے خشک اور ڈراؤنے ماحول کے بجائے ایک ارضی جنت کی سیر کرا دے گی ــــ اور توقیر علی خاں نے اس عورت کو، اس مجسمۂ حسن کو، اس قد آدم قیامت کو اپنی نگاہوں کے بالکل سامنے موجود پاکر یہ سوچا کہ جڑی بوٹیوں اور جنگلی پھول پتیوں کو پیسنے اور کوٹنے سے یہ لاکھ درجہ بہتر ہے کہ اس عورت کے ریشمی بالوں کو بکھرایا جائے ــــ فیثاغورث کے ایجاد کردہ علم الہندسہ پر دماغ کھپانے سے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ زندگی کے چند لمحات ہنسی اور مسرت کے ساتھ گذارے جائیں اس خشک اور نفس کش زندگی سے تو یہ کہیں اچھا ہے کہ اس ارضی حور کے ساتھ چٹان کے اس پار زندگی کا صحیح لطف حاصل کیا جائے ــــ الغرض توقیر علی خاں کے ذہن پر اس کی بھولی ہوئی شیطانی فطرت نے آن کی آن میں قبضہ کر لیا اور وہ لیلی کا ہاتھ پکڑ کر اس مجمع سے گزرتا ہوا پہاڑی چٹان کی طرف روانہ ہو گیا راہ میں اسے ایک انتہائی ضعیف العمر بڈھا ملا جو توقیر اور لیلی کو تنہا چٹان کی طرف جاتے دیکھ کر بولا ــــ " جوانی باقی رہنے والی نہیں ہوتی ــــ جوانی ہوتی ہی اسی لئے ہے کہ اس میں جی کھول کر خوشی اور مسرت کے قہقہے بلند کئے جائیں ــــ ہائے ایک زمانہ تھا کہ میں بھی جوان تھا اور میری بھی ایک لیلی تھی ــــ کاش یہ جوانی باقی رہتی ــــ " توقیر نے منہ پھیر کر اس بڈھے کا یہ جملہ سنا اور پھر چل دیا ــــ لیکن اگر اس نے غور سے اس بڈھے کو دیکھا ہوتا اور اس کی آنکھوں پر جذبات کے پردے نہ

پڑ گئے ہوتے تو وہ ایک ہی نظر میں پہچان لیتا کہ یہ بڈھا سقیف کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اور بگوڈا نے محض اسی کے اشارے پر لیلیٰ کو اس کے لئے فراہم کیا تھا ـــــ توقیر اور لیلیٰ تو پلک جھپکتے میں چٹان کی آڑ میں غائب ہو گئے لیکن وہی بڈھا بگوڈا سے کافی دیر تک سرگوشیاں کرتا رہا اور اس کے بعد ایک طرف چل دیا ـــــ اور دیکھتے ہی دیکھتے بالکل اس طرح نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جیسے کوئی سایہ تاریکی میں گھل جائے۔

(۳۲)

توقیر علی خاں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر تمام رات لیلیٰ کے ساتھ خوشی و سرمستی کے نغمے گاتا رہا اور جب وہ انتہائی سرور کی حالت میں اپنے کمرے میں واپس آیا تو کمرے کی ہر شے میز پر رکھی ہوئی ہر جڑی بوٹی اور اس کے کام میں آنے والی ہر چیز کو دیکھ کر جیسے اس کی تکان میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا اور وہ دل ہی دل میں کہنے لگا ـــــ "سقیف کی شاگردی میں اپنا وقت برباد کرنے سے بدتر دنیا کا اور کوئی فعل نہیں ہو سکتا، جوانی کے ان حسین لمحات کو جڑی بوٹیوں کی جانچ پرتال میں گنوانا آخر کس خدا نے بتایا ہے ـــــ زاہد خشک بن کر زندگی کو ایک ویران ریگستان میں تبدیل کرنے سے آخر کیا فائدہ حاصل ہو گا؟ اور پھر سقیف تو دنیا کا ہر راز مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں! وہ یہ نہیں بتاتے کہ ہمزاد کو کس طرح قابو میں کیا جا سکتا ہے؟ وہ یہ نہیں بتاتے کہ جناتوں کو کس طرح تسخیر کیا جا سکتا ہے؟ وہ یہ نسخہ نہیں بتاتے کہ عمر جاودانی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟ وہ تو بس تقریر کرتے رہتے ہیں اور شعبدے دکھاتے رہتے ہیں ـــــ آخر اس طرح کب تک میں یہاں تلعہ اہیات میں ایک غلام کی طرح

اپنی زندگی کے دن گذارتا رہوں گا ــــــ" غرض اسی طرح لاتعداد خیالات نے اس کے ذہن کو بالکل منتشر کر دیا ــــــ کافی دیر تک وہ اپنے کمرے میں اور پھر باہر کے صحن میں ٹہلتا رہا اور اس کی غیر مستقل مزاجی اس کو بھڑکاتی رہی اور یہ ورغلاتی رہی کہ وہ ابھی اور اسی وقت جاکر سقیف کے کمرے کو کھولے اور یہ معلوم کرے کہ سقیف نے اس کو اس کمرے میں داخل ہونے سے کیوں منع کیا تھا اور کیوں یہ تاکید کی تھی کہ وہ یہ کمرہ نہ کھولے ــــــ آخر توقیر سے نہ رہا گیا ــــــ فطری طور پر وہ ایک بہادر اور نڈر نوجوان تو تھا ہی اس نے سقیف کے کمرۂ خاص کی طرف قدم بڑھا دیئے اور قفل کھول کر بے تحاشہ کمرے کے اندر گھس گیا ــــــ

کمرے کے اندر کوئی خاص بات نہ تھی، ہر چیز ایک معمولی حیثیت سے رکھی ہوئی تھی، الماریوں میں مختلف قسم کی شیشیاں رکھی ہوئی تھیں اور ادھر ادھر گوشوں میں کتابیں ڈھیر تھیں ــــــ کمرے کے بیچ میں ایک میز پر ایک ضخیم کتاب کھلی ہوئی رکھی تھی ــــــ توقیر کو پورے کمرے میں صرف یہی کتاب ایک غیر معمولی شے نظر آئی اور کتاب کا کھلا ہونا حد درجہ حیرتناک ــــــ قریب جاکر اس نے غور سے دیکھا تو یہ کتاب فارسی میں تھی اور اس کا ۲۶۷واں صفحہ کھلا ہوا تھا ــــــ توقیر نے انتہائی بے تابی کے ساتھ اس صفحہ کو پڑھنا شروع کیا ــــــ اس صفحہ پر لکھا تھا ــــــ

"خوف علم کا جانی دشمن ہے، حصول علم میں کسی چیز سے ڈرنا گویا خود کو بزدل ثابت کرنا ہے ــــــ فرقۂ کردگانہ کے ہر فرد کا یہ بنیادی اصول ہونا چاہیئے کہ وہ دنیا کی ہر شے سے ڈرنا چھوڑ دے" اکسیر سرخ کی تاثیر یہ ہے کہ اس کو چھ بار سونگھنے کے بعد وہ چیزیں دکھائی دینے لگتی ہیں جو عام انسانوں کو نظر نہیں آتیں اور روغن سیاہ کی تاثیر

یہ ہے کہ اگر اس کا چراغ جلایا جائے تو اس کی روشنی ان روحوں کو اپنے قریب بلا لیگی جن کی ہڈیوں کو جلا کر یہ تیل نکالا گیا ہے ۔۔۔۔ ان روحوں سے موکل کا کام لیا جا سکتا ہے ۔۔۔۔ لیکن خبردار ۔۔۔۔ ان ارواح کی بھیانک شکلوں سے خوف نہ کھایا جائے ۔۔۔۔ کیوں کہ ایسے مواقع پر خوف کا مطلب موت ہوا کرتا ہے ۔۔۔ "

توقیر چاہتا تھا کہ دوسرا صفحہ پڑھے لیکن جیسے اس صفحہ کا رسم الخط ہی بدل گیا تھا وہ لاکھ چاہنے پر بھی نہ پڑھ سکا کہ یہ رسم الخط کس زبان کا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے توقیر علی خاں اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتا تو اس کو یہ صاف معلوم ہو جاتا کہ سقیف نے جاتے وقت جان بوجھ کر اس صفحہ کو کھول کر رکھ دیا تھا اور کتاب[1] کے صرف اسی صفحہ کو محض اپنی روحانی قوت کے ذریعہ صرف اتنی مدت تک کے لئے جتنی مدت تک توقیر نے اس صفحہ کو پڑھا فارسی رسم الخط میں دکھا دیا تھا ورنہ یہ کتاب تو در اصل اس زبان میں تھی جس کا پڑھنا اور سمجھنا توقیر کے بس کا روگ نہ تھا، سقیف تو اپنے شاگرد کو آزمانا چاہتا تھا، وہ اس کے استقلال کا امتحان کرنا چاہتا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ اگر توقیر کے جذبات اس کے دماغ پر غالب آئے تو وہ کمرے کا قفل ضرور کھولے گا اور کمرے کی تمام چیزوں کا امتحان ضرور لے گا، اس لئے اس نے کتاب کا یہی صفحہ جس میں توقیر کی آتش شوق بھڑکانے کا کافی مواد تھا کھلا چھوڑ دیا اور پھر اس صفحہ کا رسم الخط اور زبان بھی بدل دی تاکہ توقیر کو اس کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو، الغرض صفحہ پڑھنے کے بعد جو توقیر علی خاں نے سامنے کی الماری کی طرف دیکھا تو اس میں مختلف رنگ کی

---

[1] یہ پوری کتاب عبرانی زبان میں تھی، اب یہ زبان تقریباً مردہ ہو چکی ہے اور صرف یہودی راہب ہی اس زبان میں اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں۔

شیشیوں کے درمیان اس کو وہ شیشی بھی نظر آئی جس پر روغن سیاہ کا اور وہ بوتل بھی دکھائی دی جس پر اکسیر سُرخ کا لیبل لگا ہوا تھا ـــــ آہستہ آہستہ چوروں کی طرح اس الماری کی طرف بڑھ کر اس نے دونوں بوتلیں اُٹھالیں ـــــ اور پھر اطمینان کیساتھ اکسیر سُرخ والی بلوری بوتل کی ڈاٹ کھول کر اس کو سونگھا ـــــ جس کے بعد جہاں ایک طرف بوتل میں سے بھینی بھینی خوشبو نکل کر پورے کمرے میں پھیل گئی وہاں دوسری طرف توقیر کے پورے جسم میں مسرت اور خوشی کی ایک عجیب سی لہر دوڑ گئی ـــــ اور اسنے خود کو بے پناہ حد تک وزنی محسوس کیا ابھی وہ چاہتا ہی تھا کہ اکسیر کو دوبارہ سونگھے کہ اچانک کسی کے قدموں کی آہٹ معلوم دی ۔ توقیر اس طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ کسی نے اس کا نام لے کر پکارا اور دروازے پر دستک دی ۔ آواز سے اس کو معلوم ہو گیا کہ " پگوڈا " اس کو پکار رہا ہے ـــــ چوروں کی طرح اس نے جلدی سے بوتل بند کر کے الماری میں رکھدی ، سقیفت کے کمرے سے باہر نکلا ، اسی طرح اس میں تالا لگا دیا اور یہ سوچکر چلا آیا کہ اطمینان کے ساتھ جب کسی شخص کے آنے کا ڈر نہ ہوگا ان دونوں بوتلوں کا جادو دیکھا جائے گا

جیسے ہی توقیر علیخاں نے صحن میں قدم رکھا ، پگوڈا نے جو وہاں کھڑا تھا اس کو دیکھتے ہی کہا ـــــ " حضنور ـــــ قسم ہے دیوی ناگورا کی کہ میں اس وقت آپ کو بالکل نہیں پہچان سکا ـــــ معلوم ہوتا ہے کل لیلیٰ کے ساتھ آپ کی تفریح نے آپ کو بالکل نئے سرے سے جوان بنا دیا ہے ـــــ سچ کہا ہے کسی نے کہ تفریح بھی جوان کو نوجوان بنادیتی ہے ـــــ کل آپ بالکل پیلے اور سست نظر آرہے تھے اور آج آپ انتہائی تندرست اور سُرخ ـــــ میں تو سمجھتا ہوں کہ لیلیٰ کوئی جادوگرنی ہے جسکی نگاہ ناز

نے آپ کی بالکل کایا پلٹ کر دی ہے " توقیر نے یگوڈا کی یہ بات سن کر اپنے کمرے میں جاکر آئینہ دیکھا تو واقعی وہ کل کی بہ نسبت آج بلکہ اس وقت بالکل بدلا ہوا نظر آرہا تھا ــــ پچھلے کئی ہفتوں کی حد درجہ ریاضت اور مشقت نے اسکے خدوخال میں جو خشکی اور ضعیفی پیدا کر دی تھی وہ ختم ہو چکی تھی، اس کو اپنا قد کچھ بلند معلوم ہونے لگا تھا، آنکھیں روشن ہو گئی تھیں، چہرے پر پھولوں کی سی تازگی آگئی تھی اور رنگ بالکل سرخ ہو گیا تھا ــــ اپنی حالت میں یہ تبدیلی دیکھ کر توقیر کو اچانک یہ خیال آیا کہ یہ تمام تر تبدیلیاں صرف اسی شیشی کی ذرا سی خوشبو کے دماغ میں پہنچ جانے کا نتیجہ ہے ــــ یہ اسی اکسیر سرخ کی ابتدائی تاثیر ہے ــــ اس نے سوچا جب ایک بار سونگھنے سے اس میں یہ ناممکن تبدیلی آسکتی ہے تو یقیناً اس کا استعمال اس کو ہمیشہ کے لئے بڑھاپے سے نجات دلا سکتا ہے اس کی جوانی ہمیشہ باقی رہ سکتی ہے اور کیا عجب ہے کہ عمر بھی ــــ !!!

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یگوڈا نے کہا ــ " حضور کو میں نے صرف اسلئے زحمت دی کہ میرے مقدس آقا (یہاں مراد سقیفت سے ہے) کا یہ خط ابھی مجھے ملا ہے مجھے سخت تاکید کی گئی ہے کہ میں اس کو ذاتی طور پر خود ہی حضور کی خدمت میں پہنچا دوں، انھوں نے زبانی طور پر یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ وہ کل دن میں کسی وقت قلعۂ ماہیاست پہنچ جائیں گے ــــ "

توقیر :- " لیکن یہ خط انھیں کس نے لاکر دیا۔

یگوڈا :- " ایک سوار شمال کی طرف سے آیا اور اس کو کچھ ایسی جلدی تھی کہ اس نے زبانی پیغام دے کر یہ خط دیا اور اسی وقت واپس چلا گیا "

توقیر نے خط پڑھا اس میں لکھا تھا "توقیر ـــــ میں وقت مقررہ سے بہت پہلے واپس آرہا ہوں اور کل دن میں کسی وقت قلعہ ماہیات پہنچ جاؤں گا ـــــ تم اطمینان رکھو ـــــ آتے ہی میں تمہیں فرقۂ کردگانہ کی اصلی تعلیم دینا شروع کر دوں گا ـــــ تمھارے تمام حواس فنا کر دوں گا، تمھارے جذبات ختم کر دوں گا، تمھارے احساسات تمھارے جسم سے نکال پھینکوں گا اور پھر تم کو ایک ایسا علم بخش دوں گا جس کے بعد ہر چیز تمھاری غلام ہو جائے گی ـــــ مجھے امید ہے کہ تم نے میرا بنایا ہوا کام ختم کر لیا ہو گا، کئی کئی دن تک روزہ رکھا ہو گا، راتوں کو جاگ کر ریاضت کی ہو گی اور میرے حکم کے بموجب میرے کمرے میں قدم نہ رکھا ہو گا ـــــ" توقیر نے خط پڑھ کر نہایت حقارت کے ساتھ اسے ایک طرف رکھ دیا اور دل ہی دل میں کہا ـــــ "پھر وہی مصیبت نازل ہو رہی ہے، وہی خشک زندگی ـــــ آخر میں اس زندگی کو لے کر کیا کروں گا جس میں نہ عشق و محبت کی چاشنی ہے نہ سیر و تفریح کی لذت! سقیف تمھارا شاگرد تمھاری مدد کے بغیر ہی اپنا مقصد حاصل کئے لے رہا ہے ـــــ سُرخ اکسیر اور روغن سیاہ موجود ہے، اس کے بعد مجھے تمھاری کیا حاجت ـــــ" یہ سوچتے سوچتے جب اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو بگوڈاد بے پاؤں وہاں سے جا چکا تھا ـــــ

اکسیر سُرخ کی بُو سونگھنے کے بعد توقیر بے حد خوش تھا چنانچہ اسی مسرت میں وہ قلعۂ ماہیات سے باہر نکل کر جنگل کی سیر کو نکل گیا ـــــ اس نے سوچا کہ آزادی کے یہی چوبیس ۲۴ گھنٹے تو باقی ہیں کیوں کہ کل دن میں کسی وقت سقیف آجائے گا اس لئے کیوں نہ کل تک جی بھر کر سیر تفریح کر لی جائے ـــــ جنگل پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہی پرانی مصوری کی روح جو کسی غیر انسانی طاقت نے اس میں سے کھینچ لی تھی اس کے

جسم میں دوبارہ واپس آگئی ہے ـــــ وہ پہاڑ اور جنگل کے مناظر بالکل ایک مصوّر کی طرح دیکھنے لگا ـــــ اور ایک مرتبہ پھر یہ بھول گیا کہ یہ ہریالی، یہ سبزہ، یہ جھومتے ہوئے پھول صرف بہار تک ہیں کیوں کہ جب خزاں آئے گی تب یہ سارا منظر ایک سخت چٹان اور پتھر کے بڑے بڑے تودوں میں تبدیل ہو جائے گا ـــــ اسی طرح دیکھتے دیکھتے وہ آبادی کے قریب پہنچ گیا، جہاں اس نے دیکھا کہ لیلیٰ ایک کھیت کے قریب کھڑی ہوئی کچھ کام کر رہی ہے ـــــ لیلیٰ کو دیکھتے ہی اس کا دل ایک مرتبہ پھر تڑپ گیا، گزری ہوئی کل کی باتیں یاد آگئیں اور وہ تیز تیز قدم اٹھا کر لیلیٰ کے قریب پہنچ گیا جو اس کو دیکھ کر ایک عجیب ادا سے مسکرا دی اور بولی ـــــ "میں جانتی تھی کہ قلعہ ماہیات کے پھاٹک ایک مرتبہ پھر کھلیں گے اور آپ ایک مرتبہ پھر مجھ سے ملنے کے لئے آئیں گے ـــــ "

توقیر:۔ "خدا کی قسم ـــــ معلوم ہوتا ہے تم بھی کسی غیر معمولی قوت کی مالک ہو ـــــ ورنہ خود بخود میرے قدم جنگل سے اس آبادی کی طرف کیسے اٹھ جاتے ـــــ

لیلیٰ:۔ " لیکن حضور ایک پہاڑی رقاصہ سے اتنی وابستگی ـــــ کہیں چاند میں گہن نہ لگ جائے!!

توقیر:۔ وابستگی نہیں لیلیٰ ـــــ محبت کہو ـــــ خدا کی قسم محبت اور صرف محبت۔

لیلیٰ:۔ جی ـــــ ایک مسافر کی محبت، جو آج یہاں کل کہیں اور ـــــ " یہ کہہ کر لیلیٰ نے کچھ اس ادا سے توقیر کی طرف دیکھا کہ توقیر کا دل جیسے اس کے ہاتھوں سے نکل گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ لیلیٰ اس پاکیزہ حسن کی مالک نہیں تھی جو زمرّد کو قدرت کی طرف سے حاصل ہوا تھا لیکن پھر بھی لیلیٰ حسن و جوانی کے اعتبار سے قیامت سے کم نہ تھی

چنانچہ اس وقت توقیر کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اب تک صرف لیلیٰ کے لئے ہی زندہ رہا تھا۔ اور شاید لیلیٰ ہی اس کی جوانی کی منتہائے مقصود ہے —— جذبات کے ایک تیز طوفان میں گھر کر اس نے کہا —— " لیلیٰ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم ان پہاڑوں کو چھوڑ دو —— " اور لیلیٰ نے کہا —— " اپنے محبوب کی خاطر پہاڑوں تک تو کیا اس دنیا تک کو چھوڑا جا سکتا ہے —— شائد آپ کو نہیں معلوم کہ ہم پہاڑی لڑکیاں عشق و محبت کے کھیل کو موت و حیات کا کھیل سمجھتی ہیں —— اور پھر میں تو ایرانی قبیلے کی لڑکی ہوں —— وہ قبیلہ جو سینکڑوں سال پیشتر اس پہاڑی دامن میں آکر آباد ہو گیا تھا —— شائد آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم قبائلی پہاڑی لڑکیاں اپنے چاہنے والوں پر اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں —— ہمارا محبت بھرا دل ہمیشہ صرف محبت کرتا رہتا ہے، ہم خود کو اپنے شوہر کی لونڈی سمجھتے ہیں اور اسکی خدمت کرنے میں زندگی کی سب سے بڑی مسرت محسوس کرتے ہیں، ہم پہاڑی لڑکیوں کی یہ ریت ہے کہ ہم کو ہمارا شوہر کتنا ہی بُرا بھلا کہے، مارے، پیٹے، ذلیل کرے ہم مُسکرا کر برداشت کر لیں گے لیکن اگر اس نے ہم سے ذرا بھی بے وفائی کی تو ہم تیر کی طرح اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور ہمارے وہی ہاتھ جو محبت کے جوش میں اس کی گردن میں حمائل نظر آتے ہیں اس کے خون میں رنگ جاتے ہیں —— اب بتائیے کیا آپ مجھ سے محبت کر کے خود کو میرا شوہر بنا سکتے ہیں —— " جس روانی، آزادی اور بے باکی کے ساتھ لیلیٰ نے توقیر کے اظہار محبت کا تفصیلی جواب دیا تھا اس نے توقیر کو اس کا اور بھی فریفتہ بنا دیا —— لیلیٰ اس کی نگاہوں میں کھب کے رہ گئی —— اس کے جذبات اور بھی زیادہ اُمنڈ آئے اور اُسنے وفور جذبات

میں فوراً جواب دے دیا —— "ہاں —— میں تم سے محبت کرکے تمھیں اپنی بیوی بنا سکتا ہوں اور تمھیں تمھارا یہ قبائلی حق بھی دے سکتا ہوں کہ اگر میں تم سے کبھی بے وفائی کروں تو تم مجھ سے روائتی انتقام لے لو —"

الغرض محبت اور جوانی کی ان باتوں میں توقیر اور لیلیٰ کا کافی وقت گزر گیا —— سامنے سے بگوڈا آرہا تھا اس لیئے لیلیٰ توقیر کا ہاتھ چھڑا کر ایک طرف بھاگ گئی —— وہ نہیں چاہتی تھی کہ بگوڈا اس کو اس حالت میں دیکھے اور توقیر بھی بگوڈا کی نگاہوں سے بچ کر قلعہ ماہیات کی طرف روانہ ہو گیا —— دل میں تمناؤں کا ایک طوفان لیئے ہوئے، ارمانوں کا ایک سیلاب چھپائے ہوئے —— یہ سوچتا ہوا کہ آج سقیف کے کمرے میں اکسیر سُرخ اور روغن سیاہ کے ذریعہ وہ ناقابل تصور قوتوں کا مالک ہو جائے گا —— قلعہ ماہیات کی طرف جاتے جاتے اس نے یہ بھی سوچا کہ سقیف سے زیادہ جادو تو لیلیٰ کی مست آنکھوں میں ہے —— لیکن بے وفائی کے بدلے میں عورت کا انتقام —— یہ مسئلہ تو بہت نازک ہے، لیکن خیر —— اگر کبھی ایسا کوئی وقت آیا تو اس کا بندوبست پہلے سے کر لیا جائے گا فی الحال تو سقیف کے کمرے میں جاکر ناقابل تصور قوتیں حاصل کرلی جائیں —— اور گویا اس طرح توقیر نے اپنے استاد سے بے وفائی کی تمام تیاریاں مکمل کرلیں —— کمال الدولہ نے واقعی سچ کہا تھا کہ جب گڈھے میں کیچڑ ہی کیچڑ ہو اگر اس میں صاف پانی بھی ڈال دیا جائے تو یہ پانی بھی کیچڑ کی طرح گندا ہو جائے گا —— لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر نیک طبیعت والا کمال الدولہ قلعہ ماہیات میں موجود ہوتا تو وہ اپنے ساتھی سقیف سے ضرور کہتا —— "سقیف —— یہ کیا حماقت ہے کہ تم ایک کم عمر جوان کو ایک پہاڑی

شیرنی کا شکار بنائے دے رہے ہو ـــــ بے شک تم اس سے فاتے کر اؤ، ریاضت کر اؤ، اس سے اس کے نفس کا تزکیہ کر اؤ لیکن آخر یہ کون کھیل ہے ـــــ یہ کونسا امتحان ہے ـــــ جس سے تم توقیر کو گذار رہے ہو ـــــ میں سچ کہتا ہوں سقیف تم اپنی جوانی کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو ـــــ تمہاری جوانی کو ہزار دن برس گذر چکے ہیں تم نے زمانے کی سینکڑوں کروٹیں دیکھی ہیں ـــــ لیکن اگر تمہاری عمر بھی توقیر کی سی ہوتی تو تم بھی لیلیٰ ایسی ایرانی النسل جوانی کی نگاہوں کی گرفت سے نہ بچ پاتے ـــــ اس لئے بتاؤ سقیف تم نے اپنے شاگرد کے لئے لیلیٰ کی بدمست جوانی کا جال کیوں بچھا دیا ـــــ"

لیکن افسوس قلعۂ ماہیات میں کمال الدولہ موجود نہیں تھا وہاں اس وقت سقیف بھی نہیں تھا ـــــ وہاں تو صرف سقیف کے نہ دکھائی دینے والے موکل تھے خبیث اور آوارہ روحیں تھیں اور یا پھر توقیر تھا ـــــ۔

(۳۳)

دن گذرا، آفتاب پہاڑوں کی آڑ میں چھپا رات ہوئی لیکن جیسے جیسے رات کی تاریکی بڑھی توقیر کی بے چینی اور بے قراری بھی بڑھتی گئی ـــــ بار بار اس کا دل کہتا رہ توقیر ـــــ اٹھو ـــــ اپنے کمرے سے باہر نکلو ـــــ کیونکہ تمہارا استاد سقیف دشمن عشق و محبت سقیف ـــــ جادوگر سقیف ـــــ ہزاروں سال پرانا سقیف جناتوں اور بھوتوں کو اپنے قبضے میں رکھنے والا سقیف کل یہاں پہنچ جائے گا ـــــ اس لئے اس رات کو غنیمت جانو اور اکسیر سرخ و روغن سیاہ کا جی کھول کر استعمال

کرلو کیونکہ آج کے بعد تھیں ان چیزوں کے استعمال کی یہ آزادی پھر کبھی نہ مل سکے گی "
چنانچہ جب رات زیادہ گذری تو توقیر علی خاں کو تاب ضبط نہ رہی ـــــ اس نے ایک شمع جلا کر ہاتھ میں لی اور دبے پاؤں سقیفن کے کمرے کا تالا کھول کر اس میں داخل ہو گیا ـــــ ایک میز پر شمع رکھ کر اس نے ایک مرتبہ پھر کمرے کو غور سے دیکھا، اور تازی ہوا کے لئے سامنے کی کھڑکی کھول دی ـــــ جس کے بعد چاند کی روشنی بھی کمرے کے فرش پر آکر لوٹنے لگی اور چاندنی کے اس رقص نے کمرے کی اداسی کو ایک بہت بڑی حد تک دور کر دیا ـــــ اب توقیر دوبارہ اس میز کے قریب آیا جہاں وہ قدیم کتاب رکھی ہوئی تھی اس نے اس کے کئی ورق پلٹے اور اس کی عبارت پڑھنا چاہی ـــــ آخر ایک جگہ اسے پھر فارسی رسم الخط[1] نظر آیا ـــــ غور سے دیکھا تو لکھا تھا ـــــ " صدیاں گذر جائیں گی تب قلعۂ ماہیات میں ایک نوجوان داخل ہو گا جو میرے کمرے میں رکھے ہوئے گیارہ چراغ جلائے گا اور ان کی روشنی سے غسل کرنے کے بعد اکسیر سُرخ کو سونگھے گا اور روغن سیاہ کا چراغ جلا کر ـــــ " اسکے بعد توقیر سے آگے کی عبارت نہیں پڑھی گئی ـــــ لیکن اب اس کا شوق اور بھی زیادہ بڑھ گیا ـــــ اس نے سوچا کہیں یہ نوجوان جس کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے میں ہی تو نہیں ہوں ـــــ میں یعنی توقیر علی خاں ـــــ چنانچہ اس نے کتاب کی تحریر کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے سقیفن کی الماری میں رکھے ہوئے چراغوں کو گنا تو وہ واقعی تعداد میں گیارہ تھے، اب تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اُس نے

---

[1] یہ رسم الخط اسے کیوں نظر آیا جب کہ پوری کتاب عبرانی زبان میں تھی اس کا اندازہ غالباً قارئین کو ہو گیا ہوگا اور اس کی وجہ انھیں معلوم ہو گئی ہو گی۔

انتہائی بے تابی کے ساتھ ان تمام چراغوں کو کمرے کے وسط میں رکھ کر روشن کر دیا تاکہ پہلے ان چراغوں کی روشنی کا غسل کر لیا جائے ــــ چراغوں کے جلتے ہی ہر ایک میں سے سفید رنگ کا دھواں نکلنے لگا ــــ اور اتنا دھواں نکلا کہ روشنی کے باوجود اس دھوئیں کے بادل نے کمرے میں اچھی خاصی تاریکی پیدا کر دی ــــ پھر یہ دھواں ایک جگہ جمع ہو کر ایک سیاہ بادل کا ٹکڑا بن گیا اور آہستہ آہستہ اس نے توقیر علی خاں کے سر پر بالکل اس طرح سایہ کر لیا جیسے کوئی دھوپ سے بچنے کے لئے چھتری کھول لے ــــ بادل کا سایہ پڑتے ہی توقیر کا جسم بے انتہا سرد ہو گیا ــــ اس کی رگوں کا خون جمنے لگا ــــ اور اس کے ہاتھ پیروں کی قوت جواب دینے لگی لیکن پھر بھی وہ ہمت کر کے آگے بڑھا ایک خالی چراغ میں روغن سیاہ ڈال کر اس کو جلایا اور اکسیر سرخ کی شیشی کھول کر اس کی خوشبو کو خوب سونگھا ــــ ابھی اس نے اس اکسیر کو دو ہی مرتبہ سونگھا تھا کہ اس میں وہی تر و تازگی ــــ قوت اور جوانی پیدا ہو گئی جو صبح کے وقت اکسیر کو صرف ایک لمحہ تک سونگھنے کے بعد پیدا ہوئی تھی ــــ ابھی وہ چاہتا ہی تھا کہ شیشی کو تیسری مرتبہ سونگھے کہ اس نے دیکھا کہ دھوئیں کا جو سیاہ بادل اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھا اس کا رنگ بجائے سیاہ کے سفید ہو گیا ہے اور اسمیں سے کچھ انسانی صورتوں کے عکس دکھائی دے رہے ہیں ــــ ایسے عکس جو بادل میں اس طرح تیر رہے ہیں جیسے مچھلیاں پانی کے اندر تیرتی ہیں ــــ یہی نہیں بلکہ اس بادل سے کچھ آوازیں بھی آ رہی ہیں ایسی آوازیں جو اگرچہ بہت دھیمی تھیں لیکن اتنی خوفناک کہ توقیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ ڈر اور خوف

کے ملے جلے جذبات کے تحت بہت بلند آواز سے چیخ پڑا ــــــ لیکن اس کی آواز نہ نکلی اور اپنی ہی آواز اس کے کان میں اس طرح سنائی دی جیسے کانا پھوسی کے انداز میں سنائی دیتی ہے اس کے بالکل برعکس وہ بھیانک آوازیں جو بادل کے اس ٹکڑے سے آرہی تھیں برابر اس کو سنائی دے رہی تھیں اور اس کو کمرے میں لاتعداد انسانوں کی موجودگی کا شبہ ہو رہا تھا ــــــ دیکھتے ہی دیکھتے ان تصویروں نے یا بادل کے اندر تیرنے والی ان صورتوں نے توقیر کے چاروں طرف رقص کرنا شروع کر دیا اور پھر چند لمحات تک رقص کرنے کے بعد کمرے میں رکھی ہوئی ایک الماری میں گھس کر غائب ہو گئیں ــــــ اب توقیر کے سر پہ سایہ کرنے والے بادل کا بھی کوئی وجود نہ تھا البتہ روغن سیاہ کے علاوہ توقیر کے جلائے ہوئے چراغ بدستور جل رہے تھے ــــــ اور اب ان کا دھواں ایک جگہ جمع ہونے کے بجائے فضا میں تحلیل ہو رہا تھا ــــــ روغن سیاہ کا چراغ کس نے بجھایا؟ یہ چراغ کیسے بجھا ــــــ؟ توقیر کے ذہن میں اس سوال کے اُبھرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ــــــ وہ تو بس ایک بُت کی طرح خاموش تھا اور ایک نیم مُردہ انسان کی طرح کمرے کے تمام مناظر دیکھ رہا تھا ــــــ

اب توقیر نے دیکھا کہ الماری میں بادل کی تصویروں کے غائب ہونے کے بعد کمرے میں کسی قدر تاریکی بڑھ گئی ــــــ اور پھر آہستہ آہستہ اسی الماری میں سے ایک سَر اُبھرا ــــــ ایسا سَر جس میں صرف دو ڈراؤنی اور بھیانک آنکھیں جھانک رہی تھیں آنکھوں کے علاوہ اس سر میں ہر چیز دھندلی سی تھی، لیکن خدوخال تاریکی میں ہونے کے باوجود انتہائی خوفناک اور ہیبت ناک نظر آرہے تھے ــــــ توقیر

کا خون اس کی رگوں میں خشک ہو گیا تھا لیکن جب اس نے اس سر کو حرکت میں دیکھا اور ان آنکھوں میں شعل کی سی روشنی دیکھی تو اس کی حالت اور بھی غیر ہو گئی ____ بادل کی تصویریں جو الماری میں روپوش ہو گئی تھیں وہ پھر ظاہر ہوئیں، ان میں دوبارہ حرکت پیدا ہوئی ____ وہ الماری سے باہر نکلیں اور ان کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھیانک سر بھی الماری سے باہر نکل آیا ____ اب چراغوں کی روشنی اور بھی ماند پڑ گئی اور ان کی لو اس طرح تھرتھرائی جیسے کوئی ان کے بالکل قریب سے گذر رہا ہے ____ الماری سے نکلنے والا یہ سر اب اس میز کے قریب پہنچ گیا جہاں قدیم کتاب کھلی رکھی تھی ____ اور فضا میں معلق ہو کر وہاں سے توقیر علی خاں کی طرف اپنی بھیانک آنکھوں سے گھورنے لگا ____ بادل سے نکلنے والی تصویریں جو فضا میں سانپ کی طرح بل کھا رہی تھیں اب اس سر کے پیچھے صف بستہ کھڑی تھیں ____ اُف کتنا ہیبت ناک منظر تھا یہ بھی ____ کوئی انسان، کوئی دھڑکنے والا دل اس منظر کو دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا تھا لیکن توقیر انتہائی ڈر اور خوف کے باوجود زندہ رہا۔ شاید یہ اسی اکبیر سُرخ کا اثر تھا جو اس کی روح نے اس کے بدن کی قید سے نجات حاصل نہیں کی۔

اب توقیر علی خاں نے ان گھورتی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ ان ڈراؤنی اور بھیانک آنکھوں میں انسانی آنکھوں کی سی کیفیت ضرور موجود ہے ____ حالانکہ یہ آنکھیں سائز کے اعتبار سے انسانی ہتھیلی سے بھی زیادہ بڑی تھیں ____ اب اس نے محسوس کیا کہ یہ سر، محض کسی چیز کا عکس سایہ یا ہیولی نہیں بلکہ اسکا ایک وجود ہے ____ ایسا وجود جس میں مادہ کا بھی جزو ضرور ہوتا ہے ____

تھوڑی دیر تک توقیر اس کو اور وہ وجود توقیر کو دیکھتا رہا ــــ اور اس کے بعد اچانک اس سر میں سے آواز آئی ــــ " نوجوان ــــ آخر تو اس کمرے میں چلا ہی آیا، جس میں قدم رکھنے کو تجھے منع کیا گیا تھا ــــ خیر اب تو آگیا ہے تو ــــ لے ــــ مجھے دیکھ لے، میں ہی اس کمرے کا موکل ہوں اور میرے پیچھے تجھے جو تصویریں نظر آرہی ہیں وہ قلعۂ ماہیات کے پہریداروں کا عکس ہیں اب بتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے ــــ؟ مگر تو چپ کیوں ہے؟ تو بولتا کیوں نہیں؟ مجھے پہچان لے کہ میں ہی تیرا مقصد ہوں ــــ وہ مقصد جس کی خاطر تو نے دہلی کا عیش چھوڑا اور اب یہاں نیپال میں پہاڑی چٹانوں سے سر ٹکرا رہا ہے ــــ بول توقیر علی خاں ــــ بتا کیا اب تو فوق البشر نہیں ہونا چاہتا ــــ؟ کیا تو جناتوں اور بھوتوں کو اپنے قبضہ میں نہیں لانا چاہتا ــــ؟ کیا تو صدیوں تک زندہ رہنا نہیں چاہتا ــــ؟ اسلئے اپنی جگہ سے اٹھ ــــ اور آگے بڑھ کر میرے قدم چوم لے اس لئے کہ اب اسی میں تیری نجات ہے ــــ " یہ کہہ کر یہ بھیانک صورت توقیر علی خاں کی طرف بڑھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنی اونچی ہوئی کہ اس کا سر چھت تک لگ گیا ــــ اچانک دو ہاتھ ــــ جیسے ہزاروں سال تک زمین میں دفن ہونے کے بعد اچانک زمین سے باہر نکل آئے ہوں ــــ گوشت پوست سے خالی دو ہاتھ ــــ جن کی ایک ایک انگلی کی لمبائی ایک ایک فٹ سے کم نہ تھی اس کی طرف بڑھنا شروع ہوئے۔ اور توقیر کے بالکل قریب آگئے ــــ اب بھلا توقیر میں کیا قوت تھی جو وہ آپے میں رہتا ــــ اس نے ایک چیخ ماری، اور گر کر بے ہوش ہو گیا ــــ۔

جب توقیر علی خاں کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے کمرے میں اپنے ہی

بستر پر لیٹا ہوا ہے، باہر صحن میں خوب تیز دھوپ پھیلی ہوئی ہے اور پلنگ کے بالکل نزدیک یگوڈا بیٹھا ہوا اپنی پھٹجالی[1] صاف کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہلکے سُروں میں ایک پہاڑی گیت بھی گاتا جا رہا ہے، تو قیر نے چاہا کہ وہ اُٹھے ——— لیکن اُٹھنے کی کوشش ہی میں وہ گرا اور پھر بیہوش ہو گیا۔

(۳۴)

زمرد کو ساتھ لے کر جب کمال الدولہ دہلی سے روانہ ہوا تو ہفتوں ہندستان کے ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچتا ہوا پالی گھاٹ پہنچ گیا جو جنوبی ہند میں سمندر کے کنارے ایک صحت افزا مقام تھا۔ اس پورے علاقہ میں موپلا مسلمانوں کی بستی تھی، یہ موپلا مسلمان ان عربوں کی اولاد تھے جنھوں نے تجارت کی غرض سے دہلی میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے قبل ہی ہندوستان میں مستقل طور پر قیام کر لیا تھا ——— اور انھوں نے سمندر کے کنارے یہ مقام اسی لیے منتخب کیا تھا کہ یہ اپنی قدرتی خوب صورتی کی وجہ سے پورے جنوبی ہند کی روح سمجھا جاتا تھا ——— اس علاقہ میں کمال الدولہ نے اپنے رہنے کے لئے جو مقام پسند کیا تھا وہ تو اتنا خوب صورت تھا کہ دور سے ایک پر فضا باغ معلوم ہوتا تھا، بعض جگہ سمندر کے کنارے پہاڑی چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں جیسے قدرت نے سمندر کی پیش قدمی روکنے کے ایک بندھ تعمیر کر دیا ہو ——— کھجور اور ناریل کے درخت قطار در قطار میلوں تک پھیلے ہوئے تھے، جگہ جگہ سیرگاہیں بنی ہوئی تھیں، سدا بہار پھولوں کی بیلوں سے پورا علاقہ

---

[1] یہ ایک قسم کی قرولی ہوتی ہے جو عام طور سے ہر نیپالی اپنی کمر میں باندھے رہتا ہے۔

ڈھکا رہتا تھا ___ اور وہاں ہر وقت سمندر کی وہ ہوا خوش فعلیاں کرتی رہتی تھی جسکو شمالی ہند کے رہنے والے نسیم سحر کے نام سے پکارا کرتے ہیں ___ مقامی ہندؤں میں اس علاقہ کے متعلق یہ روایت مشہور تھی کہ ایک زمانے میں جنوبی ہند کا یہ علاقہ قدرتی مناظر کے اعتبار سے اتنا خوب صورت تھا کہ دیوتا آسمان سے محض اس کو دیکھنے کے لئے زمین پر اتر آئے انھوں نے انسانی روپ بدلا اور پھر اس علاقہ کی سیر کو نکلے ___ اور پھر اس علاقہ کے حسن نے ان کو اتنا مبہوت کیا اور وہ یہاں کی خوب صورتی سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے آسمان کی رہائش ترک کر دی اور یہیں کے ہو رہے۔ الغرض جو جگہ کمال الدولہ نے اپنے رہنے کے لئے منتخب کی تھی وہ تو اپنی قدرتی خوب صورتی میں جواب ہی نہیں نہ رکھتی تھی ___ اس کی یہ نئی قیام گاہ شہر سے دو میل دور بالکل سمندر کے کنارے واقع تھی، یہ مکان اگرچہ چھوٹا تھا مگر بڑے مکانوں کی بہ نسبت بے حد آرام دہ اور خوب صورت تھا ___ اس مکان میں اس کے تبتی اور مصری ملازم خاموشی کے ساتھ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے ___ اور بظاہر کمال الدولہ کی زندگی انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ بسر ہو رہی تھی، لیکن اس سکون کی تہ میں کتنا بڑا طوفان پوشیدہ تھا اس کا اندازہ کمال الدولہ کے علاوہ دنیا میں اور کسی کو نہ تھا ___

رہی زمرد تو وہ یہ سمجھتی تھی جیسے اسے جیتے جی جنت مل گئی ___ اس کے پاس رہنے کے لئے ایک شاندار مکان تھا، محبت کرنے والا شوہر تھا، خدمت کرنے والے فرمانبردار ملازم تھے، خرچ کرنے کے لئے بے پناہ دولت تھی ___ پھر اس کو کس چیز کا غم ہوتا؟ دہلی کے بالکل برعکس یہاں پالی گھاٹ میں کمال الدولہ کے بارے میں سنسنی خیز افواہیں گرم نہیں ہوتی تھیں البتہ یہاں کے عوام میں ان کی دولت کے چرچے ضرور

مشہور ہو گئے تھے، کوئی نہیں جانتا تھا کہ کمال الدولہ کون ہے اور یہاں کس سلسلے میں مقیم ہے ــــ حقیقت بھی یہ ہے کہ اس کی ذات میں بظاہر کوئی ایسی بات بھی نہ تھی جس سے وہ فوق البشر سمجھا جاتا، یا اس کو علوم سینہ بہ سینہ کا ماہر سمجھا جاتا اور یہ سمجھا جا سکتا کہ اس کی عمر ہزاروں سال ہے، اس کے قبضہ میں لاتعداد روحیں ہیں اور وہ دنیا کی ہر مادی چیز پر قادر ہے ــــ پالی گھاٹ میں زمرد کے ساتھ محبت بھرے دن گزارنے کے علاوہ کمال الدولہ کی اس کے علاوہ اور کوئی مشغولیت نہ تھی کہ وہ چاند کی چودھویں رات کو تنہا قریب کے جنگل میں گھومنے چلا جاتا ــــ اور وہاں سے مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں لے کر اپنے ایک علٰحدہ اور مخصوص کمرے میں چلا جاتا ــــ اکثر ایسا ہوتا کہ زمرد کو یہ محسوس ہوتا کہ کمال الدولہ اپنے پلنگ پر نہیں ہیں، وہ دریافت کرتی تو معلوم ہوتا کہ وہ اپنے مخصوص کمرے میں کچھ کام کر رہے ہیں ــــ وہ کیا کام کر رہے ہیں اور وہ کونسی مشغولیت ہے جس کی وجہ سے کمال الدولہ کو تمام رات جاگنا پڑا؟ جب زمرد اپنے دل سے یہ سوال کرتی اور اس کا معصوم دل اس سوال کا جواب نہ دے پاتا تو اسے کمال الدولہ کی پر اسرار زندگی پر کچھ شک ہو جاتا اور وہ گھبرا کر پریشان ہو جاتی ــــ لیکن جب کمال الدولہ اس کے گلابی لبوں پر ایک طویل بوسہ لیتا اور اس کو گود میں اٹھا کر نزدیک کے باغ میں چلا جاتا تو زمرد کے تمام شک وشبہات دُور ہو جاتے اور اس کی محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا

لیکن اسی اثناء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے زمرد کے اس شک کو اور بھی پختہ کر دیا کہ اس کا شوہر کچھ پر اسرار قوتوں کا مالک ضرور ہے ــــ وہ قوتیں جن کو اس نے ہمیشہ زمرد سے چھپایا ہے،

پرتگالی بحری قزاقوں نے جنوبی ہند کے پورے مغربی ساحل پر لوٹ مار کا ایک طوفان مچا رکھا تھا انھوں نے گوا میں اپنی ایک مستقل حکومت بھی بنا رکھی تھی اور وہاں سے اپنے جہازوں پر سوار ہوکر وہ دور دور تک ڈاکے مارا کرتے تھے ہندستانی جہازوں کو سفر کرنا دشوار تھا اور ساحلی علاقوں کی آبادی پر آئے دن پرتگالی حملے اور ہنگامے اور خوں ریزی کرتے رہتے تھے ـــــ پرتگالی قزاقوں کے جاسوس ہر جگہ موجود تھے اور ان ڈاکوؤں کو یہ اطلاع پہنچاتے رہتے تھے کہ فلاں شخص کے پاس دولت ہے اور فلاں کے پاس شاہی خزانے کی تحویل ـــــ چوں کہ ہندستان کا یہ زمانہ انتہائی لاقانونیت کا تھا، مغل سلطنت بالکل خاتمہ کے قریب تھی، دیسی ریاستیں بالکل کمزور ہوکر انگریزوں کی غلام ہو گئی تھیں اور کسی بھی جگہ پر مضبوط حکومت قائم نہیں تھی اس لئے ان قزاقوں کی سرگرمی کو بند کرانے کا بھی کوئی سوال نہیں پیدا ہونا تھا ـــــ الغرض پرتگالی جاسوسوں نے ایک دن اپنے آقاؤں کو یہ بھی خبر کر دی کہ پالی گھاٹ میں دہلی کا ایک رئیس زادہ بنام کمال الدولہ مقیم ہے جس کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں ـــــ اور ان قزاقوں نے پالی گھاٹ میں گھس کر کمال الدولہ کا محل لوٹنے کا پروگرام بنا لیا ـــــ یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ کمال الدولہ کا محل آبادی سے بہت دور تھا اور بالکل سمندر کے کنارے واقع تھا ـــــ

ایک دن ـــــ رات کو زمرد اپنے بستر پر جوانی کی ایک میٹھی نیند سو رہی تھی کہ اس کے کان میں کچھ شور کی آواز پہنچی، اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے کمرے کی کھڑکی کھول کر دیکھا تو لاتعداد افراد ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے، فضا میں گولیوں کی آواز گونج رہی تھی اور پرتگالی ڈاکو انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں چیخ رہے تھے

اس نے پریشان ہوکر کمال الدولہ کے پلنگ پر نگاہ ڈالی تو وہ بھی نہیں تھے، اب تو وہ اور بھی گھبرا گئی اور دوڑتی ہوئی بڑے ہال تک گئی تاکہ نوکروں کو جگا کر صورت حال کا اندازہ کرائے، لیکن وہاں بھی مکمل خاموشی طاری تھی اور نوکروں کے کمروں میں بھی بظاہر زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے، پھر کچھ دیر بعد پیروں کی چاپ سنائی دی ـــــ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ کمال الدولہ انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے اسی مخصوص کمرے سے نکل رہے ہیں، نہ ان کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ ہے نہ پریشانی زمرد نے گھبرا کر پرتگالی قزاقوں اور ان کے حملے کے بارے میں کچھ سوالات بھی کئے لیکن کمال الدولہ نے ان کے جواب کچھ اس انداز سے دئے جیسے ان کے نزدیک کوئی قابل ذکر حادثہ ہی نہیں ہوا تھا ـــــ الغرض رات کٹ گئی صبح ہوئی تو زمرد نے دیکھا کہ محل کے صحن اور صدر دروازہ کے باہر تقریباً ۲۵ پرتگالی قزاقوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں، مقامی آبادی بھی ان لاشوں کو دیکھنے آئی اور ان لوگوں نے پہچانا کہ یہ سب کے سب وہ پرتگالی تھے جنھوں نے پورے علاقہ کی زندگی پریشان کر رکھی تھی اور اب تک سینکڑوں آدمیوں کو قتل کر چکے تھے مقامی حکام اور مقامی آبادی کو یہ دیکھ اور بھی حیرت ہوئی کہ مردہ ڈاکوؤں کے جسم پر کوئی ایسا نشان یا زخم نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ قتل کئے گئے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کی موت قدرتی طور پر واقع ہوئی ہے ـــــ جب انہوں نے کمال الدولہ کے نوکروں سے تفصیل معلوم کی تو انھیں یہ معلوم کر کے اور بھی اچنبھا ہوا کہ نوکروں کو حادثہ کا کوئی علم نہیں اور کمال الدولہ حسب معمول حادثہ کی رات کو اپنے کمرے میں رات گئے تک کام کرتے رہے تھے اور اس کے بعد اطمینان سے سو گئے

تھے ۔۔۔ چنانچہ اس حادثہ کے بعد سے کمال الدولہ کا محل مقامی آبادی کی نگاہ میں ایک مقدس مقام ہو گیا، اور ہر شخص کمال الدولہ کی حد سے زیادہ عزت کرنے لگا یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کے بعد سے ان پرتگالی قزاقوں نے بالی گھاٹ کا رُخ بھی نہ کیا ۔۔۔ اور پورا علاقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گیا ۔۔۔ کمال الدولہ نے بھی اس حادثہ کے بعد سے وہاں کی عوامی زندگی میں دل چسپی لینا شروع کر دی ۔۔۔ وہ اکثر آبادی میں بھی گھومنے چلے جاتے، وہاں کے لوگوں میں انہی کی زبان میں گفتگو کرتے، مستحقین کی مالی امداد کرتے، مریضوں کا مسیحائی علاج کرتے اور ہر ایک کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ۔۔۔ اپنی ان نئی سرگرمیوں کی وجہ سے ایک طرف تو کمال الدولہ مقامی آبادی میں ایک دیوتا کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور دوسری طرف زمرد کے معصوم دل میں یہ شک بالکل پختہ ہو گیا کہ وہ کچھ پر اسرار قوتوں کے مالک ہیں ۔۔۔ وہ طاقت جس کے ذریعہ انھوں نے پرتگالی قزاقوں کو اپنے کمرے میں بیٹھے ہی بیٹھے قتل کروا دیا ۔۔۔ وہ طاقت جس کے ذریعہ وہ دم توڑتے ہوئے مریضوں کو پلک جھپکتے میں صحت یاب کر دیتے ہیں ۔۔۔ اور وہ طاقت جس کے بل پر ان کے چہرے پر بڑھتی ہوئی عمر اور زمانے کی سردی گرمی کا کوئی اثر نہیں دکھائی دیتا ۔۔۔

رفتہ رفتہ زمرد کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کی روح میں کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے ۔۔۔ وہ اکثر سوچتی کہ یہ تبدیلی کیا ہے، یہ تغیر کیسا ہے؟ لیکن لاکھ سوچنے پر بھی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا ۔۔۔ اس کو اب رات میں بہت ہی زیادہ دلکش خواب دکھائی دیتے ۔۔۔ یہ خواب عموماً اس کو اسی وقت دکھائی دیتے جب وہ تنہا اپنے

کمرے میں محوِ خواب ہوتی اور کمال الدولہ اپنے مخصوص کمرے میں ہوتے ـــــ ایک دن باتوں ہی باتوں میں زمرد نے کمال الدولہ سے کہا ـــــ "رات کو میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ـــــ میں نے دیکھا کہ میں آسمان کے کسی ستارے میں ہوں اور آپ میرے قریب کھڑے ہوئے مجھ سے پوچھ رہے ہیں ـــــ زمرد کیا تم ہمیشہ جوان رہنا نہیں چاہتیں ـــــ کیا تم لافانی زندگی کی خواہش نہیں رکھتیں ـــ ـــ"

"اور پھر تم نے کیا جواب دیا" کمال الدولہ نے پوچھا

"میں کیا جواب دیتی ـــــ میں آپ کی طرف دیکھتی رہی، رفتہ رفتہ آپ کا چہرہ دھندلا ہوتا گیا، آپ فضاء میں تحلیل ہو گئے ـــــ اور میری آنکھ کھل گئی ـــــ

کمال الدولہ نے زمرد کے اس خواب پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، اس نے زمرد سے اس خواب پر کوئی مزید گفتگو نہ کی ـــــ اور اگر زمرد غور سے دیکھتی تو اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس وقت کمال الدولہ کے چہرے پر کتنی پریشانی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں ـــــ کاش زمرد کو معلوم ہو جاتا کہ وہ کمال الدولہ جو ناقابلِ تصوّر طاقتوں کا مالک ہے، جو ایک ہی نظر میں انسان کا ماضی حال اور مستقبل معلوم کر لیتا ہے، جو زمین تو زمین فضائے بسیط تک کا ہر راز جانتا ہے، جو موت پر قادر ہو چکا ہے اور جس نے اپنی ہزاروں سال کی محنت اور ریاضت کے بعد فوق البشر کا رتبہ حاصل کر لیا ہے ـــــ وہی کمال الدولہ زمرد کے لئے ایک بالکل عام انسان ہے اور زمرد کے معاملات میں کمال الدولہ اپنی کسی قوت کا استعمال نہیں کر سکتا ـــــ کیوں کہ زمرد نہ صرف اس کی محبتوں کا مرکز ہو گئی ہے بلکہ زمرد کے ساتھ اس کے مادّی اور جسمانی

تعلقات بھی قائم ہو گئے ہیں ـــــ وہ تعلقات جو فرقہ کو دگانہ کے نزدیک شجر ممنوعہ سمجھے جاتے ہیں ـــــ

اگر زمرد یہ سب کچھ جان جاتی تو اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کمال الدولہ یہ خواب سنتے ہی کیوں پریشان ہو گیا اور وہ آج رات جب کہ اماوس کی سیاہی پوری کائنات پر قابض ہو گی وہ اپنے کمرے سے نکل کر دُور بہت دُور زمرد کی نظروں سے ہزاروں میل دُور چل کر کس سے ملاقات کرے گا؟ اور زمرد کو اس کا پتہ بھی نہ چل سکے گا کیوں کہ جب صبح ہو گی تو زمرد یہی دیکھے گی کہ کمال الدولہ اپنے بستر پر سو رہا ہے۔

(۳۵)

ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں کے بھی اس پار ایک ایسی پہاڑی چٹان کے نزدیک جہاں ہزاروں سال سے برف جمع تھی اور جہاں سورج کی شعاعوں پر چاندنی کی روپہلی کرنوں کا شبہ ہوتا تھا اُن کے بھیانک سناٹے میں ایک انسانی آواز گونجی "اسقفِ اعظم ـــــ باہر نکلو ـــــ دیکھو تمھارا شاگرد عزیز موتف تم سے ملنے کے لئے آج صدیوں بعد دوبارہ یہاں آیا ہے ـــــ"

برفانی چٹان کی خالی فضاء میں اس آواز کے بلند ہوتے ہی ایک تنگ منھ والے غار سے ایک چمکدار چیز باہر آگئی ـــــ یہ چمکدار چیز ابتدا میں ایک چمکدار سایہ معلوم ہوتی تھی لیکن بتدریج اس کی ظاہری حالت بدلنا شروع ہوئی اور چند لمحات کے بعد اس نے ایک انسانی ہیولی اختیار کر لیا ـــــ ایسا ہیولی جس پر دُور سے ایسا شبہ ہوتا تھا جیسے کسی فوارے سے بجائے پانی کے ستارے اُچھل اُچھل کر باہر آ رہے ہیں۔

ایسے ستارے جنھوں نے اماوس کی اس سیاہ رات کی تمام تاریکیاں دور کر دی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ان اچھلتے ہوئے ستاروں کا ایک جگہ قیام ہو گیا جس کے بعد کمال الدولہ یعنی موقف نے ایک مرتبہ سربسجود ہونے کے بعد کہا —— " اے وہ روشنی جو ازل تک ہمیشہ قائم رہے گی اور اے وہ علم کا سرچشمہ جو ہمیشہ سے دنیا کو سیراب کرتا چلا آرہا ہے —— آج موقف دوبارہ تیرے حضور میں سجدہ کرنے آیا ہے —— دوبارہ تجھ سے کچھ مانگنے آیا ہے —— اے میرے اسقف اعظم مجھے پہچان لو —— میں ہی تمھارا وہ شاگرد عزیز ہوں جس کو تم نے سرزمین منگولیا میں علم کی اس بیش بہا دولت سے مالا مال کر دیا تھا جو آج تک بہت کم انسانوں کو حاصل ہو سکی ہے ہزاروں سال ہو گئے اس واقعہ کو لیکن رب حقیقی کی قسم میں نے اپنی زندگی کی کسی ساعت میں بھی تم کو فراموش نہیں کیا —— اے میرے اسقف اعظم —— میں جانتا ہوں ہزاروں سال سے تم میرے نگہبان رہے ہو —— تم نے میری حفاظت کی ہے اور اپنے نور کی شعاعوں سے غسل کرا کے مجھے فوق البشر بنا دیا ہے لیکن اب میں بہت پریشان ہو گیا ہوں اس لئے مجھے مشورہ دو اور مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں "

کمال الدولہ کا جملہ ختم ہوتے ہی روشنی کے اس فوارے سے ایک شکل برآمد ہوئی جو اتنی خوب صورت تھی کہ الفاظ کے ذریعہ اس کی خوب صورتی کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں —— بظاہر اس کا چہرہ ایک بالکل نوجوان آدمی کا چہرہ معلوم ہوتا تھا —— جو حد درجہ متین اور سنجیدہ ہونے کے علاوہ علم و عمل سے بھی بھرپور نظر آتا تھا —— جسم تقریباً عریاں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسم کی رگوں میں خون کے بجائے روشنی دوڑ رہی ہے —— ہڈیاں بھی اسی روشنی کی معلوم ہوتی تھیں

اور سر پہ بجائے بالوں کے ایک نورانی تاروں کا گچھا سا موجود تھا ــــــ رفتہ رفتہ اس انسانی شکل نے اپنے قدم بڑھائے حد یہ کہ وہ کمال الدولہ کے نزدیک آگئی اور پھر انتہائی آہستگی اور متانت کے ساتھ یوں گویا ہوئی ــــــ "ایک زمانہ تھا موقف ــــــ جب تمہاری روح ہر وقت میرے ساتھ اس فضائے بسیط میں پرواز کرتی رہتی تھی اور تم دنیا سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مشغول رہتے تھے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب تمھیں دنیا کی فانی چیزوں سے محبت ہو گئی ہے جس کے نتیجہ میں تم اپنی طاقتیں کھو رہے ہو ــــــ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمہاری اس قوت میں جس کے بل پر تم کسی بھی وقت میرے پاس آسکتے تھے اب کمی آتی جا رہی ہے ــــــ اور تمہاری روحانی طاقت بتدریج فنا ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود میں ایک مرتبہ پھر تمہاری پچھلی ریاضتوں کی وجہ سے تمہارے پاس آگیا ہوں ــــــ بتاؤ تمھیں مجھ سے کونسا مشورہ درکار ہے ــــــ"

کمال الدولہ نے جو ابتک سر جھکائے کھڑا تھا ــــ اپنا سر اٹھایا اور کہا "تم بالکل صحیح کہتے ہو اسقفِ اعظم ــــــ لیکن اس وقت میں نے تمھیں اسواسطے تکلیف نہیں دی ہے کہ تم مجھے پھر اس حالت میں پہنچا دو کہ میری روح انتہائی آزادی کے ساتھ اپنا خاکی جسم چھوڑ کر فضائے بسیط کی سیر کرتی پھرے ــــــ تم جانتے ہو کہ آج کل میری زندگی کس بحران سے دوچار ہو گئی ہے ــــــ میں سچ کہتا ہوں میرے معلم اول کہ اب میری آنکھوں میں وہ بصیرت نہیں رہی ــــــ میرے بازوؤں میں وہ قوت پرواز نہیں رہی ــــــ زمرد نے میرا سب کچھ مجھ سے چھین لیا اور اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری مدد سے زمرد کو بھی لازوال

بنا دوں اس کو بھی بدل دوں اور اس طرح بدل دوں کہ جب صبح ہو اور وہ انگڑائی لے کر بیدار ہو تو وہ لافانی ہو چکی ہو ——"

اسقفِ اعظم :۔ "میں جانتا ہوں کہ تم نے اس کو ابتدائی مراحل طے کرانا شروع بھی کر دئے تھے، مگر اس میں تم کو ناکامی ہوئی —— تم نے اس کو حالتِ نیند میں خواب دکھلائے اور فضائے بسیط سے بلند ہونے والے خوش آیند نغمے اس کے کانوں تک پہنچائے لیکن اس کی روح نے جو صرف تمہاری محبت میں ڈوبی ہوئی ہے اس کے اثرات کو قبول نہیں کیا —— موقف —— ان ناکامیوں کے بعد کیا تم نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ جب تک اسکے دل میں تمہاری محبت موجود ہے اس پر تمہارا یا میرا کوئی عمل کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

کمال الدولہ :۔ "لیکن کیا یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم دونوں کی روحیں بھی بالکل اسی طرح ایک ہو جائیں جس طرح ہم دونوں کے دل ایک ہیں ——"

اسقفِ اعظم :۔ "نہیں بالکل ناممکن نہیں —— لیکن کاش ایسا نہ ہو سکے ——"

کمال الدولہ :۔ "اسقفِ اعظم! تم نے میری کوئی بات آجتک مسترد نہیں کی —— کیا آج تم مجھے نامراد واپس کر دو گے —— مجھے بتلاؤ کہ میں کیا کروں ——؟"

اسقفِ اعظم :۔ "زمرد کی محبت نے تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال دئے ہیں کیوں کہ اگر یہ پردے نہ پڑے ہوتے تو تمھیں از خود یہ معلوم ہو جاتا کہ جب دو روحیں جسمانی اتصال کے بعد یک جا ہو جاتی ہیں تو ایک تیسری روح پیدا ہو جاتی ہے اور اس روح میں ان دونوں روحوں کا عکس موجود رہتا ہے"

کمال الدولہ :۔ (خوشی کے لہجے میں) آپ کا مطلب ایک بچے سے ہے —— وہ بچہ جسے میں اپنا کہہ سکوں۔ جس سے میری آیندہ نسل چلے اور جس کے ذریعہ میں زمرد کی روح کو لافانی

بنادوں ـــــ

اسقفِ اعظم :۔ "لیکن موقف ـــــ اس سے تمہارا مقصد حاصل نہ ہوگا جسمانی طور پر زمرد بہرحال فانی ہے اور اس کو ہونا ہی چاہیئے"

کمال الدولہ :۔ "نہیں اسقفِ اعظم ـــــ تم نے تو ایک بات کہہ کر مجھے ایک راستہ دکھا دیا میں اس بچہ کے ایسے پر لگا دوں گا جو اس کو پلک جھپکتے میں فضائے بسیط تک پہنچا دے میں اس کو پیدا ہوتے ہی فوق البشر بنا دوں گا اور پھر اس بچے کے ذریعہ اس کی ماں کو لافانی بنانا کچھ دشوار نہ ہوگا ـــــ"

اسقفِ اعظم :۔ "غلط ـــــ بالکل غلط ـــــ تمہارا یہ اصول غلط ہے اور آئندہ بھی غلط ثابت ہوگا کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ اس بچہ کے پیدا ہوتے ہی فرقہ کر دگانہ کے بنیادی اُصول کے تحت تم اپنی وہ قوت بھی از خود کھو دو گے جس کے ذریعہ تم نے موت پر قابو پالیا ہے اور تمہارا بدترین دشمن "سمارع" دوبارہ تمہارا تعاقب شروع کر دیگا۔

کمال الدولہ :۔ "کچھ بھی ہو اسقفِ اعظم ـــــ مجھے ایک بچہ چاہیئے ایک فوق البشر بچہ ـــــ اور اب میں واپس جا رہا ہوں ـــــ

اسقفِ اعظم :۔ "لیکن ناکام ـــــ نامراد ـــــ بالکل خالی ہاتھ ـــــ

کمال الدولہ :۔ "اس کا مجھے افسوس نہیں ـــــ تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اپنے بچے کو اپنی گود میں لے کر مجھے کتنی مسرت ہوگی ـــــ آہ۔ اس مسرت سے تو میں ابتک محروم ہی رہا تھا

اسقفِ اعظم :۔ "وہ دن یاد کرو موقف ـــــ جب تم نے ہزاروں سال پیشتر ایک دن دریائے نیل کے کنارے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا سے

دور ہو گئے ـــــ آج کم از کم اپنا وہ وعدہ تو یاد کرو ـــــ

کمال الدولہ:۔ " نہیں نہیں ـــــ بچّہ اور صرف بچّہ ـــــ اور اس کے بعد مجھے کسی انجام کی پرواہ نہیں ـــــ "

کمال الدولہ کے یہ الفاظ سنتے ہی اسقفِ اعظم کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی اور کمال الدولہ اس روشنی کے آگے سجدہ کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا ـــــ ۔

(۳۶)

اپنے معلّم اوّل اسقفِ اعظم سے ملنے کے بعد چند روز تک کمال الدولہ اپنے کمرۂ خاص میں بند رہا اور زمرّد کے پوچھنے پر بھی اس نے نہیں بتایا کہ وہ در اصل کن تجربوں میں مصروف ہے، زمرّد بھی چوں کہ اب اس کی عادی ہو گئی تھی لہٰذا اس نے بھی اس مصروفیت میں کوئی خاص دل چسپی نہ لی ـــــ آخر ایک دن کمال الدولہ نے اپنے کمرے سے نکل کے زمرّد سے کہا ـــــ " اب مسرت کے دن نزدیک آ رہے ہیں زمرّد، میں تمھیں قدرت کا وہ لازوال تحفہ دینے والا ہوں جو تمھیں دنیا کی ہر اُلجھن سے نجات دلا دے گا ـــــ " زمرّد کی معصوم عقل کمال الدولہ کے اس جملے کا مطلب نہ سمجھ سکی اور نہ کمال الدولہ نے اس کی تفصیل بتائی ـــــ دن اسی طرح گذرتے رہے ـــــ

ایک رات جب کہ ساری دُنیا محوِ خواب تھی اور کمال الدولہ بھی زمرّد کی خواب گاہ میں خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ جو اندر سے بند تھا کھلا اور ایک تاریک شے بالکل اس طرح داخل ہوئی جیسے ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا

اس شے نے انتہائی خاموشی سے آکر کمال الدولہ کو جگایا ـــــ اور جب کمال الدولہ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ زمرّد کا باپ ـــــ روحوں کو اپنے گیت سُنانے والا عظمت اپنے انتہائی خبیث چہرے کے ساتھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا ہے کمال الدولہ کو یہ دیکھ کر ذرا بھی خوف محسوس نہیں ہوا کہ مرا ہوا عظمت اپنے گوشت پوست سے خالی چہرے کے ساتھ اس کے قریب کھڑا ہوا ہے البتہ اگر زمرّد اپنے بوڑھے باپ کو اس حالت میں دیکھ لیتی تو اس کی حرکت قلب ضرور بند ہو جاتی ـــــ

اب مرے ہوئے عظمت کا پنجر کمال الدولہ کی طرف مخاطب ہوا ـــــ اس نے کہا ـــــ " میرے خیال میں تم میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو ورنہ ہوسکتا ہے ہماری تمہاری گفتگو سے زمرّد بیدار ہو جائے اور ـــــ "

کمال الدولہ :۔ " تم اطمینان رکھو عظمت ـــــ زمرّد سو رہی ہے اور اب صبح تک یوں ہی سوتی رہے گی ـــــ لیکن تم بتاؤ کہ تم نے قبر کی گہرائیوں کو چھوڑ کر یہاں آنے کی تکلیف کیوں گوارا کی ـــــ "

عظمت :۔ " میں اپنے قدیم کرم فرما سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں ـــــ "

کمال الدولہ :۔ " یہی نا کہ میں زمرّد کی رُوح کو اس کے بدن سے جدا کر کے کیوں لازوال بنانا چاہتا ہوں ـــــ "

عظمت :۔ " ہاں ـــــ بالکل یہی ـــــ "

کمال الدولہ :۔ " تو سُن ـــــ مطرب کی خبیث روح خوب غور سے سُن لے اس لئے کہ اگر آج کے بعد تو نے پھر کبھی ادھر کا رُخ کرنے کی بھی کوشش کی تو میں تجھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چاہِ عفریت میں قید کر دوں گا ـــــ بالکل اسی طرح جیسے میں نے

سمارع کی روح کو اس میں قید کیا تھا اور وہ آج تک اسی میں پھڑپھڑا رہی ہے ۔

عظمت :۔ "لیکن میرے سوال کا جواب —"

کمال الدولہ :۔ "وہ میں تجھے ضرور دوں گا — لے سُن — میں زمرد کو ایک نوق البشر بچے کی ماں بنانا چاہتا ہوں — میں چاہتا تھا کہ اس کو لازوال بنا دوں اور زمرد کی موت کو اس کے اختیار میں کر دوں لیکن زمرد کے دل میں میری محبت اس مقصد کی راہ میں حائل تھی چنانچہ میں نے اس سے مشورہ لیا جس کو تو اپنی زندگی میں دنیا کی سمجھ میں نہ آنے والے گیت سنایا کرتا تھا — اور اس نے مجھے ایک راستہ دکھا دیا — خبیث روح تو اطمینان رکھ — تیرے خدشے بالکل بیکار ہیں — زمرد کو میں اپنی دوسری روح سمجھتا ہوں اور یہ ناممکن ہے کہ میرے ہاتھوں سے اس کو تکلیف پہنچ جائے —

عظمت :۔ "لیکن بچہ کی پیدائش کے بعد — !!

کمال الدولہ :۔ "زمرد ہمیشہ زندہ رہے گی — اس کا خاکی جسم فنا ہو جائے گا لیکن اس کی ممتا بھری روح ہمیشہ اس دنیا میں موجود رہے گی — اپنے قالب بدلتی رہے گی، اپنے روپ بدلتی رہے گی — اپنا نام بدلتی رہے گی، لیکن ہر حال میں اپنے کبھی نہ مرنے والے بچے کی نگہبان بنی رہے گی —

عظمت :۔ "لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا — میں اپنی بیٹی کی روح کو قیامت تک کے لئے اس طرح نہیں بھٹکنے دوں گا —"

کمال الدولہ :۔ "اور تو مت بھول کہ تجھے ایسا کرنے سے قبل ہی میں تجھے سمارع کے ساتھ قیامت تک کے لئے قید کر دوں گا — اچھا اب جا — ایسا نہ ہو کہ مجھے

غصہ آجائے اور میں تجھے ــــــ !!!

کمال الدولہ کا جملہ ابھی مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اچانک کمرے کے گوشے سے ایک اور سایہ اُبھرا اور اس نے کمال الدولہ کے بالکل قریب آکر کہا ــــــ " غالباً تمہاری زندگی میں یہ پہلا موقع ہے جب تم اپنی طاقت کا غلط استعمال کرنے کیلئے آمادہ ہوئے جارہے ہو ــــــ اپنے دوست کو بالکل بھول گئے موتف، ذرا میری طرف دیکھو یہ دیکھو تمہارا دوست سقیف تمہارے سامنے موجود ہے ــــــ وہ سقیف جس نے عظمت کے پنجر کو اس کی قبر سے نکال کر تمہارے پاس روانہ کیا تھا تاکہ وہ تمہاری رگِ شرافت جھنجھوڑے اور تمہیں تمہارے آئندہ اقدام سے باز رکھے ــــــ عظمت کا پنجر تو میرا قاصد تھا کیا تم اس قاصد کو فنا کر دینا چاہتے تھے ــــــ

کمال الدولہ :۔ " اچھا ہوا سقیف تم آگئے، سچ کہتا ہوں میں خود تم کو بُلوانے والا تھا ــــــ "

سقیف :۔ " تمہیں تو عشق سے ہی فرصت نہیں ملتی ہے ــــــ مجھے کیا بلواتے "

کمال الدولہ :۔ " میں تمہارے طنز کو سمجھتا ہوں لیکن کاش تمہیں عشق کی اہمیت کا احساس ہوتا ــــــ تم ہمیشہ جذبۂ عشق کا مذاق اُڑاتے ہو لیکن تم خود جانتے ہو کہ یہی وہ جذبہ ہے جس نے دُنیا کی تاریخیں بدلی ہیں ــــــ سلطنتوں کے تخت و تاج اُلٹے ہیں، اور زندگی کی مُردہ رگوں میں زندگی کا نیا خون دوڑایا ہے ــــــ میں سچ کہتا ہوں اگر دنیا میں عشق نہ ہوتا تو نہ یہ تہذیب ہوتی، نہ موسیقی، نہ حسن، نہ لطافت ــــــ

سقیف :۔ " موقف ــــ تم عشق کی تعریف کر رہے ہو اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری روح کے گرد ذرات منڈلا رہے ہیں وہ ذرات جو تمھاری روح کو اپنے دامن میں چھپالیں گے ؟

کمال الدولہ :۔ " اب تم کچھ بھی کہو لیکن میں خوش ہوں کہ میرا عمل اس دنیا میں زمرد کے ذریعہ ایک نئی روح کی تخلیق کرنے والا ہے ــــ سقیف تم جانتے ہو کہ میں نے آجتک کسی کو اپنا شاگرد نہیں بنایا جب کہ میرے بالکل برعکس تم برابر شاگرد بنانے کی کوشش میں مصروف رہے ــــ لیکن اب میں بھی اپنا ایک شاگرد بنانے جا رہا ہوں، میں اپنے بچے کو اپنا شاگرد بناؤں گا ــــ میں سچ کہتا ہوں میں اسے پیدا ہوتے ہی فوق البشر بنا دوں گا ــــ دوسرا کمال الدولہ بنا دوں گا ــــ اور عالم طفولیت میں ہی اسے ہر چیز پر قادر کر دوں گا ــــ

سقیف :۔ " لیکن اپنا انجام بھی معلوم ہے ــــ ؟

کمال الدولہ :۔ " اس کی مجھے پرواہ نہیں ــــ اچھا اور کوئی کام ــــ ؟

سقیف :۔ (طنزیہ لہجے میں) " کیوں ــــ ؟ بہت جلدی ہے "

کمال الدولہ :۔ " جلدی مجھے نہیں تمھیں ہونا چاہیئے ــــ جاؤ ــــ جلد جاؤ ــــ ورنہ قلعۂ ماہیات میں تمھارا شاگرد توقیر علی خاں اکسیر سرخ کو تباہ کر دے گا

سقیف :۔ اس کی فکر نہ کرو ــــ وہ سب کچھ میرے اشارے پر ہو رہا ہے ــــ تم اپنی خبر لو ــــ اس لئے کہ وہ دن دور نہیں جب سمارع کی خبیث روح تمھاری قید سے آزاد ہو کر پھر تمھارے پیچھے پڑ جائے گی اچھا ــــ اب رخصت ــــ !!!

زمرد کی خواب گاہ میں پھر اسی طرح سناٹا چھا گیا ــــ عظمت کا بوسیدہ پنجر

اور سقیف کا سایہ انتہائی خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا ــــ کمال الدولہ چند لمحات تک زمرّد کے خوابیدہ چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر خود بھی بستر پر لیٹ گیا

(۳۷)

اب زمرّد وہ نہ رہی جو پہلے تھی۔ پہلے اس کے خیالات دھندلکے میں رہا کرتے تھے، وہ کسی خیالی تصوّر میں ڈوبی رہتی تھی، ایک عجیب قسم کا ڈر اور خوف اس کے اعصاب پر طاری رہتا تھا لیکن اب پہلے کی بہ نسبت اس کی حالت سنبھل گئی تھی ــ اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی ڈراؤنا سا خیال اس کے دل میں ایسا سما جاتا کہ وہ بیان نہ کر پاتی، اس کا دل دھڑکتا رہتا، اسی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہ کمال الدولہ کی صورت دیکھتی تو اس کے چہرے پر بکھری ہوئی پریشانیاں دیکھ کر وہ اور ڈر جاتی اور دبی آواز سے یہ کہتی ــــ "میرے آقا ــــ تمھاری یہ صورت تو مجھے ڈرائے دے رہی ہے ــــ خدا کے لئے اپنی پریشانیاں ختم کرو ــــ آخر تم کو کونسا غم لگ گیا ہے ــــ" لیکن کمال الدولہ اسی طرح خاموش کھڑا رہتا ــــ اور بے چینی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا رہتا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو زمرّد ان حالات سے بالکل عاجز آچکی تھی ــــ ہر وقت دھڑکنے والا دِل اس کے لئے سوہانِ روح ہو گیا تھا ــــ لیکن دن اسی طرح گذرتے رہے مکمل ایک ماہ تک زمرّد اسی ایک الجھن میں مبتلا رہی ــــ اور آخر ایک دن اسے معلوم ہوا کہ وہ چند ماہ بعد ایک بچّے کی ماں بننے والی ہے ــــ اس نے کمال الدولہ کو بھی اپنی زندگی کا یہ راز بتایا اور پھر کہا ــــ "میرے آقا ــــ ذرا

میری طرف دیکھو!

کمال الدولہ:۔ (جو اس خبر کو سن کر ناقابل بیان حد تک خوش ہوا تھا) " ارے تم تو بالکل زرد ہو گئی ہو ـــــ اور یہ تھر تھر کانپ کیوں رہی ہو ـــــ"

زمرد:۔ " مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں کسی جال میں جکڑی جا رہی ہوں خدا کی قسم مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی دشمن میری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

کمال الدولہ:۔ " تمہارا خیال بالکل صحیح ہے ـــــ تم نے بالکل ٹھیک محسوس کیا ـــــ اس علاقہ میں ایک مہلک وبا پھیلنے والی ہے ـــــ ایک بڑی خوفناک وبا ـــــ (پھر خود بھی ذرا گھبرا کر) زمرد ـــــ آؤ اس شہر کو چھوڑ دیں ـــــ اس شہر پر موت کا حملہ ہونے والا ہے لیکن کیا تم موت سے نہیں ڈرتیں ـــــ؟"

زمرد:۔ " میں موت سے ڈرتی ہوں لیکن صرف اس لئے کہ مرنے کے بعد تم سے جدا ہو جاؤں گی!"

کمال الدولہ:۔ " لیکن زمرد ـــــ اگر میں تم کو ایسی ترکیب بتلاؤں جس کے ذریعہ تم موت پر قابو حاصل کر لو ـــــ اپنی جوانی کو لافانی کر لو ـــــ تو ـــــ!!!

زمرد:۔ " آپ بھی بعض وقت بالکل جادوگروں کی سی باتیں کرتے ہیں، بھلا موت پر بھی کسی نے قابو پایا ہے، بھلا کوئی ایسی جوانی بھی آتی ہے جو بڑھاپے میں تبدیل نہ ہو ـــــ اس وقت تو آپ صرف اتنا کیجئے کہ مجھے کوئی تعویذ دے دیجئے جو مجھے اس وبا کے حملے سے محفوظ رکھ سکے ـــــ

کمال الدولہ:۔ " غالباً تمہارا اشارہ اس تعویذ کی طرف ہے جو ہمیشہ میرے گلے میں پڑا رہتا ہے۔

زمرد:۔ "ہاں آپ نے ٹھیک سمجھا لیکن کیا آپ اس تعویذ کو اپنے گلے سے جُدا کرنا نہیں چاہتے ـــــ"

کمال الدولہ:۔ "نہیں ـــــ یہ تعویذ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، لیکن بہرحال وہ دن بھی جلد آنے والا ہے جب میں خود ہی اسے تمہارے گلے میں پہنا دوں گا ـــــ اور یہ وہ دن ہو گا جب میری اور تمہاری روحانی حالت بالکل ایک سانچے میں ڈھل جائے گی ـــــ"

زمرد:۔ (مسکرا کر) آپ نے پھر وہی روحانی باتیں شروع کر دیں ـــــ

کمال الدولہ اور زمرد اسی طرح نہ معلوم کتنی دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اور آخر کار دونوں میں یہ طے پایا کہ جلد ہی اس شہر کو چھوڑ دیا جائے کمال الدولہ نے اس کے بعد اپنے تمام ملازموں کو بلا کر سفر کی تیاریوں کا حکم دے دیا ـــــ دو دن کے اندر کمال الدولہ کا قافلہ تیار ہو کر ایک نامعلوم منزل کی طرف کوچ کر گیا ـــــ تمام شہر میں ایک ہلڑ مچ گیا کہ مغل شہزادہ اچانک شہر سے باہر چلا گیا ـــــ اور جب کمال الدولہ کے چلے جانے کے بعد شہر میں پلیگ پھیلا ہزاروں آدمی مرے تو لوگوں کا یہ گمان اور بھی پختہ ہو گیا کہ وہ مغل شاہزادہ کوئی اوتار ضرور تھا کیوں کہ جب تک وہ بالاگھاٹ میں رہا کوئی آفت نازل نہیں ہوئی لیکن جیسے ہی وہ شہر سے گیا شہر پر پلیگ کی بیماری نے حملہ کر دیا اور سینکڑوں افراد موت کی نیند سو گئے۔

(۳۸)

توقیر علی خاں جب بے ہوشی سے بیدار ہوا تو اس نے بگوڈا کو اپنے قریب

بیٹھا ہوا پایا ـــــ چنانچہ اس نے اٹھتے ہی بگوڈا سے پوچھا ـــــ "تم کب آئے بگوڈا ـــ؟"

اور بگوڈا نے ایک ایسی مسکراہٹ کے ساتھ جس کو توقیر علی خاں قطعی نہ سمجھ سکا۔ جواب دیا "مقدس سردار کے حکم سے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ نہ صرف ان کا ضروری خط آپ کے حوالے کر دوں بلکہ آپ کی جملہ ضروریات بھی پوری کر دوں"!

توقیر علی خاں :۔ (انتہائی تعجب کے ساتھ) تو کیا سقیف آ گئے ؟

بگوڈا :۔ " جی ہاں آئے تھے اور چلے بھی گئے اور چلتے وقت آپ کے نام یہ خط چھوڑ گئے ہیں ۔"

توقیر علی خاں نے انتہائی بے چینی کے ساتھ بگوڈا کے ہاتھ سے وہ خط لیا ـــــ اور پڑھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی ـــــ خط میں لکھا تھا۔

" توقیر علی خاں ـــــ تم بس وہ مادہ ہی نہیں کہ تم ہمارے مقدس فرقہ میں داخل ہو سکو۔ میں نے بہت چاہا کہ تمھارا نفس مُردہ ہو جائے اور تمھارا دل دنیاوی خواہشوں سے پاک ہو جائے لیکن افسوس شاید میں اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہو جاتا مگر تم نے ابتدائی امتحان میں خود کو انتہائی کمزور اور بزدل ثابت کر دیا

شائد تمھیں نہیں معلوم کہ وہ میں ہی تھا جس نے لیلیٰ کو تمھارے پاس بھیجا تھا، وہ میں ہی تھا جو ایک بڈھے کی صورت میں تم کو ملا تھا، وہ میں ہی تھا جس نے اپنے کمرے کی کتاب کھول کر رکھ دی تھی اور شائد تمھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میں در اصل قلعہ ماہیات سے باہر گیا ہی نہیں تھا ـــــ وہ تو صرف تمھارا ایک امتحان تھا ۔

توقیر ـــــ شکر ادا کرو کہ اکسیر سُرخ نے تمھاری جان نہیں لی اور قلعۂ ماہیات کے موکلوں نے تمھارا خون پی کر اپنی پیاس نہیں بجھائی ـــــ فرقہ کو دغا نہ بن

شامل ہونے کی کوشش میں ابتک ہزاروں آدمی ہلاک ہوئے اور تم شکر کرو کہ تمھارا نام ان مقتولین کی فہرست میں شامل نہیں ہوا ـــــ ان مکاروں کی جانیں اسلئے گئیں کہ وہ کردگانہ کے راز کو نیکی کے بجائے بدی پھیلانے کے لئے حاصل کرنا چاہتے تھے ـــــ اور اسی لئے ان کے ہمزادوں نے انھیں مار ڈالا ـــــ تم بھی ہلاک ہو جاتے لیکن میں تم کو دوسرے انداز سے سزا دینا چاہتا تھا اس لئے تم چھوڑ دئے گئے میں تم کو شاہین کی طرح آسمان کی انتہائی بلندیوں پر پرواز کرانا چاہتا تھا لیکن تم گندگی کے کیڑے تھے اور اسی قابل ہو کہ اس دنیا کی کیچڑ میں رینگتے رہو ـــــ

نادان توقیر علی خاں ـــــ تم نے اکسیر سُرخ کی خوشبو سونگھ کر اور روغن سیاہ کا چراغ جلا کر ایک سخت اور بے رحم روح کو اپنا دشمن بنا لیا ہے ـــــ اس روح کا بھوت اب تیرے پیچھے لگ گیا ہے ـــــ وہ اپنی انتہائی خباثتوں کے ساتھ اب ہر وقت تیری نگاہوں کے سامنے موجود رہے گا ـــــ اب تو زندگی کی آخری سانس تک بے چین اور مضطرب رہے گا، تیرے دل کو کسی طرح قیام نہ ہوگا۔ تیرے ارادے کبھی پورے نہ ہوں گے ـــــ تو دولت مند ہوتے ہوئے بھی غریب رہے گا، طاقت ور ہوتے ہوئے بھی انتہائی کمزور رہے گا، تو نے اکسیر سُرخ سونگھ کر کچھ نامکمل قوتیں ضرور حاصل کر لی ہیں لیکن توقیر علی خاں یاد رکھ کہ جو بھوت میں نے تیرے پیچھے لگایا ہے وہ تجھے کسی وقت چین نہ لینے دے گا ـــــ یاد رکھ اس بھوت کا ثانی دنیا میں نہیں ـــــ اس کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ـــــ

ذلیل انسان ـــــ اب میں تجھ سے رخصت ہوتا ہوں، تو نے اپنے ہاتھ سے اپنی آئندہ ترقی پر کلہاڑ مارا ہے ـــــ یہ ٹھیک ہے کہ اکسیر سُرخ سونگھ کر تو نے

اپنے بڑھاپے پر فتح حاصل کرلی اور اپنی جوانی کو لافانی بنالیا مگر اب اس کا خمیازہ اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوجا ـــــ اور جو خبیث روح تیرا سایہ بن گئی ہے اس سے ہار جیت کا فیصلہ خود کرلے ـــــ"

سقیف کا خط ختم ہوتے ہی خط کا کاغذ توقیر کے ہاتھ سے گر گیا ـــــ ناامیدیوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اور اس کے دل کی وہ حالت ہوئی جو عمر بھر کی امیدوں پر پانی پھر جانے کے بعد ہوتی ہے ـــــ اس کے دماغ میں طرح طرح کے خیالات چکر کاٹنے لگے ـــــ اس کو اپنے استاد سقیف سے نفرت ہونے لگی۔ اس کو سقیف کی وہ دھمکیاں یاد آنے لگیں جو اس نے خط میں لکھی تھیں ـــــ اور وہ پلنگ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا ـــــ نظر اٹھائی تو سامنے وہی بھیانک چہرہ اپنی سرخ انگارہ ایسی آنکھوں کے ساتھ موجود تھا جو اس کو سقیف کے کمرے میں اکسیر سرخ سونگھنے کے بعد دکھائی دیا تھا ـــــ ایک فلک شگاف چیخ مار کر توقیر کمرے سے باہر بھاگا اور اسی طرح چیختا چلاتا قلعہ ماہیات کے باہر نکل گیا، پھاٹک سے باہر نکلتے ہی بگوڈا دکھائی دیا ـــــ وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گیا اور چلانے لگا۔

" مجھے بچاؤ بگوڈا ورنہ میں اسی پہاڑی علاقہ میں ہلاک ہوجاؤں گا ـــــ " اور بگوڈا بولا ـــــ " حضور ـــــ خود پر رحم کیجئے اور ان پہاڑی چٹانوں میں خود کو زندہ درگور نہ کیجئے ـــــ دیوی ناگورا کی قسم آپ کے پیچھے اس قلعہ کا کوئی نہ کوئی آسیب ضرور لگ گیا ہے ـــــ"

لیکن توقیر علی خاں بگوڈا کو جواب دینے سے قبل ہی بے ہوش ہوچکا تھا

کافی دیر کی بے ہوشی کے بعد توقیر کی آنکھ کھلی تو وہ دوبارہ اپنے کمرے میں لیٹا

تھا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ——— اور جب خبیث روح کا چہرہ اس کو کہیں نظر نہ آیا تو وہ اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر نکلا اس وقت خوب تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی کافی دیر تک دھوپ میں ٹہلنے کے بعد اس نے سوچا کہ یقیناً سقیف نے اس مرتبہ بھی اُسے دھوکا ہی دیا ہے وہ قلعہ میں موجود ضرور ہے اس لئے کیوں نہ اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگی جائے اور اس سے دوبارہ درخواست کی جائے کہ وہ اس کو اپنی تحویل میں لے لے ——— چنانچہ وہ دبے پاؤں سقیف کے کمرے تک گیا ——— آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر جھانک کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا، نہ وہ الماریاں ——— نہ وہ شیشیاں اور بلوری بوتلیں ——— نہ وہ میز ——— نہ وہ کھلی ہوئی کتاب ——— کمرے میں بالکل سناٹا طاری تھا پہلے تو وہ کچھ دیر تک کمرے کے باہر کھڑا کچھ سوچتا رہا اور پھر ایک مضبوط ارادے کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا ———

کمرے میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا لیکن پھر بھی ہر چیز نظر آرہی تھی ——— آہستہ آہستہ وہ کھڑکی تک آیا، اس نے کھڑکی کے پٹ کھولے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا، جس سے اس کو کچھ تسکین ہوئی ——— اب جو اس نے پلٹ کر غور سے کمرے کی پچھلی دیوار پر نظر ڈالی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی ——— دیوار پر کچھ عجب طرز کی تصویریں بنی ہوئی تھیں ——— جیسے ایک بہت بڑا قبرستان ہے، ہزاروں قبریں ہیں اور ان قبروں پر مردے لیٹے ہوئے ہیں ——— بالکل ساکت، بالکل خاموش، وہ ان تصویروں کی طرف دیکھتا ہی رہا ——— اور پھر جیسے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ——— تصویروں میں حرکت پیدا ہونے لگی مُردہ

تصویروں میں جان پیدا ہونے لگی ـــــ اور پھر ان مُردوں میں سے ایک مُردہ اُٹھا ـــــ اُف وہی خوفناک چہرہ، وہی بھیانک آنکھیں، وہی گز دو گز لمبے ہاتھ پیر ـــــ توقیر نے گھبرا کر اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا ـــــ اس کے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا، پورا جسم پسینہ میں نہا گیا، قریب تھا کہ مارے خوف کے اس کی روح نکل جاتی لیکن شاید اکسیر سُرخ کی تاثیر کی وجہ سے وہ یہ بھیانک منظر دیکھنے کے باوجود زندہ رہا ـــــ اس نے محسوس کیا جیسے وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس میں اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ دنیا کی ہر طاقت کا مقابلہ کرے ـــــ چنانچہ انتہائی مضبوط ارادے کے ساتھ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اب جو اس نے دیوار کی طرف نگاہ اُٹھائی تو اس نے دیکھا کہ وہی بھیانک چہرہ اب اس کے بہت قریب آ گیا ہے۔ تصویر کے تمام مُردے اپنی قبروں سے اٹھ کر بیٹھ گئے ہیں اور سب کے سب اس کی طرف دیکھ رہے ہیں توقیر جی کڑا کر کے چلایا[1] ـــــ "اے خبیث روح تو کون ہے جو میرے پیچھے لگ گئی ہے ـــــ" اور اس کے جواب میں وہ آواز پیدا ہوئی جیسے کوئی قبر کے اندر سے بول رہا ہو ـــــ توقیر علی خاں نے اپنے سوال کے جواب میں جو کچھ سنا نہ کوئی شخص اس کو بیان کر سکتا ہے نہ قلم اس کو لکھ سکتا ہے ـــــ بہرحال توقیر علی خاں نے جو کچھ سُنا وہ اُن آوازوں سے بھی زیادہ خوفناک تھیں جو کسی ایسے شخص کے کانوں میں آئیں جو اندھیری رات میں کسی ایسے

---

[1] دنیا کے کسی انسان کے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ بولتا یا کہہ سکتا لیکن اکسیر سُرخ کی تاثیر کی وجہ سے توقیر علی خاں بہرحال کچھ غیر انسانی قوتوں کا مالک ضرور ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ روح کو خطاب کر سکا ورنہ عجب نہیں کہ وہ اسی وقت مر جاتا۔

تہہ خانے میں جہاں ہزاروں سال پرانے مُردے حنوط کئے ہوئے رکھے ہوں سوتے سوتے یکا یک جاگ اُٹھے ـــــ وہ تمام حنوط شدہ لاشیں اٹھ کر تہہ خانے میں چلنے پھرنے لگیں، چیخنے لگیں اور ایک دوسرے سے جنگ شروع کر دیں۔

ایک چیخ مار کر توقیر علی خاں کمرے سے باہر بھاگا ـــــ اور پھر قلعہ ماہیاست کے باہر بھاگا ـــــ پھاٹک کے قریب ہی یگوڈا اس کا گھوڑا لئے تیار کھڑا تھا جیسے اسے اس کا علم تھا کہ توقیر علی خاں ابھی بھاگتا ہوا ادھر سے گذرے گا ـــــ بنا کچھ کہے کے سُنے توقیر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ ایک طرف روانہ ہو گیا اس نے پلٹ کر یگوڈا کی طرف بھی نہ دیکھا لیکن اگر وہ دیکھ لیتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ وہاں یگوڈا کے بجائے ایک انسانی پنجر کھڑا تھا ـــــ بالکل بے جان ـــــ گوشت پوست سے خالی ـــــ ایک ایسا پنجر جس کے چہرے پر صرف دو سُرخ آنکھیں تھیں جو بے تحاشا گھوڑا دوڑاتے ہوئے توقیر علی خاں کی طرف دیکھ رہی تھیں ـــــ سرپٹ گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے آخر وہ قصبہ کی آبادی میں داخل ہو گیا جہاں لیلیٰ جیسے اس کے انتظار میں کھڑی تھی

یہاں یہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں کہ جب توقیر علی خاں اس قصبہ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا تو ایک دوسرے گھوڑے پر لیلیٰ بھی اس کے ہمراہ تھی

(۳۶)

دہلی پہنچنے کے ایک عرصہ بعد تک توقیر علی خاں کو کسی طرح چین نہ آیا، اسکی مثال تو اس بھٹکے ہوئے مسافر کی سی ہو گئی تھی جو منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ

بھول گیا ہو، فوق البشر بننے کی دھن میں وہ اپنی بشریت بھی بھول گیا، سقیفہ کے مقرر کردہ بھوت نے اس کی زندگی کی آسانیوں تک کو مشکل بنا دیا، اکسیرِ سُرخ کے ایک دفعہ کے استعمال نے اس کی خوابیدہ طاقتوں کو بیدار ضرور کر دیا تھا لیکن خبیث روح کی موجودگی نے اس کی روح کا تمام سکون اور قرار درہم برہم کر دیا تھا، اب اس کو دولت کی کمی نہ تھی کیوں کہ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا اس میں اس کو کامیابی ہوتی، وہ اگر جوا کھیلتا تو ہزاروں کے وارے نیارے کر دیتا، وہ اگر کوئی تصویر بناتا تو وہ تصویر اپنے وقت کا شاہکار ثابت ہوتی، وہ اگر کوئی مقابلہ کرتا تو اس میں اس کی فتح یقینی ہوتی لیکن یہ عجیب اتفاق تھا کہ مستقل طور پر اس کا دل کسی کام میں نہ لگتا، وہ ہر وقت پریشان رہتا، ہر وقت کسی نامعلوم خوف کی وجہ سے گھبراتا رہتا ـــــ وہ اگر نیکی کی طرف مائل ہونا چاہتا تو وہ خبیث روح ظاہر ہو کر اس کی راہ میں حائل ہو جاتی لیکن اگر وہ بدی کی طرف مائل ہوتا تو جتنی مدت تک وہ اس بُرے کام میں مصروف رہتا بھوت اس کے قریب تک نہ آتا ـــــ اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے تو قیر بدنام ہی ہوتا چلا گیا، دہلی کے رئیس اور شریف حلقوں میں اس کی عزت کم ہی ہوتی گئی اور وہ صرف بدکردار افراد کے دائرے میں محدود ہو کر رہ گیا

اسی اثنا میں اس کی ملاقات اپنے پرانے دوست مراد سے بھی ہوئی - مراد ایک متمول خاندان کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد ایرانی قالینوں کی تجارت کر رہا تھا، اس کی زندگی انتہائی مسرت و خوشی کے ساتھ کٹ رہی تھی ـــــ وہ تمام دن اپنے کاروبار میں مصروف رہتا اور شام ہوتے ہی اپنے مکان آکر اپنی حسین بیوی کی صحبت میں وقت گذارتا ـــــ اس کی بیوی اپنی عادات میں انتہائی سادہ، سلیقہ مند اور

طبیعتاً انتہائی کفایت شعار تھی ـــــ اس کو گھرداری کے علاوہ کوئی شوق نہ تھا، زیورات اور کپڑوں کی زیادتی سے اُسے کوئی رغبت نہ تھی ـــــ ظاہر ہے کہ ایسی عورت ایک نعمتِ الٰہی سے کم نہ تھی اور اس اعتبار سے مراد دنیا کے چند خوش نصیب انسانوں میں سے ایک تھا ـــــ الغرض دونوں نے اپنی محبتوں سے اپنے مکان کو جنت بنا رکھا تھا اور دونوں دوسروں کے نزدیک ایک قابلِ رشک زندگی بسر کر رہے تھے ـــــ اسی دوران میں توقیر علی خاں اپنے دوست مراد سے ملا ـــــ اور اس نے مراد کی ازدواجی زندگی کے سکون میں ایک طوفان پیدا کر دیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اب توقیر علی خاں ایک شریف نوجوان نہیں ایک اوباش اور آوارہ انسان سمجھا جاتا تھا، اس کی ساری خوش مذاقی ختم ہو گئی تھی، تفکرات کے ساتھ ایک نہ سمجھ میں آنے والی شرارت اس کے چہرے پر کھیلتی رہتی تھی، اخلاق و تہذیب کی جگہ اس میں ایک طرح کی بدتمیزی آ گئی تھی اور اسکی حرکات و سکنات سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک ایسے معاشرہ میں اٹھتا بیٹھتا رہتا ہے جس کو تہذیب کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی ـــــ اس کی گفتگو میں آزادی اور رندانی کے ساتھ بے غیرتی اور بے حیائی بھی ظاہر ہوتی تھی ـــــ چنانچہ توقیر علیخاں نے مُراد پر اپنے کردار کا بھی اثر ڈالا، دونوں دوست راتوں کو اپنے گھروں سے باہر رہنے لگے، شراب اور تلخ شراب ان کی زندگی کا اہم جزو بن گئی ـــــ

توقیر نے اپنے مکان پر رہائش بھی تقریباً ترک کر دی اور زیادہ تر مراد ہی کے مکان پر رہنے لگا ـــــ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراد کی بیوی بھی اپنے شوہر سے بدظن ہو گئی،

دونوں ساری ساری رات جوا کھیلتے شراب پیتے اور آپس میں بیہودہ مذاق کرتے ـــــــ لیلی یعنی توقیر علی خاں کی پیاری محبوبہ ان دونوں کا ساتھ دیتی، ہنستی، گاتی ۔ قہقہے لگاتی اور مُراد کی بیوی اس آوارہ عورت کی وجہ سے ساری رات خون کے آنسو بہاتی رہتی ـــــــ

مُراد کی زندگی کے اس نئے دَور کا سب سے دردناک پہلو یہ تھا کہ اس کا کاروبار تباہ ہوتا جا رہا تھا اور وہ اب اپنی بیوی کے بجائے لیلی کے حسن سے زیادہ دل چسپی لینے لگا تھا، اور شائد واقعات کچھ اور ہی رُخ اختیار کر لیتے کہ اچانک ایک دن توقیر علی خاں کو یہ علم ہوا کہ اس کی بہن حیدر آباد سے محض اس سے ملنے کے لئے دہلی آگئی ہے ـــــــ بہن کی آمد کی وجہ سے توقیر علی خاں کو مراد کا مکان چھوڑنا پڑا اور وہ لیلی کے ہمراہ دوبارہ اپنے مکان چلا آیا

توقیر علی خاں کا اس بہن کے علاوہ جس کا نام طلعت تھا دنیا میں اور کوئی نہ تھا، اس کی عمر تقریباً ۳۰ سال تھی، سلیم المزاج اور تعلیم یافتہ تھی اور تحمل و وقار میں توقیر علی خاں سے زیادہ تھی، اس کے چہرے پر بیماری اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے، اگرچہ وہ خوب صورت نہ تھی لیکن اس کی صورت میں ایک طرح کی دل کشی ضرور تھی اس کے اخلاق و آداب بہت اچھے تھے، ہر ایک کو خوش رکھنا اور آرام پہنچانا وہ اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتی تھی اور اسی وجہ سے ہر شخص کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لیتی تھی ـــــــ یہ وہ بہن تھی جس کی توقیر علی خاں نے مدّتوں خبر نہ لی تھی، لیکن اب وہ اس کی قدر کرنے لگا تھا، اس کے حسنِ سلوک، محبت اور خلوص نے طلعت کو گویا نئی زندگی بخش دی تھی، طلعت کے آنے کے بعد توقیر علیخاں

کو بھی اپنے مکان میں کچھ راحت سی محسوس ہونے لگی تھی، طلعت دن رات یہ کوشش کرتی کہ اس کے بھائی کو اس کی وجہ سے آرام پہنچتا رہے، بھائی کی خدمت ہی کو وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی —— وہ دل و جان سے اپنے بھائی کی راحت کے لیئے کوشاں رہتی اور اپنی تمام تر کوششیں اسی پہ صرف کرتی رہتی

توقیر علی خاں کی ذہنی کیفیت کا بدستور وہی عالم تھا۔ وہ جن کاموں میں خود کو مصروف رکھنا چاہتا تھا اور جن باتوں سے اپنے خیالات کو دور رکھنا چاہتا تھا وہی باتیں اور بھی اس کے توہمات اور ڈر اسی کا باعث ہو جاتیں، تنہائی میں اسے اور بھی ڈر معلوم ہوتا تھا اور اسی لیئے وہ کسی طرح نہ چاہتا تھا کہ اس کی بہن اس کی آنکھوں سے دور رہے، وہ ہر وقت اتنا ڈرا سا رہتا تھا کہ رات کو اپنے کمرے میں بھی اس وقت تک نہیں جاتا تھا جب تک لیلیٰ تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اس کے کمرے میں جانے کے لئے تیار ہو جاتے —— اکثر ہوتا کہ ایک بھیانک خوف اچانک اس پہ طاری ہو جاتا، وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا کانپنے لگتا اور اس کا تمام بدن پسینے میں شرابور ہو جاتا، طلعت جب بھی اپنے بھائی کی یہ کیفیت دیکھتی وہ سمجھ جاتی کہ وہ کسی مصیبت میں ضرور گرفتار ہے وہ یہ بھی جانتی تھی کہ توقیر یہ نہیں چاہتا کہ طلعت کو اس کی اس حالت کا احساس ہو اور وہ بھی اسی کی طرح پریشانیوں میں مبتلا ہو جائے، چنانچہ اسی لئے وہ بھی اپنی ان الجھنوں کو جو بھائی کی طرف سے اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھیں دبائے رہتی تھی اور لاکھ چاہنے پر بھی یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ بھائی سے اس کے دل کا حال دریافت کرے —— ادھر توقیر علی خاں بھی یہ سوچا رہتا تھا کہ کوئی ایسا سلے

جس سے وہ اپنے دل کی کیفیت بیان کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے اور شاید اس طرح اسے کچھ سکون مل جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی بہن سے اپنی ساری افتاد بیان کر کے الجھنوں سے اپنے دماغ کو پاک کر لے ــــ چنانچہ ایک دن اسے اسکا موقع بھی مل گیا

ایک دن اس نے طلعت سے کہا ــــ "طلعت تمھیں میری شکل دیکھ کر ڈر تو نہیں لگتا، لوگ کہتے ہیں میری شکل بہت بھیانک ہو گئی ہے اور میرے خدوخال ہزاروں سال پرانے انسانوں کے سے معلوم ہوتے ہیں ــــ"

طلعت :۔ "نہیں بھیا ــــ مجھے تو تمہاری شکل بدلی ہوئی نظر نہیں آتی البتہ میں یہ ضرور محسوس کرتی ہوں کہ کوئی غم تمھیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔ مجھے دن رات فکر رہتی ہے کہ کسی طرح تم اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ دو۔ کاش تم مجھے بھی اپنے غم کا ساتھی بنا لیتے

توقیر ــــ" لیکن طلعت ــــ میں جو کچھ کہوں گا تمھیں اس پر اعتبار بھی آئے گا مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ میں مر چکا ہوں اور میرا بھوت تم سے باتیں کر رہا ہے تو کیا تمھیں یقین آجائے گا (کچھ دیر رک کر) مگر سنو یہ آواز کیسی آرہی ہے ــــ

طلعت ــــ" کچھ نہیں بھائی ــــ یہ تو ہوا کی سرسراہٹ ہے، دیکھتے نہیں باہر کتنی تیز ہوا چل رہی ہے ــــ

توقیر :۔ اچھا طلعت قسم کھاؤ کہ تم میرا قصہ کسی دوسرے سے نہیں کہو گی، اور میرا یہ راز ہمیشہ تمھارے سینے کی گہرائیوں میں دفن رہے گا

طلعت :۔ بھیا میں قسم کھاتی ہوں کہ تمہارا یہ راز ہمیشہ میرے سینے میں دفن

رہے گا ——

توقیر کو جب اطمینان ہوا تو اس نے اپنا قصہ شروع کیا، وہ اس کو بیان کرتے ہوئے ڈرا جاتا تھا، اس کے ہونٹ سوکھے جاتے تھے اور دل بیٹھا جاتا تھا —— اپنی اس داستان میں توقیر نے بہت سی باتیں پوشیدہ رکھیں اور بہت سی باتیں اس انداز میں بیان کیں کہ طلعت ایسی بھولی بھالی لڑکی پر اسکا ناخوش گوار ردِ عمل نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس نے جو کچھ بیان کیا وہ اتنا دہشتناک تھا کہ اس کی بہن کئی موقعوں پر لرز گئی اور اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی —— توقیر علی خاں نے اپنی داستان یوں ختم کی ——

"الغرض میں بے تحاشا قلعۂ ماہیات سے بھاگ کھڑا ہوا —— قلعہ میں مختلف قسم کے بھوتوں کی موجودگی نے میرا خون خشک کر دیا تھا، میرے سامنے زندہ رہنے کا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا، سوائے اس کے کہ میں دہلی میں پناہ لے لوں لیکن سوال یہ تھا کہ اس بھوت سے جو ہر لمحہ میرے ساتھ رہتا تھا میں اپنا پیچھا کس طرح چھڑاؤں —— اب مجھے بس ایک ہی امید باقی تھی کہ اگر کسی جگہ سقیف مجھے مل جائے تو جس طرح بھی ممکن ہو گا میں اس سے کہوں گا کہ جو بھوت اس نے مجھے چمٹا دیا ہے اس کو کسی طرح مجھ سے دُور کر دے —— چنانچہ میں نے سقیف کو جہاں تک ہو سکا تلاش کیا، ہر جگہ ڈھونڈا لیکن افسوس اس کم بخت کا پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا —— اس تلاش میں یا اس آوارہ گردی میں یا اس پریشانی میں طلعت میں تنہا نہ تھا بلکہ میرے ساتھ لیلیٰ بھی تھی، لیلیٰ وہ پیاری لڑکی جس نے قلعۂ ماہیات کے مضافات میں مجھ سے ملاقات کی تھی —— لیکن

لیلیٰ رفیق سفر ہونے کے باوجود میری ہم راز نہ تھی ——— وہ میری ان روحانی تکلیفوں کا اندازہ لگا ہی نہ سکتی تھی چنانچہ اسی وجہ سے میں نے اس سے دلی اضطراب بیان نہیں کیا ——— اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے میرے ساتھ محبت تھی وہ میری وفادار بھی تھی مگر اس میں میرے اضطراب کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہ تھی ——— وہ میری مونس اور میری غم گسار نہیں بن سکتی تھی اور نہ اس سے کچھ کہہ کر میری مضطرب روح کو تسکین حاصل ہو سکتی تھی لیکن خدا معلوم یہ کیا راز تھا کہ جس وقت لیلیٰ میرے پاس ہوتی وہ بھوت مجھے نہ ستاتا اسکی موجودگی میں وہ بھوت مجھ سے ہمیشہ دور رہتا ——— میں کیا بتاؤں طلعت کہ اس بھوت کے سامنے آجانے سے میری کیا کیفیت ہو جاتی تھی یہ بھوت بالکل عجیب و غریب انداز میں میرا تعاقب کر رہا تھا۔ مجھے پریشان کرنے کے لئے اس نے بڑے بھیانک طریقے اختیار کر رکھے تھے، کسی مجمع میں، بازاروں میں، بُری صحبتوں میں شراب خانوں میں، جواگھروں میں اس کی شرربار آنکھیں مجھے نظر نہ آتی تھیں اور نہ اس کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن جیسے ہی ذرا سکون ہوتا، دل نیکی کی طرف مبذول ہوتا، خیالات میں پاکیزگی پیدا ہوتی، بُرائیوں سے دُور رہنے کا خیال پیدا ہوتا وہ بھوت مجھے ستانے کے لئے میرے سامنے آجاتا تھا ——— گویا اس طرح اس بھوت کا واحد مقصد یہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی حال میں مجھے نیکی کی راہ پر گامزن نہ ہونے دے ——— اور میں ہمیشہ بُرے راستہ پر لگا رہوں ——— اور کبھی کسی نیک کام میں نہ لگنے پاؤں ———

میں اسی بھیانک مصیبت میں گرفتار تھا کہ بالکل اچانک ایک دن میری ملاقات

سقیف سے ہو گئی ـــــ کیسے ؟ یہ میں تمھیں بتاؤں گا تو تم بھی دنگ ہو جاؤ گی،
یہ تو تمھیں معلوم ہی ہے کہ آجکل پورے شمالی ہندوستان میں بغاوت کی چنگاریاں سُلگ رہی ہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خلاف تمام دیسی ریاستیں منظم ہو رہی ہیں اور نہ صرف عوام میں بلکہ کمپنی کی ہندستانی فوجوں میں بھی انگریزوں کے خلاف نفرت کے شعلے بھڑک رہے ہیں اس سلسلہ میں جگہ جگہ خفیہ جلسے بھی ہو رہے ہیں اور ایک زبردست بغاوت کی تیاریاں کی جا رہی ہیں ایک دن میں بھی اسی قسم کے ایک جلسے میں موجود تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ سقیف بھی ایک کونے میں بیٹھا ہوا جلسہ کی جملہ کارروائیوں میں حصّہ لے رہا ہے، اسکو دیکھتے ہی میرے دل میں نفرت کا ایک طوفان اُمنڈ آیا میں لپک کر اس کے قریب آیا اور اس کا گریبان پکڑ کر بولا ـــــ " مکّار انسان ـــــ انسانیت کے رُوپ میں ایک خبیث رُوح ـــــ آخر میں نے تجھے تلاش ہی کر لیا ـــــ " لیکن طلعت تمھیں حیرت ہو گی کہ میرے اس طرز عمل کے باوجود سقیف کے ماتھے پر بَل نہ آیا اور اس نے انتہائی متانت کے انداز میں مجھ سے کہا ـــــ " اچھا ہوا تو قیر علی خاں کہ ایک مرتبہ پھر ہماری اور تمھاری ملاقات ہو گئی میں خود یہ چاہتا تھا کہ ایک مرتبہ تم سے مل کر ذرا تم سے دریافت کر دں کہ کیا تم نے اسی دن کے لئے ہمارے مقدس فرقہ میں شامل ہونے کی تمنا کی تھی ـــــ کیا تم نے تمام قسمیں جھوٹی کھائی تھیں کہ تم اپنی زندگی کی کسی ساعت میں اپنے نفس کے غلام نہ بنو گے ـــــ "

ابھی سقیف شائد کچھ اور کہتا کہ میں نے بیچ ہی میں بات کاٹ دی اور کہا ـــــ

"میں پچھلی کسی بات پر تم سے کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا میں تم سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ تم اس خبیث روح کو اس بھوت کو جو ہر وقت سایہ کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے مجھ سے جدا کر دو، اب میری روح زیادہ مدت تک اس کی خباثت کا شکار نہیں بن سکتی۔"

یہ سن کر سقیف نے مجھ کو نہایت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ مجھے غصہ آیا بلکہ میں ڈر بھی گیا ــــ اب سقیف نے میری بات کا جواب دیتے ہوئے مجھ سے کہا ــــ "تمھاری نفسانی خواہشوں نے، اور تمھاری بدنیتی نے تم کو اس مصیبت میں پھنسا رکھا ہے، یہ تم کو سزا ملی ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ جس علم کے ساتھ ایمان نہیں ہوتا وہ کبھی عروج پر نہیں پہنچ سکتا ــــ اور ابھی کیا ہے، ابھی تو تم دیکھو گے کہ خود تمھارا وجود دوسروں کے لئے ایک بھوت بن جائے گا، خدا کی قسم میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ جس بھوت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ اس وقت بھی تمہارے پاس موجود ہے، وہ جدھر چاہتا ہے تمھیں لے جاتا ہے اور تم اس کے اشاروں پر رقص کرتے رہتے ہو نالائق انسان تو نے اکسیر سرخ اور روغن سیاہ کا ناجائز استعمال کر کے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ تو نے جنت لگا کر دریا پار کرنا چاہا لیکن تو بیچ ہی میں گر گیا ــــ تو نے خود ایک جرم کیا ہے اور لازم ہے کہ تو خود اس کی سزا بھگت ــــ اور اطمینان رکھ ــــ میں ایک دفعہ تجھ سے پھر ملاقات کرونگا اور مت پوچھ کہ اس وقت تیری کیا حالت ہوگی ــــ"

ابھی میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ سقیف بیٹھے بیٹھے

وہاں سے غائب ہو گیا ــــ میں نے اس مجمع میں اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ مجھے کہیں نہ ملا ــــ ناکام ہو کر ایک نئے خوف کو اپنے کلیجے میں دبائے میں وہاں سے چلا آیا ــــ اور اس کے بعد ــــ طلعت وہ ڈراؤنی صورت وہ بھیانک بھوت ہر جگہ مجھے پریشان کرتا رہتا ہے ــــ یہ بھوت مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیتا ــــ کسی جگہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا ــــ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی ڈراؤنی صورت اور خوفناک آنکھوں سے مجھے کبھی چھٹکارا نہیں ملے گا ــــ"

اتنا کہہ کر توقیر خاموش ہو گیا لیکن اس کی پیشانی پر پسینے کے بڑے بڑے قطرے نمودار ہو گئے ــــ بھائی کی یہ حالت دیکھ طلعت نے جو خود خوف سے کانپی جا رہی تھی اس سے کہا ــــ "پریشان مت ہو بھیا ــــ میں تمہارے لئے دُعا کروں گی، تمہارے لئے تعویذ لاؤں گی اور اپنی جان تم پر قربان کر دوں گی لیکن تمہیں اس بھوت سے ضرور نجات دلا دوں گی ــــ" لیکن بہن کی بات کا جواب دینے کے بجائے توقیر چیخ پڑا ــــ "الٰہی رحم ــــ مجھ پر رحم کر ــــ دیکھو طلعت وہ بھوت بالکل تمہارے قریب کھڑا ہے اور میری طرف گھور رہا ہے وہ دیکھو ــــ وہ بالکل تمہارے نزدیک ــــ" اور یہ کہتے کہتے توقیر علی خاں بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا، اس وقت ٹھیک گیارہ بجے تھے ــــ اور لال قلعہ کے پھاٹک پر گیارہ کے گھنٹے بجائے جا رہے تھے

(۴۰)

کئی دن تک توقیر علی خاں بے ہوش رہا، اس پر ایک شدید قسم کی ہذیانی کیفیت

طاری رہی، بے ہوشی کے دوران میں اس کو انتہائی تیز بخار بھی چڑھا رہا ـــــــ آخر جب طلعت کی تیمار داری اور حکیموں کی دواؤں کے استعمال کے بعد اس کو ہوش آیا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کی بہن کی جسمانی حالت بالکل ہی بدل گئی ہے، اور وہ صورتاً انتہائی بیمار دکھائی دے رہی ہے ـــــ توقیر نے سوچا کہ میری حالت ٹھیک ہو جانے سے طلعت کی طبیعت بھی بحال ہو جائے گی لیکن بہت جلد اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے یہ خیالات غلط تھے اور اسکی بہن کی حالت دن بہ دن نازک ہوتی جا رہی تھی، طلعت کچھ اس طرح بیمار پڑ گئی تھی کہ کسی طبیب کے پاس اس کا علاج نہ رہا تھا۔

طلعت ایک کمزور دل والی معصوم لڑکی تھی ـــــ توقیر کا قصہ اور بھوت کی کہانی سن کر اس کی روح تک کی جڑیں ہل گئی تھیں، اور پھر بعد میں اس نے توقیر کے منھ سے دوران ہذیان میں جو کچھ سنا اس سے اس کے حواس اور بھی زیادہ باختہ ہو گئے ـــــ توقیر نے کئی بار کہا تھا، طلعت وہ دیکھو بھوت تمہارے بالکل قریب کھڑا ہے ـــــ وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے، اس کے ہاتھ تمہاری گردن میں پیوست ہو رہے ہیں ـــــ" دوران ہذیان میں توقیر کے ان جملوں نے گویا اس بھوت کو طلعت پر چڑھا دیا تھا ـــــ بیماری کے دوران میں طلعت کی مسلسل خاموشی اور بار بار ڈرنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے توقیر کا بھوت اس پر بھی سوار ہو گیا ہے ـــــ چنانچہ توقیر بہت پچھتاتا تھا کہ اس نے اپنا قصہ کہہ کر اپنی بہن کو مصیبت میں کیوں پھنسا دیا ـــــ دونوں بہن بھائیوں پر وہ آفت نازل ہو گئی تھی کہ کوئی طبیب نہ ان کا علاج کر سکتا تھا اور نہ کوئی شخص ان کے مضطرب

دل کو تسلی دے سکتا تھا ـــــ توقیر نے بہت چاہا کہ وہ طلعت کے ذہن سے اس قصہ کے تاثرات ختم کردے ـــ اور اپنی بہن پر یہ ثابت کر دے کہ اس نے ایک من گھڑت قصہ اس کو سنایا ہے لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی ـــــ تیر ترکش سے نکل چکا تھا اور طلعت اس قصہ سے اتنی خوف زدہ ہوگئی تھی کہ اب بظاہر اس کا کوئی علاج باقی نہ رہا تھا

اس دوران میں توقیر نے محض اپنی بیمار بہن کے خیال سے اپنی بزدلی نہ دکھائی کیوں کہ اکثر یہ ہوتا کہ وہ اپنی بہن سے باتیں کرتا ہوتا اور وہ نامعلوم اور ڈراؤنی صورت اس کے سامنے آکر اس کو تیز نظروں سے دیکھتی لیکن وہ انتہائی صبر وضبط سے کام لیتا اور اپنے چہرے سے ہرگز یہ ظاہر نہ ہونے دیتا کہ وہ بھوت اس کے بالکل قریب موجود ہے، لیکن اب توقیر کے لئے ایک دوسری اُلجھن بھی پیدا ہوگئی تھی جو اس پہلی مصیبت سے بھی زیادہ اذیت ناک تھی ـــــ یعنی وہ اب یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی بہن اب پہلے کی بہ نسبت اس سے بہت کم محبت کرتی ہے اسکی صورت دیکھ کر ڈرتی رہتی ہے ـــــ اور یہ چاہتی ہے کہ توقیر اس کے قریب نہ آئے تو زیادہ بہتر ہے، بھائی بہن کے تعلقات کی اس نئی کروٹ نے توقیر کی زندگی اور بھی زیادہ اجیرن کر دی، اب اس کو اپنی بہن کے سامنے آنے کی ہمت بھی نہ پڑتی تھی، اور وہ اس غم میں گھلتا چلا جاتا تھا کہ محض اس کی وجہ سے طلعت کی زندگی کا سکون ختم ہوگیا ـــــ چنانچہ اس نے یہ سوچا کہ چند روز کے لئے دہلی سے باہر کوئی سفر کرلیا جائے تاکہ طلعت اس کی منحوس صورت نہ دیکھ سکے ـــــ اور توقیر اپنے اس پروگرام کے بموجب دہلی سے باہر چلا بھی گیا ـــــ روانگی کے

وقت اس کو یہ دیکھ کر انتہائی سخت صدمہ ہوا کہ بہن کے چہرے پر بھائی کی جدائی کا کوئی ملال نہیں ہے اور وہ رنجیدہ ہونے کے بجائے بہت مسرور نظر آ رہی ہے توقیر مسلسل دو ہفتوں تک دہلی کے باہر اردگرد کے قصبات میں بالکل بے مقصد گھومتا رہا، اور محض بھوت سے بچنے کے لئے بڑے کاموں میں مصروف رہا، لیکن دفعتاً ایک دن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کو فوراً دہلی پہنچ جانا چاہیئے —— اس کا دل بیتاب ہو گیا اور جیسے اس کے کانوں میں درد و کرب سے ملی جلی آوازیں آنے لگیں —— چنانچہ وہ فوراً دہلی پہنچا اور جیسے ہی گھر میں داخل ہوا اسے ملازم نے یہ خبر سُنائی کہ طلعت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے —— بیماری نے اس کی حالت بہت ہی نازک کر دی ہے —— بالکل اسی حالت میں وہ دیوانہ وار طلعت کے کمرے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر اس کے صدمہ کی انتہا نہ رہی کہ طلعت بالکل عالم بے ہوشی میں اپنے پلنگ پر پڑی ہوئی ہے، اسکی آنکھیں بے ہوشی کے باوجود کھلی ہوئی ہیں، اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی ہے —— طلعت کے حواس ختم ہو چکے تھے —— نہ وہ بے ہوش تھی نہ ہوش میں تھی، نہ جاگ رہی تھی نہ سو رہی تھی —— نہ حواس میں تھی نہ بدحواس تھی —— الغرض اس کی حالت دیکھ کر توقیر کی آنکھوں میں غم کے آنسو اُمنڈ آئے —— دریافت کرنے پر اُسے معلوم ہوا کہ روز رات کو ٹھیک گیارہ بجے جب لال قلعہ سے گھنٹے بجائے جاتے ہیں طلعت پر ایک نامعلوم خوف طاری ہو جاتا ہے، اس کے ہونٹ ہلنے لگتے ہیں، بدن میں رعشہ ہونے لگتا ہے وہ بے چین ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے اور جیسے ہی گیارہواں گھنٹا بجتا ہے وہ چیخ مار کر

بے ہوش ہو جاتی ہے ــــــ اب تو بیچارے توقیر کے غم میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا ــ اس نے اپنی بیمار بہن کو جگایا اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی اور جب وہ ہوش میں آئی تو اس سے دریافت کیا کہ اار بجے وہ کیا دیکھتی ہے اور کیوں چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔

بڑی خوشامد کے بعد طلعت نے توقیر کو بتایا کہ ٹھیک گیارہ بجے خواہ وہ کیسی ہی حالت میں، کیوں نہ ہو اور کسی کام میں کیوں نہ مشغول ہو وہ یہ دیکھتی ہے کہ ایک انتہائی خبیث صورت انسانی ڈھانچہ اس کے قریب آکر انتہائی غصہ اور ڈراؤنی صورت کے ساتھ اس کے ماتھے پر اپنی ٹھنڈی اور گوشت پوست سے خالی اُنگلیاں رکھ دیتا ہے ــــ اور پھر اس طرح قہقہہ مار کر ہنستا ہے کہ اس کے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں ــــــ

طلعت کا قصہ سن کر توقیر نے سوچا ــــــ "ٹھیک گیارہ بجے اس نے بھوت کا قصہ طلعت کے سامنے ختم کیا تھا، ٹھیک گیارہ بجے اس نے اپنے بھوت کو طلعت کے بالکل قریب کھڑے دیکھا تھا اور اب روزانہ ٹھیک گیارہ بجے یہی بھوت طلعت کے قریب آکر اس کے ماتھے پر اپنی انگلیاں رکھ کر اس کو ڈراتا ہے ــــــ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ یہ بھوت اس کے قریب نہ آئے اور وہ اس بھوت سے نجات پا جائے ــــــ" چنانچہ وہ دہلی کے ایک نامور حکیم کے پاس پہنچا اور اور اس سے طلعت کی بیماری کی پوری تفصیل بیان کی ــــــ اس حکیم نے نہایت غور سے مریضہ کے تمام حالات سُنے اور مریضہ کی شفا کا پورا یقین دلایا۔ اس نے توقیر سے کہا کہ وہ آج رات کے دس بجے اس کے گھر آئے گا اور پھر اس وقت تک

مریضہ کے پاس موجود رہے گا جب تک کہ گیارہ نہ بج جائیں ــــــ

تمام دن توقیر کا انتہائی سخت اُلجھن میں بسر ہوا ــــــ آخر شام ہوئی اور شام کے بعد رات اور پھر رات کے دس بجے ــــــ ٹھیک اسی وقت حکیم بھی آ گیا اور ضروری دوائیوں کے بکس کے ساتھ مریضہ کے سرہانے بیٹھ گیا اس نے آتے ہی سب سے پہلے طلعت کو ایک دوا پلائی اور اس سے کہا کہ اس دوا کے اثر سے آج اس کو نہ تو بھوت نظر آئے گا اور نہ اس پر خوف کا کوئی دورہ پڑے گا، طلعت کو بھی حکیم کے بار بار یقین دلانے سے یہ اُمید ہو گئی کہ شائد آج وہ خبیث صورت اس کے سامنے نہ آئے. حکیم نے بھی طلعت کو باتوں میں مشغول رکھا اور یہ چاہا کہ تمام ڈراؤنے خیالات اس کے ذہن سے نکل جائیں ــــــ تھوڑی دیر کے بعد طلعت بے ہوش ہو گئی اور جب توقیر نے گھبرا کر حکیم سے اس بے ہوشی کا سبب پوچھا تو حکیم نے کہا ــــــ " مریضہ اعصابی کمزوری کا شکار ہے اور اس کے ذہن میں یہ خوف سما گیا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو ٹھیک گیارہ بجے بھوت اس کے پاس ضرور آئیگا چنانچہ میں نے اس کو ایک تیز قسم کی بے ہوشی کی دوا پلا دی ہے تاکہ گیارہ بجے وہ اپنے ہوش ہی میں نہ ہو اور اس طرح وہ بھوت کا تصور تک نہ کر سکے ــــــ یہ ایک تجربہ ہے اور مجھے پوری اُمید ہے کہ میں اس تجربہ میں ضرور کامیاب ہوں گا اسی اثنا میں ساڑھے دس بجے کا آدھا بجا اور دونوں مریضہ کی طرف تاکنے لگے، وقت تیزی سے گذرتا رہا، طلعت کا چہرہ بالکل پر سکون تھا، وہ سخت بے ہوشی میں مبتلا تھی اور دوا پوری شدت کے ساتھ اپنا اثر دکھا چکی تھی کہ اچانک گیارہ کا پہلا گھنٹہ بجا اور طلعت نے آنکھیں کھول دیں تیسرا گھنٹہ بجا اور طلعت نے انتہائی بے چینی کے ساتھ اِدھر

اُدھر دیکھنا شروع کر دیا، چوتھا گھنٹہ بجا اور طلعت چیخی ——" وہ دیکھو —— وہ آرہا ہے، میرے بالکل قریب، ارے مجھے بچاؤ —— ارے مجھے بچاؤ ——" گھنٹے اسی طرح بجتے رہے اور طلعت بھیانک طریقے پر چیختی رہی، آخر گیارہ کا آخری گھنٹہ بجا اور طلعت بے ہوش ہو کر گر گئی، اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی اور آنکھیں بند ہو گئیں ——

طبیب نے نبض پر ہاتھ رکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہا ——" مریضہ اس دنیا سے سدھار گئی ——"

توقیر چیخ مار کر اپنی بہن کے بے جان جسم سے چمٹ گیا —— روتے روتے اس نے نظر اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا تو وہی بھوت موجود تھا اور اپنی سُرخ انگارہ ایسی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ——

اب توقیر اس دنیا میں بالکل تنہا تھا —— طلعت بھوت کا شکار ہو گئی تھی —— اُف مرنے کے بعد طلعت کا خوب صورت چہرہ کتنا بھیانک ہو گیا تھا یہ توقیر دیکھ ہی نہ سکا —— اور اس نے طلعت کے منھ پر چادر ڈال دی۔

(۱۳)

طلعت کو چوں کہ بیلی بالکل ناپسند تھی اس لیے بہن کی خوشنودی کی خاطر توقیر بیلی کو میرٹھ میں اپنے ایک دوست کے مکان پر چھوڑ آیا تھا —— چنانچہ طلعت کے مرنے کے بعد اس نے سوچا کہ بیلی کو اب دہلی بلا لیا جائے تاکہ اس کا غم بھی غلط ہو سکے اور اس کے موجود رہنے کی وجہ سے بھوت بھی اسے نہ ستا سکے ——

اب اسے یہ بھی یاد آیا کہ دہلی سے چلتے وقت لیلیٰ نے اس سے کہا تھا ۔۔۔ " توقیر خواہ کچھ بھی ہو، بہن کی خاطر تم مجھے اپنے سے دور بھیج رہے ہو لیکن ایک نہ ایک دن وہ ضرور آئے گا جب تم دوبارہ مجھے میرٹھ سے دہلی بلانے کے لئے آؤ گے "

توقیر نے سوچا ۔۔۔ " لیلیٰ نے اس وقت کتنی سچی بات کہی تھی گویا قبائلی لڑکی کو جیسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ طلعت اب صرف چند دن کی مہمان ہے ۔۔۔ "

الغرض توقیر دہلی سے میرٹھ آیا اور اس نے لیلیٰ سے ملاقات کی اور اس کو دیکھتے ہی کہا ۔۔۔ " سچ بتلاؤ لیلیٰ تمھیں میری اس طویل جدائی کا کوئی رنج تو نہیں ہوا ۔۔۔ بخدا طلعت کے مرنے کے بعد تم اس طرح یاد آئیں جیسے تمہارے بغیر یہ دنیا بالکل بے کار ہے ۔۔۔ "

لیلیٰ :۔ " میں سچ کہتی ہوں میرے سرتاج کہ مجھے طلعت کی ناوقت موت کا بےحد صدمہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مجھے اس کا بھی افسوس ہے کہ تم نے میرے ساتھ بے رحمی کی اور بہن کی محبت میں میری محبت کی قطعی پرواہ نہ کی۔

توقیر :۔ " خیر ان گذری ہوئی باتوں سے کیا حاصل ۔۔۔ اب یہ بتاؤ کہ مجھ سے تمھاری پہلے کی سی محبت باقی بھی ہے یا میں تم سے بھی ہاتھ دھوؤں

لیلیٰ :۔ " تمھیں میری جان کی قسم ایسی بات کبھی منھ سے نہ نکالنا، سچ کہتی ہوں تمھاری عدم موجودگی میں یہاں مجھے تنہا اور بے بس پاکر نہ معلوم کتنے آدمیوں نے مجھ پر جال پھینکے لیکن میں تمھارے ہی نام کی مالا جپتی رہی حالانکہ میں چاہتی تو کسی دوسرے کے ساتھ یہاں باقاعدہ اپنی شادی کر سکتی تھی جب کہ یہ حقیقت ہے کہ میں تمھاری بیوی نہیں بلکہ داشتہ ہوں، اور یہ بات مجھے بے حد ناگوار ہے۔

توقیر:۔ (ذرا ناراض ہو کر) تو یہ کہو کہ یہاں بھی کوئی تم پر عاشق ہو گیا۔

لیلیٰ:۔ (بالکل بے پروائی کے ساتھ) عاشق کیا بلکہ ہزار جان سے عاشق ——

یہاں ایک مصوّر ہے جو دیکھنے میں تو بے حد بدصورت ہے لیکن مجھ پر اس بری طرح فریفتہ ہے کہ آج تک تم نے اس طرح اپنی فریفتگی کا مظاہرہ نہیں کیا —— سچ کہتی ہوں وہ میری خاطر اپنی بیاہتا بیوی تک کو طلاق دینے پر آمادہ تھا لیکن میں نے صرف تمھاری خاطر انکار کر دیا اور اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا

ابھی لیلیٰ اپنا جملہ ختم بھی نہ کرنے پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور ایک آدمی بلا اجازت مکان کے اندر گھس آیا —— توقیر نے دیکھا کہ آنے والا آدمی اس کا پرانا دوست حمید اللہ ہے —— حمید اللہ نے جو توقیر کو اس طرح لیلیٰ کے پہلو سے پہلو لگائے بیٹھے دیکھا تو جل کے راکھ ہو گیا اور بولا —— "اچھا تو یہ تم تھے جس کے انتظار میں لیلیٰ راتوں کو تارے گنا کرتی تھی —— یعنی ایک مرتبہ پھر تم میرے رقیب بن گئے —— خیر۔ مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں —— لیلیٰ تمھیں ہی مبارک رہے، میں تو بس اپنے وطن پر ہی فدا ہونا چاہتا ہوں اور وطن کی سرزمین کو ہی اپنا محبوب بنانا چاہتا ہوں ——

توقیر:۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"

حمید اللہ:۔ "مطلب بالکل صاف ہے، یعنی یہ کہ میں لیلیٰ کی محبت سے یہ سوچ کر کنارہ کش ہوتا ہوں کہ وہ تمہاری محبوبہ تھی اور تمھیں یہ دعوت دیتا ہوں کہ وطن کی آزادی کی تحریک میں تم بھی میرا ساتھ دو —— کیوں کہ اب ہم ہندوستانی فرنگی حکومت کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتے

توقیر:۔ "تو کیا انقلاب کی تیاریاں بالکل مکمل ہو چکیں؟"

حمید اللہ:۔ "ہاں ہم پوری طرح انقلاب کے لئے تیار ہو چکے ہیں، بس غلامی کے صرف چند روز باقی ہیں اور اس کے بعد ہم سب آزاد ہو جائیں گے ——"

توقیر نے سوچا کہ شائد ان انقلاب پسندوں کے ساتھ رہ کر اس کا غم غلط ہو جائے اور وہ بھوت بھی اس کا تعاقب چھوڑ دے اس لئے اس نے حمید اللہ سے وعدہ کر لیا کہ وہ اس بغاوت میں ہر ممکن طریقے سے باغیوں کا ساتھ دے گا لیلیٰ نے بھی توقیر کی اس رائے کو پسند کیا اور باہمی عہد و پیمان کے بعد توقیر لیلیٰ کو لے کر دہلی روانہ ہو گیا

حمید اللہ ان کو الوداع کہنے کے لئے شہر پناہ تک آیا اور اس نے توقیر کے کان میں چپکے سے کہا —— "شائد عنقریب ہی میرٹھ سے ہماری باغی فوجیں دہلی کی طرف کوچ کر دیں گی اس لئے تم دہلی میں ہی میری آمد کا انتظار کرنا ——"

توقیر حمید اللہ سے باہمی عہد و پیمان کے وقت یہ بالکل بھول گیا کہ حمید اللہ فطرتاً ایک نہایت ہی خراب آدمی ہے اور اپنے مقصد کے لئے بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ وہ یہ بھی بالکل بھول گیا کہ آج سے چند ماہ قبل قدسیہ باغ میں کمال اللہ نے اس کو نصیحت کی تھی کہ وہ حمید اللہ سے ہر وقت ہوشیار رہے اور کبھی اس کی دوستی پر اعتبار نہ کرے —— بدنصیب توقیر یہ بھی بالکل بھول گیا کہ کمال اللہ نے حمید اللہ کے ہاتھ سے جو خنجر چھین کر اس کو دیا تھا اور وقت ضرورت اس کو استعمال کرنے کی جو نصیحت کی تھی وہ بھی اس کے پاس محفوظ ہے —— اور استعمال کا منتظر ہے۔

(۴۲)

بالا گھاٹ سے روانہ ہو کر کمال الدولہ شہروں شہروں گھومتا ہوا بالآخر آگرہ پہنچ گیا، اب اس کے لئے آئندہ کے لئے سفر جاری رکھنا بالکل دشوار تھا کیوں کہ زمرد کے یہاں بچہ پیدا ہونے کے دن بہت قریب آ گئے تھے چنانچہ اس نے وہیں آگرہ میں ایک بڑا مکان کرایہ پر لے لیا

آج زمرد کی حالت بے حد خراب تھی، زچگی کا درد شروع ہو چکا تھا لیکن بچہ کسی طرح پیدا ہونے کا نام نہ لیتا تھا، کمال الدولہ کی پریشانی کی انتہا نہ تھی، شہر کا سب سے نامور حکیم اور آگرہ کی تمام مشہور دائیاں اس کے مکان میں موجود تھیں لیکن ہر ایک اپنی کوششوں میں ناکام ہو چکا تھا آخر کمال الدولہ نے گھبرا کر حکیم سے کہا "اگر آپ میری بیگم کی جان بچا لیں تو میں آپ کو زر و جواہر سے مالا مال کر دوں گا اور طبیب نے اپنا جواب دے کر کمال الدولہ کی آخری اُمیدیں بھی منقطع کر دیں اس نے کہا — "آپ کی عنایتوں کا شکریہ — لیکن مشکل یہ ہے کہ سونے چاندی کا ڈھیر حکم خداوندی اور موت کا مقابلہ نہیں کر سکتا — جہاں تک میری حکمت کا تعلق ہے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر آئندہ ایک گھنٹے کے اندر اندر مریضہ کی حالت میں کوئی خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو آپ کو ان کی جُدائی کا صدمہ برداشت کرنے کے لئے بالکل تیار رہنا چاہیئے"

کمال الدولہ نے طبیب کا یہ آخری فیصلہ سنا اور خاموش ہو گیا یہی کمال الدولہ تھا جس کی طاقتوں کا کوئی اندازہ نہ تھا، جو بڑے سے بڑے خطرات کا مردانہ وار

مقابلہ کرسکتا تھا، جس نے اپنی زندگی میں سینکڑوں دم توڑتے ہوئے مریضوں کو بچایا تھا جس نے اپنی روحانی طاقتوں کے بل پر اپنی موت اپنے اختیار میں کر لی تھی جسکے لئے زمین اور آسمان کی طویل مسافت بالکل معمولی کام تھی جو دنیا کا ہر راز جانتا تھا لیکن جسے زمرد کی تقدیر کا حال بالکل نہیں معلوم تھا اور جو اس وقت زمرد کے معاملات میں ایک بالکل عام آدمی بنا ہوا تھا —— زمرد کے بجائے کوئی اور ہوتا تو کمال الدولہ صرف اس کو دیکھ کر اسے مرض سے نجات دلا کر صحت یاب کر دیتا لیکن زمرد سے اسکے جسمانی تعلقات تھے اور فرقۂ کردگانہ کے اصول کے تحت زمرد کے لئے اسکے پاس کوئی علم نہ تھا، کوئی طاقت نہ تھی، کوئی حکمت نہ تھی —— وہ بالکل بے بس تھا۔ بالکل کمزور تھا، بالکل بے آسرا تھا —— اور اس کی ساری قوت، ساری طاقت ساری روحانیت بالکل بے معنی ہو کر رہ گئی تھی ——

لیکن ابھی زمرد کو بچانے کا ایک آخری راستہ موجود تھا —— یہ راستہ کیا تھا اور زمرد کو موت کے پنجہ سے کس طرح بچایا جاسکتا تھا یہ کمال الدولہ جانتا تھا چنانچہ وہ طبیب کے پاس سے اس طرح بھاگا جیسے کوئی سانپ کے سامنے سے بھاگتا ہے ہانپتا کانپتا وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں سوائے اس کے اور کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی —— کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اس کا دروازہ بند کیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا —— اور جیسے اس کے دل کے کسی گوشے سے یہ آوازیں آنے لگیں " موقعہ —— اب ان جڑی بوٹیوں کو مسل کر پھینک دو، ان روغنوں کی شیشیوں کو توڑ ڈالو، اب تم جو چاہتے ہو وہ تم نہیں کر پاتے، انھیں وہ نور نظر نہیں آتا، تمہاری طاقتیں تمہارے کام نہیں آتیں، تمہارا علم تاریکی کے

دھندلکے میں چھپتا چلا جارہا ہے ـــــ اب تو تمھارا رہبر اعظم یعنی ہمالیہ کی برفانی بلند چوٹیوں پر رہنے والا تمھارے فرقہ کا اسقفِ اعظم بھی تمھاری کوئی مدد نہیں کرتا ـــــ یاد کرو ایک وقت وہ تھا جب تمھارے ایک ادنیٰ اشارے پر دنیا کی ہر شے تمھارے لیئے مہیا کردی جاتی تھی۔ اور ایک یہ وقت ہے جب تم اپنی اس محبوبہ کے لیئے جو تمھاری زندگی کا نصب العین بن گئی ہے کچھ نہیں کرسکتے ـــــ بتاؤ تمھاری روحانی طاقت کیا ہوئی، تمھاری نوری روح کہاں سوگئی، تمھارا علم کہاں بھٹک گیا تمھارے ہمزاد کہاں کھو گئے ـــــ" اور سوچتے سوچتے کمال الدولہ نے سر پکڑ لیا ـــــ کافی دیر تک وہ اس پراسرار کمرے میں ٹہلتا رہا، ٹہلتے ٹہلتے وہ آخر ایک جگہ رکا اور اس نے ایک چرمی تھیلے سے ایک آئینہ نکال کر اس میں گھورنا شروع کیا ـــــ

کافی دیر تک کمال الدولہ اس آئینہ میں گھورتا رہا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا ـــــ آخر کمرے میں ایک روشنی سی نمودار ہوئی ـــــ ایسی روشنی جس کی نہ کوئی شکل تھی نہ صورت، بس روشنی کا ایک ہیولیٰ تھا جو آئینہ سے تھوڑے فاصلہ پر نظر آتا تھا ـــــ رفتہ رفتہ اس روشنی نے ایک وجود اختیار کرلیا ـــــ ایک ایسا خوفناک وجود جس میں آواز نہ تھی صرف حرکت تھی، دھیرے دھیرے اس وجود نے رینگنا شروع کیا اور رینگتے رینگتے کمال الدولہ کے نزدیک پہنچ گیا ـــــ یہ وجود از سرتاپا ایک سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا بالکل اس طرح جیسے کسی نے اسے سیاہ کفن میں لپیٹ دیا ہو ـــــ اس کفن پوش وجود میں صرف دو ڈراؤنی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں ـــــ اب کمال الدولہ نے بھی آئینہ سے اپنی آنکھیں ہٹائیں

ادھر آئینہ سے اس کی نگاہیں ہٹیں ادھر اس خوفناک وجود نے پھر خاموشی توڑی ــــــ

خوفناک وجود :- کہو اے ازبکی[1] نوجوان ــــ ہزاروں سال پرانی عمر کے باوجود میرے خیال میں تم ابھی بچے ہی ہو، جب تم اپنی ماں کی گود میں تھے جب بھی بچہ تھے۔ جب تم شعوری احساسات سے ناآشنا تھے جب بھی بچہ تھے جب تم ایک دن اہرام مصر کی انتہائی بلندیوں پر کھڑے ہو کر آئینۂ لاہوتی کی مدد سے ساری دُنیا کو دیکھ رہے تھے جب بھی بچہ ہی تھے ــــ اور جب تم نے ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں پر پہنچ کر نورانی فوّارہ سے غسل کر کے موت کو اپنے قابو میں کر لیا تھا جب بھی تم بچہ ہی تھے ــــــ اور تمھارے اس بچپن کا ثبوت یہ ہے کہ ان تمام طاقتوں کے باوجود جو تم کو حاصل ہیں تمھیں موت سے ڈرنا پڑا ــــ یعنی ایک دائرہ تھا جس میں تم گھوم رہے تھے اور جہاں سے تم نے ابتدا کی تھی ہزاروں سال گذرنے کے باوجود تم مجھے وہیں دکھائی دے رہے ہو ــــ ؟ موقف تطہیری آج تم نے صدیوں کے بعد مجھے چاہ عظیرت سے آزاد کیا ہے اور اپنے حضور میں طلب کیا ہے۔ لو بتاؤ تمھیں مجھ سے کیا کام ہے۔ اپنی اور تمھاری لامتناہی دشمنی کے باوجود میں تمھارا ایک کام خواہ وہ کچھ بھی کیوں نہ ہو ضرور کر دوں گا ــــــ

کمال الدولہ :- حیرت ہے کہ میرے سامنے ہونے کے باوجود تیرے چہرے پر خوف کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں، سمارع ــــ میں نے تجھے صدیوں چاہ عظیرت میں قید رکھا لیکن تو بالکل نہ بدلا ــــ تو نے اپنی شیطانی حرکت سے ہزاروں انسانوں کو ان کی زندگیوں سے محروم کیا ــــ تیری موجودگی انسان کے حق میں ایک زہر آلود

---

[1] ازبکستان کے رہنے والوں کو ازبکی کہا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس علاقہ کا کلچر بہت پرانا ہے۔

چشمہ سے کم نہیں ـــــ تو مجسم بدی ہے، تیرے وجود کی قربت سے انسان خواب میں بھی ڈراؤنی چیزیں دیکھنے لگتا ہے تو معصوم انسانوں کو جرائم کی طرف مائل کرتا رہتا ہے لیکن میں نے اس دنیا کو تیرے وجود سے پاک کرنے کے لیئے تجھے اپنا غلام بنایا یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تجھے آج چاہِ عظیرت سے آزاد کیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ یہ نہ سمجھنا کہ میری غلامی سے تو آزاد ہو گیا ـــــ یاد رکھ تو پہلے بھی میرا غلام تھا اور آزادی کے باوجود ہمیشہ میرا غلام رہے گا ـــــ

سمارع :- (ہاتھ جوڑ کر) بے شک حسبِ وعدہ میں تمہارا غلام ہوں ـــــ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے۔ جب تم نے مجھے میری لامحدود قوتوں کے باوجود مجھے شکست دی تھی اور اپنا غلام بنا لیا تھا ـــــ بے شک میں غلام ہوں اور غلاموں ہی کی طرح تمہاری خدمت کے لئے ہمیشہ حاضر رہوں گا (طنزیہ لہجے میں) ہاں اے موقف تطہیری میں دست بستہ حاضر ہوں بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کروں ـــــ مگر ہاں... یہ تمہارے محل میں کسی عورت کے رونے کی آواز بلند ہو رہی ہے ـــــ؟ یہ تمہاری محبوبہ تو نہیں جس نے بالکل غیر ارادی طور پر تمہیں دیوانہ بنا رکھا ہے، موقف تطہیری میں اپنے جدِ امجد فراعنہ مصر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے تمہارے محل میں موت داخل ہوتے دکھائی دے رہی ہے ـــــ تم اپنے اسقفِ اعظم کو کیوں نہیں بلاتے ـــــ؟ اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ ہمالیہ کی برفانی چوٹیاں چھوڑ کر ذرا تھوڑی دیر کے لئے تمہارے پاس چلا آئے ـــــ لیکن ٹھیک ہے وہ تو وہیں آسکتا ہے جہاں جذبات مٹ چکے ہوں، احساسات فنا ہو چکے ہوں اور انسانی نفس کا قتل ہو چکا ہو۔ یہ تو میں ہوں جو ہر حالت میں تمہاری مدد کو تیار رہتا ہوں ـــــ اور اگر

تم حکم دو گے تو اس وقت بھی اپنی پوری قوتوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا،

اسی اثناء میں زمرد کے چیخنے اور رونے کی درد بھری آواز اور بھی زیادہ بلند ہوگئی ــــ کمال الدولہ تڑپ گیا، بے چین ہوگیا اور اسی حالت اضطراب میں زور سے بولا ــــ "افسوس زمرد، میں فوق البشر ہونے کے باوجود تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا، کردگانہ کے اصولوں نے تمہارے لئے مجھے ایک بالکل عام آدمی بنا رکھا ہے، تمہاری محبت اور قربت نے تمہارے کام آنے والی تمام طاقتیں مجھ سے چھین لی ہیں ــــ" ابھی کمال الدولہ کے منھ سے پورا جملہ بھی مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ سمارع کے وجود سے اچانک آواز آئی ــــ "مونتف اتنی مایوسی تو میں نے تم پر کبھی طاری ہوتے نہیں دیکھی ــــ یہ ٹھیک ہے کہ زمرد کے حق میں تمہاری تمام طاقتیں سلب ہوچکی ہیں اور تم اس کے کام نہیں آسکتے، لیکن میں تو موجود ہوں ــــ تمہارا حریفِ قدیم، تمہارا دشمن ازلی اور تمہارا غلام حقیر سمارع جو صدیوں تمہاری قید میں رہا ہے۔ میں تم میں ایسی طاقت پیدا کرسکتا ہوں کہ تم زمرد کی جان بچاسکو ــــ میں تمہارے ہاتھوں میں زمرد کی شفاء اور مکمل صحتیابی منتقل کرسکتا ہوں میں ابھی اسی وقت، تمہاری زمرد کو ــــ"

کمال الدولہ:۔ (بات کاٹ کر) کیا تم زچہ اور بچہ دونوں کی شفاء کے ضامن بن سکتے ہو ــــ؟

سمارع:۔ ہاں دونوں کا ضامن ــــ لیکن ایک شرط پر ــــ اور غالباً تمہیں وہ شرط یاد ہوگی، چاہ عظیرت کے قریب جب میری اور تمہاری جنگ ہوئی تھی تو ہم دونوں نے ایک شرط لگائی تھی لیکن افسوس اس وقت میری ہار ہوگئی اور اس طرح

وہ شرط اُدھوری رہ گئی ـــــ اب تم ہار رہے ہو بتاؤ وہی شرط منظور کرو گے ـــ

سمارع کا یہ جملہ سنتے ہی کمال الدولہ سر سے پیر تک کانپ گیا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمکنے لگیں، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ افسوس کیا زمرد کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا پڑے گا، کیا اپنے اصولوں کی خاطر وہ زمرد کی ہی نہیں اپنے ہونے والے بچے کی موت گوارا کرلے گا ـــ اپنے بچے کے لئے کیا اس کا خواب اُدھورا رہ جائے گا ـــــ اور یہی سب سوچتے سوچتے کمال الدولہ کی آنکھوں میں غم کے آنسو اُبھر آئے ـــــ سمارع کی شرط ـــــ ہزاروں سال پُرانی شرط ـــــ کیا وہ جیتنے کے بعد ہار جائے گا ـــــ ابھی کمال الدولہ کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ سمارع نے پھر کہا ـــــ "زیادہ سوچ کر وقت کو برباد نہ کرو ـــــ بوقت ـــــ تمہاری زمرد روشنی سے تاریکی کی طرف روانہ ہونے ہی والی ہے ـــــ" اور جیسے سمارع کے اس تیکھے جملے نے کمال الدولہ کے جسم میں بجلی دوڑا دی ـــــ بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ چیخ اُٹھا ـــــ "ہاں سمارع مجھے تیری شرط منظور ہے تو زچہ اور بچہ دونوں کو بچا لے ـــــ"

کمال الدولہ کے منہ سے یہ جملہ نکلتے ہی کمرے میں ایک فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا، اور سمارع کا تاریک وجود وہاں سے اس طرح غائب ہوگیا جیسے چند لمحہ قبل وہ وہاں تھا ہی نہیں ـــــ لیکن کمال الدولہ بدستور اپنی جگہ بیٹھا رہا ـــــ

اپنے کمرے میں زمرد دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ طبیب اس کو جواب دے چکے تھے دائی کی تمام کوششیں بیکار ہو چکی تھیں، اس کی ہر آہ کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی روح اسی آہ کے ساتھ کھنچی چلی آرہی ہے ـــــ اور ادھر اس کمرے

میں کمال الدولہ بالکل خاموش بیٹھا تھا، اس کے دل کی دھڑکن سست ہو گئی تھی بالکل اس بزدل کی طرح جو میدان جنگ میں تو ہو لیکن موت سے ڈر رہا ہو۔ اچانک زمرد اپنے کمرے میں بھیانک طریقے پر چیخی اور کمال الدولہ تڑپ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا——۔

اب زمرد بالکل بیہوش ہو چکی تھی، لیکن اس کے تنفس کی رفتار معمول پر آ گئی تھی، ہذیان میں بھی کمی تھی —— اور بظاہر زمرد کے چہرے پر تکلیف کے کوئی آثار نہ تھے، وہ ایک بڑا حسین خواب دیکھ رہی تھی —— خواب ہی خواب میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکایک وہ کمال الدولہ کے پاس پہنچ گئی ہے، اس کا سر کمال الدولہ کے سینے پر ہے، اور اس کا درد ختم ہوتا جا رہا ہے، تکلیفیں ختم ہوتی جا رہی ہیں بخار ہلکا ہوتا جا رہا ہے اور جس بوجھ تلے وہ دبی جا رہی تھی وہ اترتا جا رہا ہے —— اس وقت رات تھی اور وہ بھی بالکل سیاہ رات لیکن زمرد کو جیسے آفتاب کی روشنی دکھائی دے رہی تھی —— اور جیسے کائنات کا ذرہ ذرہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا —— "زمرد —— ہم نے تجھے بچا لیا —— ہم نے تجھے بچا لیا —— تو ہمارے لئے ابھی کچھ دن اور زندہ رہے گی ——

زمرد کے کمرے کے باہر شہر کے نامور طبیب جمع تھے سب کے سب زمرد کی موت کا فتویٰ صادر کر چکے تھے کیوں کہ ان کے خیال میں اب زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی لیکن جب دائی نے باہر آ کر ان کو زمرد کی نئی زندگی اور ایک تن درست بچے کی پیدائش کی خبر دی تو وہ حیرت میں رہ گئے —— کمال الدولہ بھی اپنے خصوصی کمرہ سے باہر نکل کر آنگن میں ٹہل رہے تھے —— دائی نے

ان کو بھی پیدائش کی خبر سنائی ـــــ اور جب تھوڑی دیر کے بعد نومولود کو باپ کی گود میں ڈالا گیا تو کمال الدولہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی گنگا جمنا بہہ نکلی اور بچہ کے چہرے پر محبت بھرے موتیوں کی بارش ہونے لگی ـــــ

زمرد کو اپنی بیماری اور زچگی کی دشواریوں سے اس قدر جلد افاقہ ہوا کہ طبیب حیران رہ گئے ـــــ ننھا نومولود بھی اس طرح بڑھا کہ جیسے وہ خود اس دنیا میں آنے کے لئے بیتاب تھا ـــــ اور کمال الدولہ کی تمام سرگرمیاں تو بس اسی نومولود پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھیں ـــــ بچہ کو دیکھنے اور اس کو بہلانے کے علاوہ وہ کوئی دوسرا کام ہی نہ کرتے تھے ـــــ بچہ کی پیدائش نے کمال الدولہ اور زمرد کی روحوں کو اس طرح ملا دیا تھا جیسے تاگے کے دونوں سرے گرہ لگا کر جوڑ دئے جائیں۔

کمال الدولہ کے بچے کی خوب صورتی کی انتہا نہ تھی ـــــ لیکن دائی کو حیرت تھی کہ یہ بچہ دنیا کے دوسرے بچوں کی طرح دنیا کی روشنی دیکھ کر رونے کے بجائے اس طرح مسکرا دیا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے روشنی کا عادی تھا، پیدا ہونے کے بعد سے ابتک وہ ایک مرتبہ بھی نہیں رویا تھا بلکہ اس کے بالکل برعکس وہ ہر وقت مسکراتا رہتا تھا، ہر وقت خوش رہتا تھا حد یہ کہ جب وہ سوتا تھا جب بھی یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھرپور زندگی کا لطف اٹھا رہا ہے۔

اس بچہ کے عادات و اطوار عام بچوں سے بالکل برعکس تھے، پیدا ہوتے ہی وہ اپنے ماں باپ کو پہچاننے لگا تھا ـــــ کمال الدولہ اس کی طرف جھکتے تو وہ اپنی ننھی ننھی باہیں پھیلا دیتا اور کسی نوشگفتہ پھول کی طرح مسکرانے لگتا ـــــ

کمال الدولہ بھی ہر وقت اسی کے پاس رہتے، حد یہ کہ رات کی تاریکی میں جب ساری دنیا محوِ خواب ہوتی وہ اسی کے جھولے کے پاس بیٹھے رہتے، زمرد نے اکثر رات کو نیم بیداری کے عالم میں سنا کہ کمال الدولہ کچھ منھ ہی منھ میں پڑھ رہے ہیں اور بچہ پر پھونک رہے ہیں، لیکن زمرد کمال الدولہ کے الفاظ کچھ بھی نہ سمجھ پاتی کیوں کہ جو الفاظ ان کے منھ سے نکلتے تھے وہ کسی قدیم اور نامعلوم زبان کے معلوم ہوتے تھے ——— اور اسی لئے وہ ان الفاظ کو سن کر دل ہی دل میں ڈر جاتی، مشرقی تہذیب کے توہمات اس پر غالب آجاتے اور وہ سہم کر رہ جاتی ——— وہ سوچتی کہ کمال الدولہ اس کے بچے پر کون سا عمل پڑھ رہا ہے، کون سا جادو کر رہا ہے، آخر زمرد بھی تو ایک ماں ہی تھی ——— بچہ کی غیر فطری عادتیں، اس کا بات بات پر مسکرانا، کبھی نہ رونا، خلاف معمول قد و قامت کا بڑھنا اور پھر کمال الدولہ کا یہ عمل ——— زمرد یہ سب کچھ دیکھ کر ڈر گئی ——— لیکن کمال الدولہ ان سب باتوں سے بالکل بے نیاز ہو چکا تھا، وہ نہ معلوم کس کام میں مصروف رہتا ——— اس کو زمرد کے اس نئے ڈر کا احساس ضرور تھا لیکن وہ بالکل خاموش تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ ایک ڈراؤنا وجود بن بلایا مہمان جو اس کے علاوہ کسی کو نہیں دکھائی دیتا تھا ہر وقت اس کے مکان میں موجود رہتا ہے اور اکثر اوقات اس کے بچے کے جھولے کے قریب اپنی خوفناک آنکھوں سے بچے کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھا رہتا ہے۔

(۴۳)

کمال الدولہ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی تھی، وہ ایکٹ

بچے کا باپ بن گیا تھا یعنی وہ بے مقصد زندگی جو چار ہزار سال پرانی ہو چکی تھی اپنا ایک نصب العین حاصل کر چکی تھی ——— پہلے اسے زمرد ملی اور اس کے بعد زمرد کے توسط سے ایک خوب صورت بچہ ——— چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خوش ہوتا مسرور رہتا، اور ہر وقت مسکراتا رہتا ——— لیکن ان خوشیوں نے جیسے اس کی زندگی کا سکون چھین لیا تھا، اس کے چہرے کی شادابی اور اس کے لبوں کی مسکراہٹ چھین لی تھی، وہ ہر وقت بے چین رہتا، ہر وقت پریشان رہتا اور جیسے ہر وقت کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرتا رہتا ——— اسی اثناء میں اس نے اپنے دوست سقیف کو جو کرد گانہ فرقہ کے اصولوں کے تحت اس کا سب سے بڑا دوست تھا ایک خط لکھا ———

سقیف ——— !

میری زندگی خود میرے لئے ایک پریشان کن مسئلہ بن گئی ہے، میں حیران ہوں کہ میں نے اپنے پیروں میں یہ زنجیریں کیسے ڈال لیں ——— اور پھر اب ان کو برداشت کرنے کی قوت کیوں منتشر کئے دے رہا ہوں، میں مانتا ہوں کہ میں نے اپنی جسمانی اور روحانی زندگی دوسروں کے ساتھ منسلک کر کے خود ہی اپنی آدھی سے زیادہ قوتوں کو جواب دے دیا ہے اور اب کسی قیمت پر مجھے میری یہ طاقتیں واپس نہیں مل سکتیں لیکن سقیف میں نے اپنے لئے جو نئے دشمن پیدا کئے ہیں میں ان کا مقابلہ کیسے کروں ——— ؟ خدا کی قسم مجھے تو اب ہر وقت یہ محسوس ہوتا رہتا ہے جیسے زندگی کا چراغ گل ہونے والا ہے۔

سقیف ——— شائد تمھیں نہیں معلوم کہ آج کل میں صرف ایک اُمید کے

بہار سے جی رہا ہوں، میں اپنے نومولود بچے پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہوں ___ میں اس کی روح سے جو انتہائی معصوم ہے باتیں کرتا رہتا ہوں، میں اس کو روحانی شربت پلاتا رہتا ہوں تاکہ جب اسے ہوش آئے اور وہ سنِ شعور کو پہنچے تو اسے یہ معلوم ہو جائے کہ جو چیزیں نے ہزاروں سال کی جد و جہد کے بعد حاصل کی تھی وہ اسے خود بخود بلا کسی جد و جہد کے حاصل ہو گئی ___ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا میرا دشمن ازلی سمارع مجھے میری کوششوں میں ناکام تو نہ کر دے گا ___؟

سفیعت ___ تمہاری تمام قوتیں باقی ہیں اور تم نے میرے بالکل برعکس اپنا کچھ بھی نہیں کھویا ہے اس لئے ذرا اس طرف دیکھو جدھر دیکھنے سے اب مجھے کچھ نظر نہیں آتا ___ اور پھر مجھے کوئی صائب مشورہ دو کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں اور کونسا اقدام کروں جس کے نتیجے میں میرا بچہ سمارع کے چنگل سے نجات پا سکے، زمرّد اور اس کے بچے کو میں نے موت سے بچا لیا لیکن میں نے اس کی بہت بھاری قیمت ادا کی ہے، لیکن اب سوال یہ ہے کہ اب سمارع کی خبیث روح کی گمراہیوں سے بچنے کے لئے میں کونسا راستہ اختیار کروں؟ سفیعت ___ فرشتہ کردگانہ کے آخری رفیق ___ مجھے میرے سوال کا جواب ضرور دو کیونکہ میری تو یہ کیفیت ہے کہ جو تاریکی مجھے اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے اس میں مجھے صرف اپنے معصوم بچے کی چمکتی ہوئی آنکھیں تو ضرور دکھائی دیتی ہیں لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا ___ آج کل مجھے صرف اپنے دھڑکتے ہوئے دل کی آواز سنائی دیتی ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی سنائی نہیں دیتا ___ محبت

اور پھر جذبۂ محبت کی تکمیل نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا لیکن تم تو ہمیشہ محبت سے دور رہا گئے ہو، تم نے تو محبت سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رکھا ہے اس لئے مجھے پورا یقین ہے کہ تم مجھے کوئی قابلِ عمل اسکیم بتا سکتے ہو مجھے سمجھا سکتے ہو اور مجھے میری موجودہ پریشانیوں سے نجات دلا سکتے ہو ـــــ اس لئے سقیف فوراً لکھو کہ میں کیا کروں اور کس طرح موجودہ مسائل کو حل کروں ـــــ

تمہارا

موقعت تطہیری

کمال الدولہ کو اپنے اس خط کا جواب ملنے میں کچھ بھی دیر نہ لگی ـــــ کیوں کہ دوسرے دن جب وہ سو کر اٹھا تو اس کے تکیہ کے نیچے سقیف کا جواب رکھا ہوا تھا، کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے خط کھولا اس میں لکھا تھا ـــــ

کشتۂ محبت موقعت تطہیری ـــــ میں تم سے سینکڑوں کیا ہزاروں میل دور ہوں لیکن پھر بھی میں دیکھ رہا ہوں کہ رنج و غم، مصیبت و الم ـــــ خون اور موت کے دسترخوان تمہارے سامنے بچھے ہوئے ہیں اور مجھے حد درجہ افسوس ہے کہ تم نے ایک امید موہوم کی خاطر اسقفِ اعظم کو چھوڑ کر سمارع کی خبیث روح سے مدد مانگی، تم نے نور کو ٹھوکر مار کر نار کے حوض میں بلا کچھ سوچے سمجھے چھلانگ لگادی، تم نے عطر کے مقابلہ میں غلاظت اپنے جسم پر مل لی۔ اپنی عظیم الشان روحانی سلطنت کے تخت و تاج کو ٹھکرا کر خود کو دنیاوی رنج و آلام میں پھنسا لیا۔ اور ایک خبیث روح کے جال میں پھنس گئے ـــــ تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ سمارع کی شرط کیا تھی لیکن تم نے محض اپنے جذبہ کی تسکین کے لئے اس کی شرط مان لی ـــــ

میں جانتا ہوں کہ آج کل تم ہر وقت ڈرتے رہتے ہو ——— اور تم یہ بالکل بھول گئے ہو کہ جو ڈرتا ہے وہ بلند پروازی نہیں کر سکتا ——— خدا معلوم تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے ——— کیا تم اپنے فرقہ کا یہ ابتدائی سبق بالکل ہی بھول گئے کہ جہاں کسی نے کسی سے محبت کی خوف اس کو اپنا غلام بنا لیتا ہے؟ کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ جس طاقت پر تم کو ناز تھا وہ تم سے بالکل رخصت ہو چکی ہے؟ پہلے تم آقا تھے اور اب غلام ہو ——— پہلے سمارع تمہارے ہاتھ کا کھلونا تھا لیکن اب تم اس کے ہاتھ کا کھلونا ہو ——— پہلے تم فاتح تھے اور اب مفتوح ہو،

موقف ——— تمہارے سامنے اب بھی جو راستہ کھلا ہوا ہے تم اس پر کسی قیمت پر گامزن نہیں ہو گے ——— تمہارے لئے یہ بالکل آسان ہے کہ تم اب بھی زمرد سے بالکل قطع تعلق کر لو اور اپنے بچے کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے موت کی نیند سلا دو تاکہ سمارع کو اس کی غذا ال جائے اور وہ تم سے شرط پوری نہ کروا سکے ——— لیکن میں جانتا ہوں تم اس نیک کام کے لئے کبھی تیار نہ ہو گے اور تمہارا افسانہ یونہی ختم ہو جائے گا ——— موقف ——— تم نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے اس لئے میں تمھیں مشورہ تو یہی دیتا جو میں نے اوپر لکھا ہے لیکن چوں کہ تم اس پر کسی حال میں عمل نہیں کر سکو گے اس لئے میں تم کو دوسرا مشورہ دیتا ہوں ——— اگر تم میں اب بھی کچھ عقل باقی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے تو تم اپنے گلے سے محبت کا ہار اُتار کر یہاں میرے پاس چلے آؤ ——— تمہاری اپنی آنکھیں بیکار ہو گئی ہیں تو میں تمھیں اپنی آنکھیں دے دوں گا تاکہ تم ان سے دنیا کو دیکھ سکو، اگر تمہاری اپنی طاقتیں مفلوج ہو گئی ہیں تو میری طاقتوں کو استعمال کرنا تاکہ تم

اس خطرناک خبیث روح سے مقابلہ کر سکو جو تم کو اپنے پنجے میں لے چکی ہے اور تمہاری ہر حرکت کو اپنا غلام بناتی چلی جا رہی ہے۔

اس لئے میرے دوست میں تمہیں فرقۂ کر دگانہ کے مقدس اصولوں کی قسم دے کر لکھ رہا ہوں کہ تم اس خط کو دیکھتے ہی خواہ چند دن کے لئے سہی لیکن میرے پاس چلے ضرور آؤ اور تم پرواہ نہ کرو کہ تمہاری عارضی عدم موجودگی میں زمرد کے دل پر کیا گذرے گی، سچ کہتا ہوں اب بھی تمہارا کچھ نہیں بگڑا ہے، اب بھی تمہاری قوتیں واپس ہو سکتی ہیں، اب بھی تمہارا کھویا ہوا سکون تمہیں واپس مل سکتا ہے لیکن اسی صورت میں کہ تم چند دن کے لئے یہاں کی تنہائیوں میں میرے پاس چلے آؤ ——

میں بہت بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا

تمہارا

سقیفت

خط ختم کرنے کے بعد کمال الدولہ کافی دیر تک کچھ سوچتا رہا —— سوچتے سوچتے آخر اس نے ایک آہنی فیصلہ کیا اور زمرد کے کمرے میں جا کر اس کو یہ اطلاع دے دی کہ وہ چند روز کے لئے آگرہ سے باہر جا رہا ہے ——

یہ پہلا موقع تھا کہ زمرد کو کمال الدولہ نے جدائی کی اطلاع دی، یہ پہلی جدائی تھی جو زمرد کو برداشت کرنا پڑی، چنانچہ کمال الدولہ کے جانے کے بعد زمرد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس نے لاکھ اپنے دل کو ڈھارس دی کہ یہ جدائی محض چند روزہ ہے اور اس کے بعد کمال الدولہ واپس آہی جائیں گے لیکن جیسے اسکے

بے چین دل کو کسی طرح چین نہ آیا ——— وہ جدائی کے اس درد میں تڑپتی رہی اور رہ رہ کر یہ خیال اس کے دل کو ستاتا رہا کہ خدا معلوم کمال الدولہ کو وہ کون ضروری کام تھا جو وہ بلا کسی پروگرام کے اور بلا کسی تیاری کے بالکل اچانک آگرہ کے باہر چلے گئے

رفتہ رفتہ زمرّد کے دل کو سکون ہوا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ اس کے بچے نے اس کا دل بہلایا، اور اپنی معصوم مسکراہٹوں سے اس کا غم دُور کرتا رہا معصوم بچہ اپنی ماں کی روح کو تازہ کرتا رہا۔ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا رہا، اور اپنی روشنی سے اس کے دل کی تاریکیوں کو دُور کرتا رہا، وہ اپنے بچے میں اُلجھی رہی، ڈوبی رہی، کھوئی رہی اور اس کی آنکھوں سے اوجھل دور بہت دور کمال الدولہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی آزمائش سے گذرتا رہا ———

کاش زمرّد کو معلوم ہو جاتا کہ اس کی کتاب زندگی کا سب سے اہم ورق ایک نامعلوم انگلی نے اُلٹ دیا ہے اور اس کی زندگی کا ایک بالکل نیا دَور شروع ہو گیا ہے، ایک ایسا دَور جس کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتی تھی۔

(۴۴)

آگرہ میں تاج محل سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر جمنا کے کنارے دو آدمی کھڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں اور اس خیال میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ چربی والے کارتوسوں کے مسئلہ پر سارے ملک میں بغاوت کی آگ بھڑکائی جا سکتی ہے اور اُن کی آن میں کمپنی کی حکومت کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے ——— ان میں سے ایک کا نام دلاور سنگھ ہے اور دوسرے کا نام سکندر خاں،

دلاور سنگھ:۔ مجھے دہلی سے توقیر علی خاں نے اطلاع دی ہے کہ دہلی میں تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور صرف میرٹھ سے باغی فوجوں کے کوچ کا انتظار کیا جا رہا ہے توقیر علی خاں نے لکھا ہے کہ جیسے ہی باغی فوجوں کا توپ خانہ لال قلعہ کے پاس پہنچکر بہادر شاہ کو سلامی دے گا پورا دہلی باغیوں کے استقبال کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئیگا یہی نہیں بلکہ توقیر علی خاں نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ ۱۹ ر مارچ کو آگرہ میں جمنا کے کنارے مجھ سے ملاقات کریں گے اور آج نہ صرف ۱۹ ر تاریخ ہے بلکہ یہی وہ جگہ ہے جہاں انھوں نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔

سکندر خاں:۔ کاش دہلی کا قاصد جلد آجائے، خدا کی قسم اب تو ایک منٹ کے لئے بھی فرنگیوں کی موجودگی برداشت نہیں ہوتی،

دلاور سنگھ:۔ مت گھبراؤ دوست۔ ہماری بغاوت جلد ہی ان کی قسمتوں کا فیصلہ کر دے گی۔ کیوں کہ فرنگی حکومت کو سب سے زیادہ بھروسہ ہندوستانی فوج پر ہے اور اس مرتبہ ہندوستانی فوج ہی ان کا تختہ اُلٹنے والی ہے ـــــ

ابھی دلاور سنگھ کا یہ جملہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دُور سے ایک شخص آتا دکھائی دیا ـــــ دونوں ہوشیار ہو گئے قریب آنے پر اس شخص نے جیب سے ایک چپاتی[1] نکال کر دونوں کو مطمئن کیا اور پھر بولا ـــــ "غالباً آپ دونوں حضرات میرا ہی انتظار کر رہے ہیں ـــــ میرا نام توقیر علی خاں ہے اور شائد آپ دونوں کا نام دلاور سنگھ اور سکندر خاں ہے ـــــ"

دلاور سنگھ:۔ آپ کا فرمانا بالکل درست ہے، واقعی ہم دونوں آپ ہی کا انتظار

---

[1] ۱۸۵۷ء کے غدر میں باغی قاصد ایک دوسرے کو چپاتی دکھا کر دوست دشمن کی تصدیق کر لیا کرتے تھے۔

دیکھ رہے تھے "

توقیر علی خاں :۔ " میرے خیال میں یہاں کسی قسم کی گفتگو مناسب نہ ہوگی، ایسا نہ ہو کوئی ہم لوگوں کو دیکھ لے اور شبہ کرلے "

سکندر خاں :۔ بے شک! یہاں گفتگو کرنا خطرے سے خالی نہیں

توقیر علی خاں :۔ تو پھر کہاں گفتگو کی جا سکتی ہے

دلاور سنگھ :۔ " میرے خیال میں آپ مجھ سے تاج گنج میں شام سے پہلے ملاقات کرلیجئے "۔

توقیر علی خاں :۔ " تاج گنج میں کس جگہ ؟

دلاور سنگھ :۔ "تاج گنج میں ایک بڑی حویلی ہے جس میں دہلی کا کوئی رئیس کمال الدولہ مقیم ہے آج کل وہ رئیس کہیں باہر گیا ہوا ہے اس لئے وہی جگہ مناسب ہے بس آپ اسی حویلی کے پیچھے والے میدان میں آجائیے، ہم دونوں وہیں آپ کا انتظار کریں گے، اس جگہ کا کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے گا کیوں کہ حویلی میں آج کل کمال الدولہ کی بیگم اور دو ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا ———

دلاور سنگھ کے منھ سے کمال الدولہ کا نام سنتے ہی توقیر علی خاں کا چہرہ زرد ہوگیا، وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کمال الدولہ آگرہ میں ہوگا چنانچہ وعدہ وعید کے بعد وہ فوراً وہاں سے رخصت ہوگیا اور تمام راستہ یہ سوچتا رہا کہ جب کمال الدولہ آگرہ سے باہر گیا ہوا ہے تو زمرد سے ملاقات کی جاسکتی ہے اور ضرور کی جاسکتی ہے سرائے تک پہنچتے پہنچتے وہ زمرد سے ملاقات کرنے کا آہنی فیصلہ کرچکا تھا، محبت کی دبی ہوئی چنگاریاں دوبارہ بھڑک اٹھی تھیں وہ چاہتا تھا کہ زمرد سے ملاقات کرکے

اس کو فرشتہ کردگانہ کے بھیانک اصولوں سے آگاہ کر دے اور اسے بتا دے کہ جس شخص کو وہ فرشتہ سمجھ رہی ہے وہ اپنے اصولوں کے اعتبار سے ایک بھوت سے کم نہیں۔

تلمحۂ ماہیات میں اس پر جو کچھ گزری تھی وہ اسے یاد تھا اور وہ ہر حال میں یہ چاہتا تھا کہ زمرد کو بھی اس کی تفصیل بتا کر کمال الدولہ سے بدظن کر دے کیا عجب ہے کہ اس طرح زمرد کے دل میں کمال الدولہ کی طرف سے نہ صرف خوف بلکہ نفرت بھی پیدا ہو جائے اور اس طرح اس کو اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کا موقع مل سکے ـــــ چنانچہ سویرا ہوتے ہی وہ تاج گنج کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ دلاور سنگھ اور سکندر خاں سے ملاقات کرنے سے قبل زمرد سے ملاقات کرے ـــــ

آج وہ بُری طرح پچھتا رہا تھا کہ اس نے زمرد کو چھوڑ کر کتنی بڑی غلطی کی وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ابتدا ہی میں زمرد سے شادی کر کے کمال الدولہ کی بات مان لیتا تو اس کو موجودہ پریشانیاں کیوں برداشت کرنا پڑتیں اور سقیت کے ہاتھوں وہ خبیث روح کا شکار کیوں بنتا ـــــ الغرض توقیر نہ معلوم کیا کیا سوچتا رہا اور نہ معلوم کیا کیا خیالی پلاؤ پکاتا رہا کہ تاج گنج آ گیا اور پھر وہ حویلی بھی آ گئی جو کمال الدولہ نے عارضی طور پر کرایہ پر لے رکھی تھی اور جہاں آج کل زمرد کمال الدولہ کی جدائی کے دن بسر کر رہی تھی ـــــ

حویلی پہنچ کر توقیر نے ملازم کے ذریعہ زمرد کو یہ اطلاع بھجوائی کہ توقیر علی خاں دہلی سے محض اس سے ملاقات کی خاطر آگرہ آیا ہے۔

توقیر علی خاں کا نام سنتے ہی زمرد اپنی جگہ سے اُچھل پڑی، پچھلی تمام باتیں ایک ایک کر کے اس کو یاد آ گئیں اور ایک لمحہ کے لئے اس نے سوچا کہ اب

جب کہ وہ کمال الدولہ کی ہو چکی ہے اور دنیا کا ہر مرد اس کے لئے نامحرم ہے توقیر علی خاں سے اس کی ملاقات مناسب نہ ہو گی لیکن پھر بھی نہ معلوم کیا سوچ کر اس نے ملازمہ سے کہا کہ وہ توقیر کو باہر کے دیوان خانے میں عزت کے ساتھ بٹھائے اور بیچ میں پردہ بھی ڈال دے تاکہ مہمان سے گفتگو بھی کی جا سکے ـــــ

چنانچہ توقیر کو دیوان خانے میں بٹھا دیا گیا، درمیان میں پردہ ڈال دیا گیا۔ پردہ کے قریب زمرد کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی ـــــ اور توقیر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ زمرد کا انتظار کرنے لگا ـــــ اس وقت توقیر بہت خوش تھا کیونکہ صرف ایک طویل عرصہ کے بعد آج زمرد سے اس کی ملاقات ہونے والی تھی بلکہ اس وقت وہ خبیث روح بھی اس کے ارد گرد نہیں تھی جو ہر وقت اسکے ذہن کو ڈراتی رہتی تھی

آخر توقیر علی خاں کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، زمرد کے قدموں کی آواز اس کے کانوں کو سنائی دی اور پھر اس نے یہ محسوس کیا کہ زمرد کرسی پر بیٹھ بھی گئی اب وہ گفتگو کے لئے بے چین تھا، اس میٹھی آواز کے سننے کے لئے مضطرب تھا جو اس نے ایک عرصہ سے نہیں سنی تھی،

ادھر توقیر کا یہ حال تھا اور ادھر زمرد کی یہ کیفیت تھی کہ وہ توقیر کو اس قدر بدلا ہوا دیکھ کر انتہائی حیرت زدہ تھی، توقیر کے چہرے پر غم و اندوہ کی لکیریں، اس کی بدلی ہوئی سیاہی مائل رنگت، اس کے چہرے پر جمی ہوئی وحشت اور دہشت، اس کے لباس کی بے ترتیبی، اور اس کے بالوں کی کثافت دیکھ کر زمرد دنگ رہ گئی ـــــ وہ سوچنے لگی ـــــ "آخر توقیر کی یہ حالت کیسے ہو گئی، اسکی

زندہ دلی کہاں رخصت ہوگئی، اس کے چہرے کی سُرخی اور بشاشت کون چھین لے گیا ــــ یہ توقیر اتنا کیسے بدل گیا؟ چنانچہ اس نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں کہا ــــ نواب صاحب ــــ یہ آپ کا کیا حال ہوگیا؟ آپ تو اتنے بدل گئے کہ اگر میں نے آپ کو قریب سے نہ دیکھا ہوتا تو آپ کو پہچان بھی نہ پاتی۔"

زمرد کے یہ حیرت بھرے جملے توقیر کو کسی گیت کا بول معلوم دیئے، اسکے تصور میں بھی نہ تھا کہ کبھی زمرّد کی آواز اور وہ بھی اتنی ہمدردانہ آواز اس کے کانوں تک پہنچے گی، زمرّد کی آواز نے اس کی روح پر ایک کیف ساطاری کر دیا ــــ اسکے جذبات مسرّت کے ایک گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونے لگے، کافی دیر تک وہ زمرّد کو اس بات کا جواب دیئے بغیر چپکا بیٹھا رہا آخر جب زمرد نے دوبارہ وہی سوال کیا تو اس نے کہا۔" یہ ایک بڑی طویل داستان ہے زمرّد بیگم ــــ طویل بھی، دردناک بھی اور بھیانک بھی ــــ واقعی میں بہت بدل گیا ہوں ــــ لیکن میں کیوں بدلا؟ کس نے میرے چہرے کو وحشت زدہ بنایا؟ کس نے میری زندگی کی لطافتیں مجھ سے چھینیں؟ یہ آپ مجھ سے نہ پوچھیئے ــــ"

زمرّد:- " نہیں، نہیں آپ مجھے ضرور بتائیے ہوسکتا ہے میں آپ کی کوئی مدد کرسکوں ــــ"

توقیر:- " تو سنیئے!!! ایک جادوگر کے حکم سے خبیث روح نے مجھے اپنے جال میں گرفتار کر رکھا ہے، میں اس کے حکم کا غلام ہوگیا ہوں، اپنی اس حالت میں میں آپ سے ہرگز نہ ملاقات کرتا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ یہاں ہیں تو میں نے آپ کے ایک سابق شناسا کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھا کہ آپ کو یہ

بتا دوں کہ آپ بھی ایک بدترین مصیبت میں گرفتار ہیں اور اگر آپ نے بھی اس مصیبت سے جلد از جلد نجات حاصل نہ کی تو آپ کی حالت بھی میری جیسی ہو جائے گی ___ اور آپ بھی جادوگروں کے خبیث ہمزادوں کا شکار ہو جائیں گی ___ "

توقیر کے ان الفاظ سے شاید زمرد اتنا نہ ڈرتی جتنا اس کی بھیانک اور وحشت زدہ آواز سے ڈری، اس کے بدن کی لاغری، سیاہ مائل رنگت، چہرے کی گھبراہٹ وحشت زدہ آنکھیں اور بدلے ہوئے انداز گفتگو سے زمرد کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی انسان سے نہیں قبر کے مُردے سے ہمکلام ہے چنانچہ اس نے بے چین ہو کر کہا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو توقیر ___ کیسی خبیث روح؟ کیسا جادوگر ___؟

توقیر:- (زمرد کی بات کاٹتے ہوئے) میں تمھیں سب بتاؤں گا زمرد ___ سب بتاؤں گا اس لئے کہ میں نے تم سے محبت کی تھی اور تمھیں محبت کے گیت سنائے تھے سنو زمرد تم نے کہانیوں میں سنا ہوگا کہ بعض لوگوں نے عمل کر کے ہمزاد کو اپنے قابو میں کر لیا، جنوں کو اپنے بس میں کر لیا، خبیث روحوں کو اپنا غلام بنا لیا اور پھر ان کے ذریعہ مال و دولت عزت اور شہرت حاصل کر لی ___ یہ صرف کہانی نہیں واقعی حقیقت بھی ہے، دنیا میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے جادو کے زور سے خبیث روحوں کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے، یہ لوگ ایک فرقہ کی شکل میں موجود ہیں، انکی باقاعدہ جماعت ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی جماعت میں اضافہ کریں۔ کمال الدولہ سے تمھاری شادی کے بعد میں بھی ایک ایسی ہی جماعت میں شریک ہوا تھا لیکن میں ان شیطانوں کے امتحان میں پورا نہیں اترا اور انھوں نے مجھ کو غیر ارادی طور پر ختم کرنے کے لئے ایک خبیث روح مسلط کر دی، ایک ایسی خبیث روح جس نے میری زندگی

لعنت بنا دی ہے، یقین جانو میری موت کے علاوہ کوئی دوسری چیز اس خبیث روح کو مجھ سے جدا نہیں کر سکتی، کوئی تدبیر مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتی ——

اس کے بعد توقیر نے تفصیل کے ساتھ زمرّد کو وہ تمام واقعات سُنائے جو اس پر گذر چکے تھے اور جن کو وہ طلعت کے سامنے بیان کر چکا تھا، اس نے طلعت کی دردناک محبت کی بھی تفصیل سُنائی اور اس خبیث روح کے وجود کا کچھ ان الفاظ میں نقشہ کھینچا کہ زمرّد کا خون خشک ہو گیا، اس نے زمرّد سے مزید کہا —— " خدا کی قسم زمرّد ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ اگر اس خبیث روح سے اس بھوت سے تمھارا سامنا ہو جائے تو پھر ممکن نہیں کہ اس سے نجات مِل سکے۔ یہ بھوت کسی بھی وقت آ سکتا ہے اور ہر وقت بُرائی کی طرف مائل کرتا رہتا اور اپنی خوفناک آنکھوں سے ڈراتا رہتا ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں یہ بھوت اور ایسے ہی کئی بھوت یہاں اس حویلی میں بھی ہوں گے جو مجھے یا تمھیں دکھائی نہیں دیتے —— اس لئے کہ تمھارا شوہر، تمھارا مجازی خدا، تمھارا محبوب، تمھارے بچے کا باپ کمال الدولہ ان کو بطور پہریدار یہاں ضرور چھوڑ گیا ہو گا، کیوں کہ تمھارا شوہر بھی اسی منحوس فرقہ کا ایک ممتاز ممبر ہے —— "

توقیر تو اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا، لیکن زمرّد اس کی گفتگو کی نوعیت سمجھ کر بُری طرح خوف زدہ ہو گئی، اس کی روح کانپ گئی اور وہ چند لمحات تک یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ اگر توقیر نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے تو پھر خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہو گا، زمرّد کو کمال الدولہ کی طرف سے ابتداء ہی سے شبہ تھا اور وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ کمال الدولہ کچھ غیر معمولی قوتوں کا مالک ضرور ہے لیکن وہ یہ خواب میں بھی نہ سوچ سکتی تھی کہ وہ بھوتوں سے بھی اپنا کام لیتا رہتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ کبھی کبھی اس کے دل

میں کمال الدولہ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی لیکن جب اس نے کمال الدولہ کو اپنی محبت کے نشے میں بالکل سرشار حد یہ کہ دیوانہ دیکھ لیا تو نہ صرف یہ کہ اس کی بدگمانی دور ہو گئی بلکہ وہ دل ہی دل میں شرمندہ بھی ہوئی کہ وہ ایسے محبت کرنے والے شوہر سے بدگمان کیوں ہوئی لیکن اس وقت توقیر علی خاں کی آپ بیتی سن کر اس کے ہوش پراگندہ ہو گئے، اور وہ واقعی یہ سوچنے لگی کہ وہ ایک سخت قسم کے جال میں گرفتار ہو گئی ہے، اب اس کو یہ بھی یاد آیا کہ کمال الدولہ ساری ساری رات اپنے بچے کے سرہانے بیٹھ کر کسی ایسی زبان میں عمل پڑھتے رہتے تھے جس کو وہ سمجھ نہ پاتی تھی، اب اس کو یاد آیا کہ کمال الدولہ اپنے ایک مخصوص کمرے میں کسی کو نہ جانے دیتے تھے اور اکثر رات بھر وہیں بیٹھ کر کچھ کام کرتے رہتے تھے اب اس کو یاد آیا کہ اکثر اس نے شب کی تاریکیوں میں کمال الدولہ کا بستر خالی پایا اور ڈھونڈنے پر پتہ چلا کہ وہ دور کہیں جنگل میں کسی جڑی بوٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ____ زمرد ایک ٹھیٹھ قسم کی مشرقی عورت تو تھی ہی آخر ڈر گئی اور اس کو کمال الدولہ کی ہر حرکت میں ایک اسرار نظر آنے لگا اور اس کے ہر عمل میں ایک بھید ____ بالکل غیرارادی طور پر وہ دوڑ کر اپنے کمرے میں گئی اور اس نے لپک کر جھولے سے اپنے بچّہ کو اٹھا کر اپنے کلیجہ سے لگالیا ____ یہاں یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی اور بھی انتہا نہیں رہی کہ اس کا معصوم بچہ جس کی عمر ابھی چند ماہ بھی نہ ہوئی تھی اس کی طرف عجیب قسم کی نظروں سے دیکھ رہا ہے ____ اب تو اس کو واقعی یقین ہو گیا کہ اس کا بچّہ کسی نہ کسی آسیب میں ضرور مبتلا ہے ____ کاش زمرد دیکھ سکتی تو دیکھ لیتی کہ جس وقت وہ اپنے بچّے کو کلیجے سے لگائے ٹہل رہی تھی ایک خبیث چہرہ ایک بھیانک وجود اس کے جھولے کے پاس بیٹھا اس کی تمام

حرکتوں کو مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا، کافی دیر تک زمرد اسی اُلجھن اسی ڈر اور اسی خوف میں مبتلا رہی اور کمال الدولہ تصور ہی تصور میں اسے ایک بھیانک انسان دکھائی دیتا رہا لیکن رفتہ رفتہ اس کے خیالات اعتدال پر آئے وہ لوٹ کر پھر اسی کمرے میں آئی جہاں توقیر بیٹھا ہوا تھا یہاں پہنچ کر اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے بچے کی طرف دیکھا اور اس وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے بچہ کی شکل بالکل کمال الدولہ کی سی ہوگئی ہے اور اس کا بچہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے باپ کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے: "اس محبت اور وارفتگی کے باوجود جو میرا باپ تم سے کرتا ہے تم اس سے بدگمان ہو رہی ہو اور محض اس شخص کے بیان کردہ واقعات کی بناء پر جو صورتاً بالکل نیم دیوانہ اور حواس باختہ نظر آتا ہے تم اس پاگل انسان کے کہنے سے میرے باپ کو ایک بھوت سمجھ رہی ہو لیکن ذرا ماضی کی طرف پلٹ کے دیکھو کہ میرے باپ نے اس دنیا میں تمھارے دیکھتے دیکھتے کتنی نیکیاں کی ہیں اور اس کا کردار کتنا صاف ستھرا اور پاکیزہ رہا ہے ــــ" اور جیسے سوچتے ہی سوچتے زمرد کو ہوش آگیا، اس کے پراگندہ خیالات ایک مرتبہ پھر مجتمع ہوئے اور اس نے توقیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے ہرگز ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ تم میرے شوہر کے بارے میں مجھ سے ایسی باتیں کروگے شائد زندگی کی مسلسل ناکامیوں نے تمھیں نیم دیوانہ بنا دیا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تمھیں ہر وقت کوئی خبیث روح دکھائی دیتی رہتی ہے ــــ تم کمال الدولہ پر عقل میں نہ آنے والے الزام عائد کر رہے ہو اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر میں نے تمھاری باتوں پر یقین کیا تو یہ میری سب سے بڑی دیوانگی ہوگی، تم کمال الدولہ کی نیکیوں سے واقف نہیں ــــ بھلا کمال الدولہ کا تعلقہ ماپات اور وہاں کے بھوتوں سے کیا تعلق ہے؟"

اور توقیر کی امید کے بالکل برعکس زمرد کا یہ جملہ سن کر توقیر نے دل شکستہ ہو کر کہا ـــــ

"تم نہیں مانتیں تو نہ مانو لیکن زمرد ایک نہ ایک دن تم میری بیان کردہ باتوں پر یقین کرنے کے لئے مجبور ضرور ہو گی ـــــ خدا کی قسم میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کوئی نہ کوئی بھوت، کوئی نہ کوئی خبیث روح بہت جلد نہ صرف تم پر بلکہ تمہارے بچہ پر قبضہ کر لے گی ـــــ

زمرد:۔ (بات کاٹ کر) اور اطمینان رکھو میں اس وقت تم کو مدد کے لئے نہیں پکاروں گی

توقیر:۔ خیر ـــــ اس کا جواب تو آنے والا وقت ہی دے گا، فی الحال میں جا رہا ہوں میں ایک ضروری کام سے آگرہ آیا تھا اور چند روز کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ دہلی جانے سے پیشتر ایک مرتبہ تم سے ملاقات کرنے ضرور آؤں گا۔"

زمرد:۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں تمھیں آئندہ ملاقات کی اجازت دوں ـــــ بہرحال خدا حافظ۔"

زمرد اور توقیر علی خاں کی گفتگو ختم ہو گئی اور توقیر انتہائی دل شکستہ ہو کر وہاں سے چلا گیا ـــــ یہاں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ توقیر نے دلاور سنگھ اور سکندر خاں سے حسب پروگرام ایک تفصیلی گفتگو کی اور اس کے بعد وہ سرائے واپس آ گیا ـــــ

(۴۵)

کمال الدولہ جانتا تھا کہ زمرد سے محبت کرنے اور پھر اس محبت کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانے میں اس کی زندگی کتنے شدید انقلاب سے دوچار ہوجائے گی، اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ دو ایسی روحوں کا مکمل ملاپ بالکل ناممکن ہے جس میں سے ایک تو ہزاروں سال سے زندہ ہو اور دوسری کو دنیا کے تجربات کی ہوا تک نہ لگی ہو ایک نے موت پر قابو پالیا ہو اور دوسری موت کے قریب بڑھ رہی ہو، لیکن اس کے باوجود اس نے زمرّد سے محبت کی اور نہ صرف محبت کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ اس کو بھی اپنی طاقتوں میں شریک کرلے، اس کو بھی لافانی بنا دے اور اس کو بھی اپنے علم کی مدد سے مختلف قوتوں کا مالک بنا دے، چنانچہ ابتداء میں اس نے زمرّد کو اس کی لاشعوری کیفیت یعنی حالتِ نیند میں عجیب و غریب خواب دکھلائے اور پھر ہمالیہ کی بلند ترین چوٹیوں میں جا کر اپنے فرقہ کے اسقفِ اعظم سے مدد مانگی اور جب اسے ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو اس نے یہ تیسرا راستہ اختیار کیا یعنی اس کو ایک بچہ کی ماں بنوا دیا اور پھر اس بچہ کے ذریعہ اپنی خواہشات کی تکمیل چاہی ——— اپنی اس کوشش میں کمال الدولہ کو اس کا خواب میں بھی خیال نہ آیا کہ بچہ اپنی ماں کی سب سے بڑی کمزوری ہوتا ہے اور زمرّد کا بچہ بھی اس کی سب سے بڑی کمزوری بن سکتا ہے۔ اس نے زمرّد سے بے پناہ محبت کی لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہ سوچا کہ آیا زمرّد اس ایسے فوق البشر کی محبتوں کا مرکز بننے کے قابل ہے بھی یا نہیں ——— اس نے زمرّد سے کوئی ریاضت نہیں کروائی اس کے عمل میں کوئی اصول نہیں پیدا کروایا اور اس کے ذہن میں کوئی نئی تبدیلی نہیں کروائی بلکہ ہمیشہ اس سے محبت اور صرف محبت کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمرّد خود اس کی سب سے بڑی کمزوری ہوگئی ——— چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب زمرّد زچگی کے عالم میں زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار ہوئی اور کمال الدولہ اسکی موت

کے تصور سے بدحواس ہوا تو مجبوراً اس نے اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی ایک خوفناک بھوت جس کا نام سمارع[1] تھا اور جو خود اس کی طرح ہزاروں سال سے اس دنیا میں موجود تھا مدد لی ـــــــ یعنی عملی حیثیت سے اس نے زمرد اور اس کے بچہ کی زندگی اور موت اس بھوت کے حوالے کردی اور ان دونوں کو اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ـــــ

کمال الدولہ جانتا تھا کہ محبت میں اندھا ہوکر اس نے ایک مہلک غلطی کی ہے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سمارع ہر وقت زمرد اور اس کے بچہ کے ارد گرد موجود رہتا ہے اور اس کی بھیانک آنکھیں ہر وقت ان دونوں کو تاکتی رہتی ہیں چنانچہ اس نے سمارع کی اس نئی مصیبت سے ان دونوں کو نجات دلانے کے لئے اپنے دوست سقیف سے مدد مانگی اور پھر سقیف کے بلانے پر اس کے پاس چلا بھی گیا ـــــ یعنی زمرد کو تنہا چھوڑ گیا ـــــ اور اس طرح ایک دوسری شدید غلطی کا مرتکب ہوگیا ـــــ

کمال الدولہ کی عدم موجودگی میں سمارع کا بھوت حرکت میں آچکا تھا ـــــ چنانچہ جس وقت توقیر علی خاں نے آکر زمرد کو کمال الدولہ کے خلاف بھڑکایا تو اس وقت سمارع بھی موجود تھا اور حد درجہ خوش تھا کہ ڈرامہ کا پردہ خود بخود ہی اٹھ گیا

توقیر کے چلے جانے کے بعد حالانکہ زمرد نے اپنے پریشان دل کو بہت سمجھایا اور ہر طرح سے کوشش کی کہ توقیر کی ڈراؤنی اور تحیرزا باتیں اس کے ذہن سے مفقود ہوجائیں لیکن کوشش کے باوجود اس کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی، ایک کے بعد دوسرے خیالات کے جال میں جکڑتی ہی گئی، وہ ان ڈراؤنے تصورات سے

---

[1] سمارع کون تھا اور کمال الدولہ سے اس کی کیا دشمنی تھی اس کی تفصیل آپ کو آیندہ کے صفحات میں نظر آئیگی

جتنا بھاگتی اتنا ہی وہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتے حد یہ کہ سوچتے سوچتے زمرد تھک کر اپنے پلنگ پر گر پڑی۔

اب اس کو خیالات نے اور بھی زیادہ گھیر لیا، رہ رہ کر توقیر علی خاں کی داستان اس کے ذہن میں کروٹیں لیتی رہی اور وہ ماضی کے واقعات کی روشنی میں کمال الدولہ کی ذات کا تجزیہ کرتی رہی، اب اس کو یہ بھی یاد آیا کہ ابتدا میں خود کمال الدولہ نے یہ کوشش کی تھی کہ اس کی شادی توقیر علی خاں سے ہو جائے اور ایک دفعہ تو اس نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ صرف توقیر علی خاں کے ساتھ ہی راحت اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکتی ہے، زمرد نے سوچنا شروع کیا کہ آخر کمال الدولہ یہ کیوں چاہتے تھے؟ ان کی اس کوشش کے پیچھے کونسا جذبہ کار فرما تھا؟ جب وہ مجھ سے اتنی والہانہ محبت کرتے تھے تو انھوں نے میری شادی توقیر کے ساتھ کیوں کروانا چاہی تھی؟ اسی طرح سوچتے سوچتے اور اُلجھن کھاتے کھاتے شام ہو گئی اور پھر رات بھی ہو گئی لیکن زمرد کی آنکھوں میں نیند کا کوسوں پتہ نہ تھا ——— آخر گھبرا کر اس نے اپنے کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا ——— ٹہلتے ٹہلتے اب جو اس کی نگاہ بچّہ کے جھولے پر پڑی تو یہ دیکھ کر اس کے منہ سے ڈر اور خوف کے ملے جلے جذبہ کے تحت ایک چیخ سی نکل گئی کہ اس کا بچہ اس کی طرف تاک رہا ہے اور اس طرح تاک رہا ہے جیسے کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں پاتا، وہ دوڑ کر بچہ کے قریب آئی کہ شائد وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو، یا بیمار ہو گیا ہو، یا اس پر کسی ڈر کی وجہ سے سکتہ طاری ہو گیا ہو لیکن قریب پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ یہ سب اس کا وہم تھا۔ بچہ کو بظاہر کوئی بیماری نہ تھی وہ بالکل تندرست تھا، بس وہ اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا، اور مسلسل دیکھے جا رہا تھا ——— بچّے کی یہ

کیفیت دیکھ کر زمرّد اور بھی ڈر گئی، اس نے بچہ کو گود میں اُٹھالیا اور کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا، توقیر کی یہ داستان سُننے کے بعد بچہ کا یہ عالم دیکھ کر زمرّد واقعی پوری سنجیدگی کے ساتھ سوچنے لگی کہ اس مکان میں آسیب ضرور ہے اور یہی وہ آسیب ہے جس نے اس کے بچّے کو اپنے جھپیٹے میں لے لیا ہے، اب زمرّد کو سب سے زیادہ فکر اس کی تھی کہ کسی طرح کوئی تعویذ حاصل کر کے بچہ کو اس آسیب سے نجات دلائی جائے چنانچہ اُسنے ملازم بھیج کر محلہ کی مسجد کے مولوی کو بلوایا، مولوی سے ساری داستان بیان کی اور اس سے کہا کہ وہ کوئی تعویذ دے کر اس کو اور اس کے بچّہ کو آسیب سے بچائے، یہ مولوی عام مولویوں کی طرح کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ خود بھی توہمات پر یقین رکھتا تھا، اس نے اپنی باتوں سے زمرّد کو اور بھی زیادہ خوف زدہ کر دیا، اور اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ فوراً اس مکان کو چھوڑ کر کمال الدولہ کی گرفت سے دُور نکل جائے مولوی نے یہ بھی کہا کہ اس قسم کی خبیث روحیں بالعموم چھوٹے بچّوں کی بھینٹ ضرور لیتی ہیں اور جب یہ بچہ مرنے کے بعد قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو رات کی تنہائیوں میں قبر کھود کر بچہ کا کلیجہ چبا جاتی ہیں کیوں کہ معصوم بچّوں کا کلیجہ ہی ان کی مرغوب غذا ہے، اس نے اپنے اس خیال کی تائید میں بھوتوں اور چڑیلوں کے بہت سے قصّے بھی سُنائے اور قسمیں کھائیں کہ یہ قصّے بالکل سچّے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی سمجھدار عورت ہوتی تو مولوی کے بیان کردہ ان واقعات کو سُن کر ہنس دیتی اور کسی حال میں ان واقعات پر یقین نہ کرتی لیکن زمرّد نے مولوی کی باتوں پر سو فی صدی یقین کر لیا اور وہ کمال الدولہ کے بارے میں جس وہم میں مبتلا ہو گئی تھی اس میں اور بھی پختگی پیدا ہو گئی —— الغرض مولوی تو زمرّد کو ایک تعویذ دے کر چلا گیا لیکن زمرّد کی

بے چینیوں کا وہی عالم رہا، اس کے حواس ماؤف ہو چکے تھے اور اب وہ اپنے سائے تک سے ڈر رہی تھی

اسی الجھن اور اسی خوف میں زمرّد کو نیند تک نہ آئی، وہ انتہائی عالم اضطراب میں پلنگ پر کروٹیں بدلتی رہی، اندھیرے میں اس کا تخیل نہ معلوم کہاں کہاں بھٹکنے لگا، اس کو تاریکی میں بہت سے سائے اُبھرتے اور ڈوبتے نظر آئے، کبھی اس کو یہ محسوس ہوتا جیسے کوئی اس کے مکان میں چل رہا ہے اور کسی سے سرگوشیاں کر رہا ہے اور کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی بھوت دروازہ کھولے بغیر اس کے کمرے میں داخل ہو کر اس کے قریب بڑھ رہا ہے —— آخر خیالات سے تھک کر زمرّد پلنگ سے اٹھی اور اس نے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی کر اپنے دھڑکتے ہوئے دل کو تسکین دی —— اب زمرّد نے یہ کہہ کر اپنے دل کو ڈھارس دی کہ وہ جن چیزوں سے ڈر کر اپنی نیند حرام کر رہی ہے وہ سب اس کے ذہنی تخیلات کا ردّ عمل ہے اور یہی وہ ڈراؤنے تخیلات ہیں جنھوں نے تاریکی میں اس کی نظروں کے سامنے کئی وجود پیدا کر دئے ہیں

اب بچہ بھی سو رہا تھا اور زمرّد کو بھی پہلے کے بہ نسبت کچھ سکون ہو گیا تھا اسلئے اس نے ٹھنڈے دل سے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا —— سوچتے سوچتے اچانک زمرّد کو خیال آیا کہ کمال الدولہ نے ابتک جتنے مکانات کرائے پر لئے تھے انہیں اس نے اپنے لئے ایک کمرہ خاص طور سے علیحدہ کر دالیا تھا ایک ایسا کمرہ جس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی حد یہ کہ زمرّد کو بھی، اس مکان میں بھی کمال الدولہ نے اپنے لئے ایک کمرہ مخصوص کرالیا تھا اور چلتے چلتے زمرّد کو منع کر گیا تھا کہ وہ اس کمرے میں کسی کو نہ داخل ہونے دے، کمال الدولہ کے احترام محبت میں ابتک زمرّد کو اس کمرے میں

داخل ہونے کا خیال تک نہ آیا تھا لیکن اب جب کہ وہ اس کی طرف سے بدگمان ہو گئی تھی اور اس کے بارے میں طرح طرح کے خیالات کا شکار ہو گئی تھی اسکے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اس کمرے میں داخل ہو کر وہاں کی چیزوں کا جائزہ لے کیوں کہ ہو سکتا ہے اس کمرے میں اس کو کمال الدولہ کے بارے میں بھوت ہونے کا کوئی ثبوت مل جائے، اس مخصوص کمرے کا تصور زمرد کے ذہن میں مضبوط ہوتا گیا اور اس کو یہ یقین ہوتا گیا کہ یہ کمرہ کسی نہ کسی اسرار کا حامل ضرور ہے چنانچہ وہ اٹھی اور دل مضبوط کر کے اس پر اسرار کمرے کی طرف روانہ ہو گئی جس میں اکثر کمال الدولہ کی ساری ساری رات گذر جایا کرتی تھی

دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ زمرد نے اس کمرے کو کھولا اور اندر داخل ہو گئی لیکن توقع کے بالکل خلاف اس میں اس کو کوئی چیز نظر نہ آئی ایسی کوئی چیز اس کی نگاہ سے نہیں گذری جس کو جادوگر اپنے کام میں لاتے ہیں نہ اس کو وہاں مُردوں کی ہڈیاں ملیں نہ کھوپڑیاں، نہ کوئی ڈھانچہ ملا، نہ کوئی اور چیز ——— چاندی کی روپہلی کرنوں میں زمرد کو سوکھی ہوئی جڑی بوٹیوں، کچھ بوتلوں اور کچھ شیشیوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا ———

زمرد کو ابھی اس کمرے میں داخل ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کو یہ محسوس ہوا جیسے اس میں ایک غیر مرئی تبدیلی ہو رہی ہے اس کے خون کا دوران تیز ہوتا جا رہا ہے اور اس کی رگ رگ میں ایک قسم کی فرحت داخل ہوتی جا رہی ہے۔ زمرد کو خود کی یہ تبدیلی بہت شدت کیساتھ محسوس ہوئی پھر اچانک اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بے حد کمزور ہو گئی ہے

چنانچہ وہ سر پکڑ کر اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ سوکھی ہوئی جڑی بوٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔
اچانک اسکو ان جڑی بوٹیوں میں ایک بلوری شیشی بھی نظر آئی جس میں کوئی زرد مادہ بھرا ہوا تھا، بالکل غیرارادی طور پر اس نے وہ شیشی اٹھالی اور اس کو کھولا۔
شیشی کھلتے ہی اس میں جو کچھ تھا وہ جوش مار کر اچھل پڑا اور زمین پر گر کر پھیل گیا اس مادہ کے زمین پر گرتے ہی پورا کمرہ بھینی بھینی خوشبو سے معطر ہو گیا، زمرّد نے خوشبو محسوس کی تو اس شیشی کو سونگھا کہ اس میں آخر وہ کونسی چیز بھری تھی جس کے باہر نکلتے ہی کمرہ معطر ہو گیا ـــــ شیشی کا سونگھنا تھا کہ زمرّد کو جو ضعف اور جو کمزوری محسوس ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی اور اس کا جسم پلک جھپکتے میں اس قدر ہلکا ہو گیا کہ اگر وہ ہوا میں اُڑنا چاہتی تو اُڑ جاتی ـــــ زمرّد نہ معلوم کیوں یہ بالکل بھول گئی کہ وہ اس پر اسرار کمرے میں موجود ہے ـــــ اب اس کی نظروں کے سامنے کمرے کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ وہ ایک انتہائی دل خراش ڈراؤنا اور بھیانک منظر دیکھ رہی تھی ـــــ

اس نے دیکھا کہ دور افق کے اس پار آسمان کی انتہائی بلندیوں پر ایک روشن جزیرہ فضا میں معلّق ہے اور اس میں کمال الدولہ ایک شخص[1] کے قریب بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا ہے، غور سے دیکھنے پر زمرّد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دونوں تنہا نہیں تھے، بلکہ ان کے چاروں طرف ایک عجیب و غریب مخلوق بھی ادب کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، اس مخلوق کے چہرے انتہائی ڈراؤنے اور بھیانک تھے، ان کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی اور ہاتھ پیروں کے بجائے صرف چادریاں ان کے جسم کو لپیٹے

---

[1] یہ شخص جس کو زمرّد نہیں جانتی تھی سقیف تھا۔ ابتک زمرّد نے سقیف کو نہیں دیکھا تھا۔

ہوئے تھیں، یہ مخلوق اتنی ڈراؤنی تھی کہ اگر زمرد ان کو عالم ہوش و حواس میں دیکھ لیتی تو یقین تھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی لیکن کمال الدولہ اور اس کے ساتھی کو اس کی کوئی پرواہ نہ تھی ____ اور وہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مشغول تھے ____ زمرد نے چاہا کہ وہ آواز دے کر کمال الدولہ کو اپنی طرف مخاطب کرے لیکن وہ لاکھ کوشش کرنے پر بھی اپنے حلق سے آواز نہ نکال سکی ____ اچانک اس نے دیکھا کہ یہ منظر اس کی نظروں کے سامنے سے غائب ہوگیا، کمرے میں تاریکی چھا گئی اور خود اس کے جسم سے اس کا سایہ نکل کر بالکل اس کی نظروں کے سامنے کھڑا ہوگیا ____ زمرد کے سامنے اب ایک دوسری زمرد کھڑی تھی، ایک کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور دوسرے کے چہرے پر خوف، دہشت اور نیم مُردنی ____ چند منٹ کے بعد اس نے دیکھا کہ اس کے سایہ نے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے پیچھے چلنے کا اشارہ کیا۔ زمرد اپنے سایہ کے پیچھے چلدی، سایہ کمرے سے نکل کر زمرد کی خوابگاہ میں داخل ہوا اور بچہ کے گہوارے پر جھک گیا ____ بچہ کے ایک بوسہ لینے کے بعد سایہ نے گہوارے کے بالکل قریب ایک طرف اشارہ کیا زمرد نے بھی اس طرف دیکھا اور دیکھتے ہی اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی ____ سمارع کا بھیانک وجود انتہائی خاموشی کے ساتھ بچے کی طرف دیکھ رہا تھا، زمرد کی چیخ سنتے ہی سمارع اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا ____ زمرد نے خاموشی کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے سمارع کو دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ سمارع کے ساتھ ہی ساتھ کمال الدولہ کا سایہ بھی دروازے کی طرف

بڑھ رہا ہے، اب تو زمرد کو بالکل ہی تاب نہ رہی، اس نے ایک فلک شگاف بھیانک چیخ ماری اور پھر بیہوش ہو گئی ______

آنکھ کھلی تو اس کے دونوں نوکر اس کے قریب بیٹھے اس کے پنکھا جھل رہے تھے بچہ مسلسل روئے جا رہا تھا اور وہ اپنی مسہری کے قریب فرش پر پڑی ہوئی تھی، آنکھ کھلتے ہی اس کو سب کچھ یاد آ گیا، گہوارے کے قریب سمارع کو تلاش کرنے کے لئے اس نے نگاہ ڈالی ______ لیکن اب وہاں سمارع نہیں تھا ______ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اپنے بچہ کو اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور پھر اس کے رخساروں کو چوم کر اس نے دل ہی دل میں کہا ______ "میرے بیٹے تجھے آسیب سے بچانے کے لئے میں اپنا سب کچھ قربان کر دوں گی ______"

اگر روغن زرد کا اثر اب بھی باقی ہوتا تو شاید زمرد اس وقت بھی دیکھ لیتی کہ سمارع اسی طرح اس کے کمرے میں موجود ہے اور اسی طرح گھور گھور کر ماں اور بیٹے دونوں کو دیکھ رہا ہے، لیکن اب اس روغن کا اثر ختم ہو چکا تھا اور زمرد پھر اپنی اصلی حالت میں پہنچ چکی تھی

(۴۶)

جب صبح ہوئی تو یہ صبح زمرد کی زندگی کی بالکل نئی صبح تھی ______ کیوں کہ صبح کی روشنی پھوٹنے سے قبل وہ ایک آہنی فیصلہ کر چکی تھی اور طے کر چکی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ نہ صرف یہ کہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے گی بلکہ اس پر عمل کرنے کی بھی پوری کوشش کرے گی، اپنے اسی فیصلہ پر عمل کرنے کے لئے اس نے سب سے پہلے کمال الدولہ کو ایک تفصیلی خط لکھا ______

میرے سرتاج ـــــ میری زندگی کی صبح میری زندگی کی شام

میں انتہائی ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں، میں جانتی ہوں کہ اس خط کا آپ کے اوپر کیا ردِ عمل ہوگا لیکن یقین جانیئے میں نے یہ خط لکھ کر آپ سے کوئی بے وفائی نہیں کی ہے، یہ ناممکن ہے کہ زمرد آپ کے ساتھ بے وفائی کرے یا آپ سے اپنی محبت ختم کرے لیکن میں کیا کروں حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ مجھے اپنے اور آپ کے بارے میں ایک ناخوشگوار فیصلہ کرنا پڑا ـــــ

میرے سرتاج ـــــ جب آپ کو یہ خط ملے تو آپ یہی سمجھئے گا کہ میں مرگئی کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ میں آپ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہی ہوں ـــــ اور ظاہر ہے کہ کسی سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے کا مطلب موت ہی سمجھا جاسکتا ہے ـــ لیکن میں آپ سے جدا ہونے کے باوجود مروں گی نہیں کیوں کہ میں موت اور تباہی سے بچنے کے لئے ہی آپ سے جدا ہو رہی ہوں ـــــ میں جانتی ہوں آپ کو مجھ سے بے پناہ محبت ہے ایک ایسی محبت جس کی مثال ازدواجی زندگی کی تاریخ نہیں پیش کرسکتی اور میری جدائی آپ کی زندگی کا ایک بہت بڑا سانحہ ہوگی لیکن پھر بھی آپ کو میری محبتوں کی قسم آپ مجھے ڈھونڈنے کی زحمت نہ کیجئے گا، ہوسکتا ہے آپ کا علم گھر بیٹھے آپ کو میرا پتہ بتادے تو بھی میرا تعاقب کر کے مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کیجئے گا ـــــ کیوں کہ میں کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے بچے کی خاطر آپ سے جدا ہو رہی ہوں ـــــ میں آپ کے بچے کو ایک خونخوار آسیب سے بچانا چاہتی ہوں ایک بھوت کی نگاہوں سے دور لے جانا چاہتی ہوں اور اسی لئے آپ سے جدا ہو رہی ہوں،

میرے طالب اور میرے مطلوب ـــــ یہ بچّہ جہاں کہیں بھی ہوگا آپ ہی کا کہلائے گا اس لئے اس کی زندگی کی خاطر اور اس کے ذریعہ اپنی آئندہ نسل کی بقاء کی خاطر میری یہ غلطی معاف کر دیجئے اور اگر ہو سکے تو مجھ سے دُور رہ کر بھی اپنے علم اور اپنی لافانی طاقتوں کے ذریعہ اس کی حفاظت کرتے رہیئے۔ اس خط میں مجھے یہ بتلانے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ میں آپ سے کیوں جدا ہو رہی ہوں کیوں کہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کو جو طاقت حاصل ہے اس کے ذریعہ آپ فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ میں نے آپ کا مکان اور آپ کا ساتھ کیوں چھوڑا؟

میرے سرتاج ـــــ میں آپ سے ڈرنے لگی ہوں، مجھے آپ کی انہی طاقتوں سے ڈر لگنے لگا ہے اور مجھے اپنے بچّے کی جان کے لئے ایک شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے ـــــ جب مجھے آپ کی طاقتوں کا علم ہوا، جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ واقعی آپکی عمر ہزاروں سال پرانی ہے، جب مجھے اس کا پتہ چلا کہ آپ کے قبضہ میں ہزاروں خبیث روحیں ہیں اور جب میں نے آپ کے خصوصی کمرے میں داخل ہو کر آپ کو فضا میں معلق جزیرے پر خوفناک مخلوق کے درمیان بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں آپ کے وجود سے ہی ڈر گئی ـــــ اور مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مجھے ایک شفیق ماں بننا چاہیئے یا وفا بیوی، چنانچہ میں نے ایک مشفق ماں بننے کا فیصلہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ معصوم بچّے کی خاطر مجھے دنیا کی ہر مسرت قربان کر دینا چاہیئے۔

میں سچ کہتی ہوں کہ آپ کا بچّہ ہر وقت میری طرف دیکھتا رہتا ہے، وہ تقریباً ہر وقت جاگتا رہتا ہے، اس کی آنکھوں سے ہر وقت ایک کرب بھری نفرت ٹپکتی رہتی ہے ـــــ وہ عام بچوں کی طرح ہنستا نہیں، کھیلتا نہیں، مسکراتا نہیں ـــــ پھر

میں یہ کیسے سمجھوں کہ آپ کے جادوئی منتروں نے اس پر بھی اثر دکھایا ہے، کسی خبیث روح نے اس پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور وہ بھی آیندہ چند دنوں کے اندر آپ کے منحوس فرقہ کی خباثت کا شکار ہونے والا ہے ——

میرے سرتاج —— میں پوچھتی ہوں کیا اسی مقصد کے لئے آپ نے ایک بچّے کی تمنا کی تھی —— ؟ لیکن نہیں کچھ بھی ہو میں اپنے بچّے کو ہرگز ہرگز آپ کے کسی جادوئی تجربے کے حوالے نہیں ہونے دوں گی اور اسی لئے میں یہاں سے جا رہی ہوں اور ایک ایسے انسان کے ساتھ جا رہی ہوں جو آجکل آپ کا بدترین دشمن بنا ہوا ہے —— اور جو ایک زمانے میں آپ کا بہترین دوست تھا، مجھے اس کا پوری شدت کے ساتھ احساس ہے کہ آج سے میں جس راستے پر گامزن ہو رہی ہوں اس میں صرف کانٹے ہی کانٹے ہیں لیکن میں ان کانٹوں کی پرواہ کئے بغیر اس راستے پر روانہ ہو رہی ہوں اور مجھے یقین کامل ہے کہ میرا نیک مقصد راہ کے ان کانٹوں کو میرے حق میں پھول بنا دے گا

آخر میں مَیں آپ سے پھر وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ سے دُور رہنے کے باوجود ہمیشہ آپ کی ہی رہوں گی، آپ کی محبت ہمیشہ میرے دل کی دھڑکنوں میں محفوظ رہیگی اور مَیں زندگی کی آخری سانس تک آپ کے ہی تصور میں ڈوبی رہوں گی،

مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ میری اس خطا کو معاف کر دیں گے۔

آپ کی کنیز

"زمرّد"

خط لکھنے کے بعد دو دن تک زمرّد توقیر کی آمد کا انتظار کرتی رہی آخر جب توقیر

اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس سے رخصتی ملاقات کرنے کے لئے اس کے مکان آیا تو زمرد نے اس کو بھی اپنے فیصلہ سے مطلع کر دیا اور اس سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کو اپنے ساتھ دہلی لے جائے، توقیر تو پہلے ہی سے یہ چاہتا تھا، چنانچہ اس نے بخوشی اس کی بات مان لی ـــــ اور اس طرح زمرد کی زندگی کا وہ منحوس دن آہی گیا جب وہ مختصر سا سامان اور اپنے زیورات کی پوٹلی لے کر کمال الدولہ کے مکان سے ہمیشہ کے لئے باہر نکلی ـــــ کمال الدولہ کے ملازمین نے اس کو بہت روکا اور اس کی بہت خوشامد کی لیکن وہ کسی حال میں راضی نہ ہوئی اور توقیر علی خاں کے ساتھ دہلی کے لئے روانہ ہو گئی ـــــ

آگرہ سے روانہ ہونے کے بعد زمرد کی جان میں جان آگئی اور اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے زندگی کی سب سے بڑی مصیبت پر قابو پالیا ـــــ لیکن کاش زمرد کو اصل حقیقت معلوم ہو جاتی اور اسے اس کا علم ہو جاتا کہ اس وقت بھی سمارع اس کے بچّے کے پاس موجود تھا ـــــ اور اسی طرح گھور گھور کر اس کے بچّہ کو دیکھ رہا تھا ـــــ.

ٹھیک اس وقت جب کہ زمرد توقیر علی خاں کے ساتھ آگرہ سے دہلی جانے والی سڑک پر جا رہی تھی سفیجن اپنے دوست موقف عرف کمال الدولہ سے کہہ رہا تھا، موقف ـــــ تمہاری زمرد چلی گئی رب حقیقی کی قسم میری نظر یہ دیکھ رہی ہیں کہ وہ توقیر کے ساتھ ایک سنسان سڑک پر چلی جا رہی ہے اور سمارع اب بھی تمہارے بچّے کے پاس موجود ہے ـــــ"

کمال الدولہ:- ہیں !!! زمرد چلی گئی، مجھے چھوڑ کر توقیر علی خاں کے ساتھ چلی گئی

لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ کہاں جا رہی ہے اس کی منزل کیا ہے اور اس نے مجھے کیوں چھوڑا ہے؟"

سقیف :۔ (مسکرا کر) میں جانتا ہوں وہ کہاں جا رہی ہے اور تم سے کیوں جدا ہوئی ہے لیکن میرے دوست زمرد کے بارے میں کچھ بھی بتا کر میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے اُصولوں کا خون کرنا نہیں چاہتا اور پھر زمرد کی تم سے جدائی تو میری ایک دیرینہ تمنا تھی جو آج خود بخود پوری ہو گئی موقف میں جانتا ہوں کہ تم زمرد کے لئے پریشان ہو گے، اس کے لئے تڑپو گے اور اس کو ڈھونڈنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دو گے لیکن اس سلسلہ میں تمہارا دوست یعنی میں تمہاری کچھ مدد نہ کر سکوں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ زمرد کے کام آنے کے لئے تمہاری ساری قوتیں بے کار ہیں۔ اور تمہارا علم بھی اس کی تلاش میں تمہاری کچھ بھی مدد نہ کر سکے گا لیکن پھر بھی میں مجبور ہوں اور میری زبان اس مسئلہ پر ہمیشہ خاموش رہے گی ـــــ موقف میرے تنہا دوست ـــــ زمرد نے تمہارا ساتھ چھوڑ کر درحقیقت تم پر احسان کیا ہے، تم پر ہی نہیں فرقۂ کردگانہ پر احسان کیا ہے اس لئے اب تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اس کو بھول جاؤ ـــــ اور اس طرح بھول جاؤ کہ وہ خواب میں بھی تمھیں نظر نہ آئے۔"

کمال الدولہ :۔ نہیں سقیف یہ بالکل ناممکن ہے زمرد میری روح کا ایک حصہ بن چکی ہے اس کے بغیر میری روح قیامت تک کے لئے آوارہ ہو جائے گی ـــــ

سقیف :۔ تم جذبات میں اندھے ہو چکے ہو، زمرد کی محبت میں تم اپنی چار ہزار سالہ ریاضت کا خون کر رہے ہو ـــــ پاک اور ناپاک چیز کا امتزاج پاکیزگی کو ختم کر دیتا ہے میرے خیال میں اب بھی تمہارا کچھ نہیں بگڑا ہے ـــــ میں ہزاروں سال سے

اس دنیا کا تجربہ حاصل کر رہا ہوں اور خدا شاہد ہے کہ تمہارے علاوہ کسی کو میں نے اپنا سچا رفیق نہیں بنایا اس لئے یقین جانو میں تمھیں جو بھی مشورہ دوں گا وہ ہر حال میں صائب ہوگا ــــــ

کمال الدولہ :۔ مقدس فرقہ کی قسم سقیف مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے موت کی تلوار میری گردن کے بالکل قریب آگئی ہے اور شائد وہ وقت آگیا ہے، جب میں زمرد کی خاطر اس موت کو بھی دعوت دے دوں گا جو ابتک مجھ سے دُور بھاگتی رہی ہے تم نے ابھی کہا تھا کہ تم زمرد کو آگرہ سے باہر جانے والی سڑک پر حالت فرار میں دیکھ رہے ہو اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ پھانسی کے کھمبے گڑے ہوئے ہیں اور میں اس کے قریب گھوم رہا ہوں ــــــ

سقیف :۔ میں تمہارے دل کی بات سمجھ گیا لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس طرح خود کو ہلاکت و مصیبت میں پھنسانے سے کیا فائدہ ــــــ یہ تم طے سمجھو کہ اب زمرد تمہاری زندگی کا ایک بھولا ہوا خواب بن چکی ــــــ

کمال الدولہ :۔ اور میں تمہاری یہی بات غلط ثابت کرنا چاہتا ہوں، سقیف آج تک میں نے تمہاری کسی بات کو نہیں جھٹلایا ــــــ لیکن تم بھی یہ یقین جانو کہ زمرد سے میری ملاقات ضرور ہوگی، میں اسی وقت تم سے جدا ہو کر اس کی تلاش میں جا رہا ہوں ــــــ اس مہم میں مجھے کسی رہنمائی کی ضرورت نہیں، زمرد کی محبت جو میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے میری رہنمائی کرے گی، میں اس کو اسی محبت کے بل پر تلاش کر دوں گا اور اس طرح یہ ثابت کر دوں گا کہ سچی محبت دنیا کا ہر کام کر سکتی ہے ــــــ سقیف تم میری یہ بات اپنے لوح دل پر نقش کر لو کہ زمرد اگر کسی سنسان پہاڑ کے کسی غار میں بھی

چھپی ہوگی تو بھی میں اسے تلاش کر لوں گا ــــ میں اس کی تلاش جاری رکھوں گا خواہ میری ساری طاقتیں مجھ سے چھن جائیں، میرا سارا علم فنا ہو جائے، میری ساری قوتیں سلب ہو جائیں حد یہ کہ میں موت کی آغوش میں پہنچ جاؤں لیکن میں اسکو تلاش کر کے ہی دم لوں گا ــــ

سقیف:۔ تمہارے اس عزم کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہمارے مقدس فرقہ کی ایک نہ بھلائی جانے والی بدقسمتی ہوگی ــــ بہر حال میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری ....!

کمال الدولہ:۔ (بات کاٹ کر) میں تمہارا مطلب سمجھ گیا، بہتر یہی ہے کہ تم اپنے اس جملے کو نامکمل ہی رہنے دو میں تمہارا شکور ہوں کہ تم مجھ سے بطور ہمدردی یہ وعدہ کرنے جارہے تھے ــــ اچھا اب تم مجھے اجازت دو ــــ میں جا رہا ہوں خدا معلوم اب تم سے کب اور کس وقت ملاقات ہو ــــ لیکن میں تمھیں خط ضرور لکھتا رہوں گا ــــ

سقیف:۔ اور میں بھی تمہارے انجام کا انتظار کرنے کے لئے تمھارے خطوں کا انتظار دیکھتا رہوں گا ورنہ میرے لئے یہ بالکل آسان ہے کہ میں آئینۂ لاہوتی میں جب چاہوں تم کو دیکھ لیا کروں

اس گفتگو کے بعد دونوں دوست ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور اس حالت میں جدا ہوئے کہ جدائی کے وقت ایک کے چہرے پہ گھبراہٹ پریشانی اور انتشار تھا اور دوسرے کے چہرے پر ایک گہری سکراہٹ تھی، ایک ایسی سکراہٹ جو آنکھوں کی راہ سے اسرار بن بن کر پھوٹ رہی تھی، کمال الدولہ وہاں سے روانہ

ہو کر سیدھا آگرہ آیا، مکان پہنچ کر اس کو اس کے ملازموں نے زمرد کا خط دیا، جس کو پڑھنے کے بعد اس نے زمرد کی یاد میں زمرد کی ایک ایک چیز کو دیکھا اور پھر اس جھولے کو کھڑا دیر تک دیکھتا رہا جس میں اس کا بچہ سوتا رہتا تھا ـــــــ اور نہ معلوم کیا سوچتے سوچتے کمال الدولہ کی آنکھ میں آنسوؤں کے دو قطرے جگمگا اٹھے۔

افسوس اگر زمرد یہاں ہوتی تو وہ دیکھتی کہ جو کمال الدولہ گذشتہ چار ہزار سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں رویا، اور جس نے بڑی سے بڑی طاقتوں اور مصیبتوں کا مقابلہ ہمیشہ مسکرا کر کیا وہ اس وقت ایک عورت کی یاد میں کس طرح رو رہا تھا اور اسکے جذبات میں کیسی المناک ہل چل مچی ہوئی تھی ـــــــ

(۴۷)

آگرہ سے فرار کے بعد زمرد کو ایک منٹ کے لئے بھی چین نہ ملا، اس کے دہلی پہنچنے کے چند ہی روز بعد میرٹھ میں چربی والے کارتوسوں کے مسئلہ پر ہندستانی فوجیوں نے بغاوت کر دی، اپنی کمپنی کے تمام انگریز افسروں کو قتل کر دیا اور بغاوت کے فاتحانہ پرچموں کے ساتھ دہلی کی طرف کوچ کر دیا ـــــــ دہلی پہنچ کر باغی ہندستانی فوجوں نے ایک طرف تو بوڑھے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو اپنا لیڈر بنا کر اس کو ایک مرتبہ پھر شہنشاہ ہندوستان کا خطاب دیا اور دوسری طرف دہلی میں انگریز افسروں اور ان کے ہمدردوں کا قتل عام کر دیا، دریا گنج کی تمام انگریز بستی جلا کر راکھ کر دی گئی، مسٹر فریزر جو لال قلعہ کے برطانوی ایجنٹ تھے ان کا قتل کر دیا گیا، مسٹر والٹر جنھوں نے ایک مرتبہ کمال الدولہ کو گرفتار کیا تھا فرار ہو گئے، پوری دہلی ہل گئی اور دہلی سے نکل کر

بغاوت کے شعلے پورے شمالی ہندستان میں پھیل گئے، لکھنؤ میں راحت محل نے معصوم شہزادے برجلیس قدر کو اودھ کے تخت پر بٹھا کر بغاوت کردی، کانپور میں نانا صاحب نے اعلان جنگ کر دیا، جھانسی اور گوالیار میں مہارانی جھانسی وطن کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں نکل آئی اور دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے نام پر انکے لڑکے مرزا مغل نے باغیوں کی کمان سنبھالی لی، جنرل بخت خاں اور راجہ بلبھ گڈھ نے کمپنی کی وفادار فوجوں کے خلاف ہر طرح سے مضبوط مورچہ بندی کرلی اور عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا کہ ہندستان میں برطانوی حکومت واقعی اب چند دن کی مہمان ہے —

توقیر علی خاں اس پوری بغاوت میں باغیوں کے سفیر کی حیثیت سے کام کرتا رہا اس نے زمرد کو اس کے آبائی مکان میں ٹھہرا کر اس کی ضروریات زندگی کا ہر طرح سے بندوبست کر دیا تھا اور پھر انتہائی جوش کے ساتھ بغاوت میں حصہ لے رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ ہر وقت قتل و غارت گری میں مصروف رہے، کیوں کہ جب سے اُسنے بغاوت میں عملی طور سے حصہ لینا شروع کیا تھا وہ خبیث روح جو قلعۂ ماہیات سے اس کے پیچھے لگ گئی تھی اور جو ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے موجود رہتی تھی اب اس کو نہیں دکھائی دیتی تھی، وہ اکثر سوچتا کہ آخر وہ بھوت کہاں گیا، وہ خبیث روح کہاں روپوش ہوگئی لیکن اس کا دل اس کو کوئی صحیح جواب نہ دے پاتا اور وہ یہ سوچکر خوش ہو جاتا کہ چلو اس بغاوت کے نتیجہ میں یہ بھوت تو اس سے جدا ہو گیا ——

توقیر کو جب بھی باغیانہ سرگرمیوں سے فرصت ملتی تو وہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے زمرد کے پاس ضرور آتا، اس کے بچہ کو بہلاتا، اور زمرد سے باتیں کر کے اس کو تسکین دیتا، کیوں کہ بغاوت کی خبروں نے، ہر لمحہ فضاء میں گونجنے والی توپوں نے، اور بندوقوں

کی مسلسل فائرنگ نے زمرد کا دل دہلا دیا تھا، ایک طرف تو ایک عرصہ کے بعد کمال الدولہ سے جدائی کا غم اور دوسری طرف دہلی کی یہ صورت حال دیکھ کر زمرد واقعی ہر وقت پریشان رہتی ـــــ اسے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا، چنانچہ ایک دن اس نے توقیر سے اپنے ڈر کی تفصیل بیان کی اور اس سے یہ کہا کہ وہ اسے دہلی سے باہر کسی محفوظ جگہ پہنچا دے، توقیر کو بھی زمرد کی یہ تجویز پسند آئی اور اس نے زمرد کو دہلی سے آٹھ میل دور مبارک پور نام کے ایک گاؤں میں پہنچا دیا ـــــ توقیر جب زمرد کو مبارک پور پہنچا کر دہلی واپس آیا تو اس کو یہ خبر سنائی گئی کہ برطانوی فوجیں نیپالی، گورکھا اور سکھ فوجوں کے ساتھ کشمیری دروازہ سے دو میل کے فاصلہ پر نہ صرف اپنا توپ خانہ نصب کر چکی ہیں بلکہ نئی مورچہ بندی کر کے دہلی کی پوری فصیل کو اپنے محاصرہ میں لے رہی ہیں۔ گویا اب اس طرح توقیر علی خاں کے لئے بظاہر یہ بالکل ناممکن ہو گیا کہ وہ روزانہ دہلی دروازے[1] کے ذریعہ دہلی کے باہر جا کر مبارک پور میں زمرد کی خبر لے ـــــ چنانچہ اس طرح زمرد کے لئے ایک اور مشکل پیدا ہو گئی ـــــ وہ روز توقیر علی خاں کا انتظار کرتی اور اسی انتظار میں شام ہو جاتی لیکن توقیر نہ آتا، وہ آتا بھی تو کیسے؟ جب کہ باغیوں کی فوجی طاقت روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی اور انگریز فوجوں کی گرفت مضبوط ہوتی جاتی تھی ـــــ ادھر توقیر کو اب لمحہ بھر کی فرصت نہ ملتی تھی وہ اجمیری دروازے کی کمان میں شامل تھا ـــــ اور اگر اس کو فرصت ملتی بھی تو وہ اپنی محبوبہ لیلیٰ کے پاس

---

[1] دہلی دروازے کی کمان جنرل بخت خاں کے سپرد تھی اور انگریزوں کو بخت خاں کی فوجوں سے اتنا ڈر لگا رہتا تھا کہ انھوں نے ابتداء میں دہلی دروازے کے قریب آنے کی کوشش بھی نہ کی، چنانچہ اسی دروازے کے ذریعہ باغی دہلی کے باہر آتے جاتے تھے

حوض قاضی والے مکان میں چلا آتا ــــــ حوض قاضی چوں کہ اجمیری دروازے کے بالکل نزدیک تھا اس لئے لیلیٰ کے پاس آنے میں اس کو کچھ بھی دقت نہ ہوتی تھی ،
ایک دن جب کہ توقیر علی خاں اپنے بعض باغی دوستوں کے ساتھ فصیل پر گشت کر رہا تھا اس کو اس کا قدیم دوست مُراد نظر آیا ، اس نے مُراد کو پکار کر اس سے بہت دیر تک باتیں کیں اور دورانِ گفتگو میں اس سے یہ معلوم ہوا کہ حمید اللہ جو ابتدا میں بغاوت کی تحریک میں بہت ہی پیش پیش تھا آج کل بالکل غائب ہے اور اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ، مُراد اور توقیر دونوں کافی دیر تک حمید اللہ کی شخصیت اور اس کے مکروہ کردار پر گفتگو کرتے رہے ، اچانک مراد کی نگاہ توقیر کی کمر میں بندھے ہوئے ایک آبدار خوب صورت خنجر پر پڑی اور اس نے اس سے پوچھا کہ یہ خنجر اس نے کہاں سے حاصل کیا ــــــ جواب میں توقیر نے مسکرا کر کہا ــــــ "یہ خنجر حمید اللہ کا ہے جو کمال الدولہ نے اس سے چھین کر مجھے دیا تھا اور پھر مجھ سے کہا تھا کہ اس خنجر کو میں حفاظت سے رکھوں کیوں کہ ایک دن یہ میری زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ کرے گا ــــــ "

جس وقت یہ دونوں دوست ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مشغول تھے اور فصیل کی پہریداری توقیر کی گفتگو کی وجہ سے رُک گئی تھی ، ایک سایہ فصیل پر اُبھرا اور پھر رینگ کر ان دونوں کی نظروں سے بہت دُور نکل کر فصیل پھاند کر شہر میں داخل ہو گیا ــــــ اگر اس وقت رات نہ ہوتی اور توقیر پہرا چھوڑ کر مراد سے باتیں نہ کرتا ہوتا تو وہ دیکھ لیتا کہ یہ پُراسرار سایہ حمید اللہ کا تھا جو کسی باغی سپاہی کے بھیس میں انتہائی خاموشی کے بعد دہلی میں داخل ہو گیا تھا ــــــ

حمید اللہ بغاوت کے دوران میں کہاں تھا، وہ دہلی کے بحرانی دور میں دہلی سے باہر کیوں تھا اور پھر اس وقت وہ سب کی نگاہوں سے چھپ کر دہلی میں کیوں داخل ہوا تھا اگر توقیر کو اس کا پتہ چل جاتا تو شاید اسی وقت وہ حمید اللہ کو گولی مار دیتا ــــــ۔

حمید اللہ فصیل کود کر پہلے تو بہت دیر تک دہلی کی گلیوں میں بے مقصد گھومتا رہا اور اس کے بعد حوض قاضی پہنچ کر اس نے توقیر کے اس مکان میں دستک دی جہاں توقیر نے لیلیٰ کے قیام کا بندوبست کیا تھا

لیلیٰ اور حمید اللہ دونوں ایک دوسرے سے بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد حمید اللہ خاموشی کے ساتھ مکان سے نکل کر رات کی تاریکیوں میں گم ہوگیا، حمید اللہ تو چلا گیا لیکن لیلیٰ کو اس کے جانے کے بعد رات بھر نیند نہیں آئی وہ تمام رات مکان کی چھت پر ٹہلتی رہی اور غصہ میں کھولتی رہی چنانچہ جب صبح ہوئی اور رات بھر کا تھکا ماندہ توقیر حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے لئے مکان میں داخل ہوا تو روز کی طرح آج لیلیٰ کی نگاہوں نے توقیر کا محبت بھرا استقبال نہیں کیا، آج اس کی نگاہوں سے نفرت ٹپک رہی تھی، غصہ کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، حقارت کا طوفان اُبلا پڑ رہا تھا ــــــ آج لیلیٰ بالکل بدلی ہوئی تھی ــــــ بالکل اس شیرنی کی طرح جس کی نگاہوں کے سامنے اس کے شیر کو کوئی شکاری گولی مار دے توقیر کو بھی لیلیٰ کی یہ بدلی ہوئی نگاہیں اور یہ بدلا ہوا طرز عمل پوری شدت کے ساتھ محسوس ہوا لیکن اس نے اس کا سبب معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ــــــ رات بھر کی تھکن اس کے اعصاب پر اس طرح غالب تھی کہ وہ لیلیٰ کی ناراضگی کا سبب معلوم کئے بغیر

سو گیا ــــــ اور لیلیٰ اسی طرح چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح مکان کے صحن میں ٹہلتی رہی ــــــ کاش توقیر علی خاں کو لیلیٰ کی ناراضگی کا سبب معلوم ہو جاتا اور وہ ان آنے والے حوادثات کا تدارک کر سکتا جس کا طوفان اس کی زندگی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا

(۴۸)

میرٹھ کی باغی فوجیں جیسے ہی دہلی میں داخل ہوئی تھیں حمید اللہ پراسرار طریقہ پر وہاں سے غائب ہو گیا تھا، اس کے تمام باغی دوست جن کی محفلوں میں بیٹھ کر وہ دن رات بغاوت کی باتیں کرتا رہتا تھا اس بات پر سخت حیران تھے کہ آخر حمید اللہ کہاں چلا گیا، ابتدا میں انھوں نے اس بدصورت مصور کو تلاش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن جب اس کا کوئی پتہ نہ چلا تو دھیرے دھیرے اس کے ساتھی اور دوست اسے بھول گئے اور وہ باغیوں کے جلسوں کی ایک بھولی ہوئی یاد بن کر رہ گیا ــــــ

حمید اللہ صرف اس دن کا انتظار کر رہا تھا جب کہ باغی فوجیں دہلی میں داخل ہونے والی تھیں چنانچہ جیسے ہی یہ واقعہ ہوا وہ فوراً دہلی سے بھاگ کر پہلے تو آگرہ آیا اور پھر وہاں سے لاہور چلا گیا، لاہور پہنچ کر اس نے سب سے پہلے کمپنی کے کمانڈر سے ملاقات کی اور اس کو ساری صورت حال سے مطلع کیا، دراصل حمید اللہ برطانوی جاسوس تھا جو باغیوں کی تمام سرگرمیوں سے انگریز حکام کو مطلع کر رہا تھا دہلی میں جب بغاوت شروع ہوئی تو وہ دہلی میں مقیم برطانوی حکام کے حکم پر ان کے چند خفیہ خطوط کو لے کر سرکاری مہم پر آگرہ اور لاہور کے لئے روانہ ہو گیا ــــــ لاہور سے واپسی پر اسے اطلاع ملی کہ انگریز فوجیں دہلی میں کشمیری دروازہ پر مورچہ بندی

گرچکی ہیں اور برطانوی توپ خانہ دہلی پر بڑی خوفناک گولہ باری کر رہا ہے چنانچہ وہ کسی اور طرف جانے کے بجائے دہلی کی طرف مڑ پڑا ـــــــ

وہ دہلی ہرگز نہ آتا کیونکہ دہلی میں اس کی موجودگی باغیوں کو مشکوک کر سکتی تھی اور باغی اس سے یہ دریافت کر سکتے تھے کہ بغاوت کے شدید بحرانی دور میں آخر وہ کہاں رہا اور اب کہاں سے آرہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ دہلی آیا کیونکہ دہلی میں اس کی زندگی کی ایک بڑی کمزوری عورت کے روپ میں موجود تھی اور یہ عورت تھی لیلیٰ ـــــــ یعنی توقیر کی وہ محبوبہ جس کو وہ قلعہ ماہیات سے لایا تھا چنانچہ وہ رات کی تاریکی کی آڑ لے کر دہلی میں داخل ہوا اور سب سے پہلے لیلیٰ سے ملاقات کر کے اس کو یہ سمجھا دیا کہ توقیر دراصل فصیل پر پہرہ نہیں دیتا ہے بلکہ اس نے کوئی انگریز عورت کسی جگہ چھپا رکھی ہے اور اسی کے ساتھ ساری رات عیش و عشرت کی بانسری بجایا کرتا ہے ـــــــ حمید اللہ کا یہ تیر اپنے نشانہ پر پہنچا لیلیٰ کے دل میں توقیر کی طرف سے نفرت کے شعلے بھڑک اٹھے ـــــــ توقیر کو لیلیٰ کے دل میں پیدا شدہ اس نفرت کا کوئی پتہ نہ تھا ـــــــ اور نہ اسے یہ معلوم تھا کہ یہ آگ کس نے لگائی تھی

توقیر کے مکان سے نکلنے کے بعد حمید اللہ کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ وہ کہاں قیام کرے ـــــــ دہلی آکر وہ بار بار پچھتا رہا تھا، اس کو سر تک چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی، نہ کوئی اس کا پرسان حال تھا نہ ہمدرد ـــــــ چنانچہ تمام رات وہ دہلی کی گلیوں میں آوارہ گردی کرتا رہا، اور اپنی زندگی کی بدلتی ہوئی راہوں کے بارے میں سوچتا رہا ـــــــ وہ سوچتا رہا کہ آخر اس وقت تک کیا کیا جائے جب تک کہ انگریز فوجیں دوبارہ دہلی میں داخل ہو کر اپنا تسلط قائم نہ کرلیں ـــــــ اس کے تمام خواب تو

صرف اسی پر منحصر تھے کہ انگریزوں کی فتح ہو، اسے انعام واکرام میں جاگیر ملے اور وہ لیلیٰ سے باقاعدہ نکاح کر کے اپنی زندگی کے بقیہ ایام سکون اور اطمینان سے بسر کرے اس نے اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں بہت کچھ سوچا ـــــ اور آخر سوچتے سوچتے اس نے تمام مسائل کا ایک حل تلاش ہی کر لیا ـــــ

ادھر جب توقیر علی خاں سو کر بیدار ہوا تو لیلیٰ کی بدلی ہوئی نگاہوں میں اس کو ایک طوفان پوشیدہ نظر آیا، پہلے تو وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا لیکن آخر میں اس نے خود ہی لیلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ـــــ "لیلیٰ. آج صبح سے تمہارے چہرے پر سخت وحشت برس رہی ہے آخر یہ کیوں ـــــ؟" اور لیلیٰ جو ایک خونخوار شیرنی بنی ہوئی تھی. بپھر کر بولی ـــــ "تمھیں میرے غموں سے کیا واسطہ ـــــ بس تم رات پر پہرہ دیا کرو یا پہرے کے نام پر کہیں گل چھرے اُڑایا کرو ـــــ"

توقیر:- "نہیں لیلیٰ. تمہاری محبّتوں کی قسم خدا گواہ ہے کہ گذشتہ پندرہ روز سے میری ڈیوٹی اجمیری گیٹ کی فصیل پر لگادی گئی ہے اور میں تمام رات وہیں موجود رہتا ہوں

لیلیٰ:- "میرا دل نہیں گواہی دیتا کہ میں تمہاری بات کا یقین کروں ـــــ بہرحال ایک بات میں تم سے ضرور کہہ دینا چاہتی ہوں اور یہ چاہتی ہوں کہ تم میری اس بات کو لوحِ دل پر نقش کر لو ـــــ شاید تمھیں یاد ہو کہ میں نے قلعۂ ماہیات کے قریب ایک دن تم سے کہا تھا کہ میں تمہاری محبت کی خاطر اپنا سب کچھ حد یہ کہ اپنی جان تک تم پر نچھاور کر سکتی ہوں لیکن اگر تم نے کبھی میری محبّت سے غداری کی تو میرا خنجر تمہارے سینے میں بھی پیوست ہو سکتا ہے

توقیر:۔ "تو کیا تمھیں شبہ ہے کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور سے محبت کرنے لگا ہوں"

لیلیٰ:۔ شبہ نہیں بلکہ مجھے یقین ہے

توقیر:۔ (سخت حیرت میں) مگر وہ کیسے ؟

لیلیٰ:۔ اس کا جواب آنے والی کل خود ہی دے دے گی

توقیر:۔ لیکن میں اس کا جواب ابھی اور اسی وقت چاہتا ہوں۔

لیلیٰ:۔ اس وقت میں اس کے علاوہ اور کیا کہوں کہ ہم قبائلی لڑکیاں جب کسی کو دل دے کر اپنا جسم اور اپنی روح اس کے حوالے کر دیتی ہیں تو پھر کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتیں کہ اس کا محبوب اس سے جدا ہو اور اگر جدا ہو تو اس طرح کہ اس کی روح بھی اس کے جسم سے جدا ہو جائے ـــــ

ابھی توقیر لیلیٰ کے اس جملے کا جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ کسی نے دروازے دستک دی، توقیر نے باہر جا کر دیکھا تو حمید اللہ کھڑا تھا ـــــ توقیر نے اس سے بہت گرم جوشی کے ساتھ صاحب سلامت کی اور پھر اس کو لے کر مکان کے اندر چلا آیا، لیلیٰ نے بھی نظریں اُٹھائیں حمید اللہ کو دیکھا اور پھر اپنی فکروں میں غرق ہو گئی ـــــ

حمید اللہ نے توقیر سے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا ـــــ "مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں اب تک کہاں تھا اور نہ میں اس وقت اس کی مکمل تفصیل بیان کرنے کے بھی قابل ہوں کیونکہ جب تک اس بغاوت میں ہمیں فتح حاصل نہیں ہوتی خیریت اور اطمینان ایک بے معنی لفظ ہو کر رہ گیا ہے"

توقیر:۔ "خیر ـــــ اب بتاؤ کہ آئندہ کا کیا پروگرام ہے ـــــ ؟"

حمید اللہ:۔ (کچھ سوچ کر اور مسکرا کر) میرا پروگرام تو یہ ہے کہ خاموشی کے ساتھ

یہاں سے فرار ہو جایا جائے کیوں کہ بہر حال انگریز فوجیں دہلی کے بالکل قریب آگئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کے دہلی میں داخل ہونے میں اب صرف چند دنوں کی مدت باقی رہ گئی ہے، اس وقت ہم باغیوں کا کیا انجام ہوگا میں تو یہ سوچ کر ہی کانپ جاتا ہوں ———.

توقیر:- (گھبرا کر) پھر کیا سوچا ہے؟

حمید اللہ:- یہی کہ چلو یہاں سے بھاگ چلیں ———

لیلیٰ:- (جو ابتک خاموش تھی اچانک یہ سنتے ہی چونک پڑی) ہاں توقیر میرے خیال میں فرار سے بہتر اب کوئی راستہ نہیں ہے.

توقیر کافی دیر تک خاموشی کے ساتھ حمید اللہ کی تجویز پر غور کرتا رہا، بار بار اس کا دل کہتا کہ عین بغاوت کے عالم میں مورچہ پر سے بھاگنا قوم و ملک کے ساتھ سب سے بڑی غداری ہے لیکن پھر وہ یہ سوچتا کہ اگر باغیوں کو شکست ہوئی اور انگریز فوجوں نے دہلی میں داخل ہو کر اپنا بدلہ لینا شروع کیا تو پھر کسی کی جان کی بھی خیر نہیں اور پھر زمرد ——— آخر زمرد کا کیا انجام ہوگا، مبارک پور بھی تو دہلی میں ہی شمار کیا جاتا ہے وہاں بھی تو فاتح فوجیں پہنچیں گی ——— اور جیسے یہاں تک سوچنے کے بعد توقیر کا دل بے چین ہو گیا اس کو یاد آیا کہ آج تقریباً ایک ہفتہ سے وہ زمرد کی خیریت کو نہیں گیا ہے پتہ نہیں اس کا کیا حال ہے، گو جروں[1] نے کہیں مبارک پور کو بھی نہ لوٹ لیا ہو اور زمرد بھی ان کے ہتھے نہ چڑھ گئی ہو ——— اس کا خیال آنا تھا کہ توقیر بیٹھے بیٹھے اٹھ کر کھڑا

---

[1] غدر کے زمانے میں دہلی کے مضافات میں گوجروں نے بڑی آفت مچا رکھی تھی، ان کا کام محض لوٹ مار تھا دہلی سے بھاگنے والے نقریباً ہر قافلے کو یہ گوجر لوٹ لیتے تھے عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنا لیتے تھے اور مردوں کو قتل کر دیتے تھے۔

ہوگیا، اور پھر لیلی سے یہ کہہ کر کہ وہ ابھی آتا ہے حمید اللہ کو لے کر مکان کے باہر چلا گیا

چلتے چلتے دونوں حوض قاضی سے نکل کر جامع مسجد پہنچ گئے، اور پھر جامع مسجد کی ایک صحنچی میں بیٹھ کر توقیر نے حمید اللہ سے بالکل رازدارانہ انداز میں کہا ——

" حمید اللہ دنیا تمھیں ایک بہت بُرا آدمی کہتی اور سمجھتی ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے ہمیشہ تم کو اپنا دوست سمجھا اور ایک دوست کی طرح تمہارے اچھے اور بُرے وقتوں میں تمہارے کام آتا رہا —— آج مجھے تم سے ایک کام ہے، ایک ایسا کام جسمیں قربانی سے زیادہ رازداری کی ضرورت ہے، اس لئے قسم کھاؤ کہ تم میرا یہ راز کسی سے نہیں کہو گے "

حمید اللہ :- اپنی اور تمہاری دوستی کے پیش نظر میں قسم کھانے کی کوئی ضرورت تو نہیں محسوس کرتا لیکن چلو تمہاری تسکین کے لئے میں قسم بھی کھائے لیتا ہوں ، اچھا بتاؤ تمھارا کیا کام ہے

توقیر :- " تمھیں زمرد یاد ہے "

حمید اللہ :- " ہاں ہاں بھلا زمرد بھی کوئی بھولنے کی چیز ہے ۔

توقیر :- " اس نے کمال الدولہ سے شادی کرلی تھی اور وہ دونوں آگرہ میں رہ رہے تھے لیکن —— !!!

حمید اللہ :- (بات کاٹ کر) ہاں پھر ——

توقیر :- وہ کمال الدولہ کو چھوڑ کر یہاں میرے ساتھ چلی آئی ہے ،

حمید اللہ :- تو یہ کہو کہ آجکل لیلی کے علاوہ زمرد کے حسن کی بھی پرستش کی جارہی ہے ،

توقیر :- نہیں حمید اللہ تم ہر بات کو غلط زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہو اور

تمہاری نگاہ صرف مسئلہ کے تاریک پہلوؤں پر ہی پڑتی ہیں، کمال الدولہ کو چھوڑ کر یہاں میرے ساتھ زمرّد کے قیام کا یہ مطلب نہیں کہ میں زمرّد سے اپنی دیرینہ تمنائیں پوری کر رہا ہوں، بات دراصل یہ ہے کہ زمرّد سخت پریشان تھی کمال الدولہ ایک بھوت بن کر اس کی زندگی کو دوزخ بنائے دے رہا تھا چنانچہ میں نے اس کو کمال الدولہ سے نجات دلا کر اسے پناہ دے دی ہے اور خدا گواہ ہے کہ اس فعل میں میری کوئی بری نیت شامل نہیں تھی ————

حمید اللہ :- "تو پھر اس سلسلے میں تمہارے دوست کی حیثیت سے میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں"

توقیر :- "اس وقت دہلی میں ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مرزا مغل اور جنرل بخت خاں کے باہمی اختلافات نے باغی فوجوں میں حد درجہ کی بددلی پھیلا دی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے انگریزوں کی فتح میں اب کچھ بھی کسر باقی نہیں رہ گئی ہے اس لئے میں سوچتا ہوں کہ اگر میں خود بھی یہاں سے لیلیٰ کو لے کر بھاگوں تو کسی طرح زمرّد کو بھی اپنے ساتھ لیتا چلوں، میں نہیں چاہتا کہ اس مصیبت بھرے شہر میں زمرّد کو تنہا چھوڑ دوں جہاں چند دنوں کے بعد انگریز بطور انتقام خون کی ندیاں بہا دے گا، لیلیٰ کو تم جانتے ہی ہو، وہ ایک وحشی مزاج اور جاہل عورت ہے اس میں رشک و حسد کا مادّہ بھی بے پناہ حد تک موجود ہ اگر وہ حالت فرار میں کسی غیر عورت کو میرے ساتھ دیکھے گی تو غصہ میں دیوانی ہو جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اس حالت میں وہ کوئی غلط حرکت بھی کر بیٹھے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے کوئی ایسی معقول ترکیب بتاؤ جس سے یہ دونوں مسئلہ ایک ساتھ طے ہو جائیں، زمرّد بھی ساتھ رہے اور

لیلی بھی بدگمان نہ ہو ______

حمید اللہ :- میرا تو خیال یہ ہے کہ تم لیلیٰ کو یہیں چھوڑ کر پہلے زمرد کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا آؤ اور اس کے بعد پھر لیلیٰ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ ،

توقیر :- نہیں حمید اللہ ___ لیلیٰ کو آگ اور خون کے اس شہر میں تنہا چھوڑنا میں حد درجہ ذلیل فعل سمجھتا ہوں ، میرے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ وہ تو مجھ پر جان دے اور میں اسے دھوکا دوں ، میں مانتا ہوں کہ اس میں بعض خرابیاں بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ مجھ سے پروانہ وار محبت کرتی ہے ، اس محبت کی موجودگی میں اس کو اس طرح سے بے یار و مددگار چھوڑنا سخت بزدلی اور کمینہ پن ہے اور میں اس کمینگی کا مرتکب نہیں ہوسکتا ، میں نے اس سلسلے میں ایک پروگرام بنایا ہے اور تمہارے اشتراک سے اس پروگرام پر بہت خوش اسلوبی سے عمل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تم راضی ہو جاؤ

حمید اللہ :- اپنا پروگرام تو بتاؤ ، پھر میں اپنی رائے دوں گا

توقیر :- میں لیلیٰ سے یہ کہوں گا کہ حمید اللہ کی ایک بہن بھی دہلی میں موجود ہے اور وہ اس کو بھی اپنے ساتھ لئے جارہا ہے ، زمرد کو لیلیٰ نے ابتک نہیں دیکھا ہے ، چنانچہ اسکو مجھ پر کوئی شک نہ ہوگا وہ زمرد کو واقعی تمہاری بہن سمجھنے لگے گی اور اس طرح سے میں اطمینان کے ساتھ زمرد کو لیلیٰ کے ساتھ ہی لے چلنے میں کامیاب ہو جاؤں گا

حمید اللہ :- (کچھ سوچ کر) بے شک تدبیر تو بہت معقول ہے اور تمہاری خاطر زمرد کو اپنی بہن کہنے میں بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کمال الدولہ کا کیا ہوا ؟ کیا اس نے زمرد کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی ؟

توقیر:۔ "کمال الدولہ کا نام بھی میرے سامنے نہ لو، خدا معلوم وہ جہنمی کہاں ہے، رہا یہ سوال کہ وہ اب بھی زمرد سے محبت کرتا ہے یا نہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے زمرد کو بھلا دیا ہو جب کہ زمرد اس کے ایک خوب صورت بچے کی ماں بھی ہے۔

حمید اللہ:۔ "تو یوں کہو کہ زمرد ایک بچے کی ماں بھی بن گئی ہے خیر مجھے اس سے کیا غرض۔ تم نے میرے ذمہ ایک کام سونپا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا یہ کام ضرور کر دوں گا،

توقیر:۔ "میں تمہارا شکریہ کس زبان سے ادا کروں، بہر حال تم اسی وقت میرے مکان چل کر لیلیٰ سے کہو کہ توقیر فرار کا بندوبست کرنے گئے ہیں اور گفتگو کے دوران میں اس کا بھی تذکرہ کر دو کہ تمہاری ایک بہن جس کا شوہر ایک بچہ چھوڑ کر جنگ میں مارا گیا ہے یہاں دہلی میں موجود ہے اور تم اس کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو ـــــ تمہارے کہہ دینے سے زمین ہموار ہو جائے گی اور جب میں لیلیٰ سے یہی بات کہوں گا تو اسے رتی برابر بھی شک نہ ہوگا،

حمید اللہ:۔ "اور تم کہاں جا رہے ہو ـــــ

توقیر:۔ "میں زمرد سے ملنے جا رہا ہوں تاکہ اس کے سفر کا بھی بندوبست کر سکوں، میں جانتا ہوں اس افراتفری کے عالم میں مبارک پور پہنچنا بہت دشوار ہے لیکن بہر حال مجھے اس سے ضرور ملنا ہے ورنہ وہ بدنصیب عورت اپنے دل میں کیا کہے گی جب کہ وہ میرے ہی کہنے پر یہاں آئی تھی،

حمید اللہ:۔ اچھا تو زمرد مبارک پور میں رہتی ہے لیکن کہاں کس کے مکان میں؟

توقیر نے حمید اللہ کو زمرد کے مکان کا پورا پتہ بھی بتا دیا اور اس کے بعد دوبارہ

یہ کہہ کر کہ وہ اسی وقت لیلیٰ سے جا کر ملاقات کرے وہاں سے رخصت ہو کر مبارک پور کی طرف روانہ ہو گیا، توقیر کے جانے کے بعد حمید اللہ جب تنہا رہ گیا تو اسی صحنچی میں بیٹھا بہت دیر تک کچھ سوچتا رہا، شرارت آمیز مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیلتی رہی، اور اس کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ یہ بتا تا رہا کہ اس وقت اس کا دماغ کسی گہری سازش میں مصروف ہے، اس نے دل ہی دل میں یہ سوچا کہ بہترین صورت یہ ہے کہ میں خود ہی اس نئی صورت حال سے پورا فائدہ اٹھا لوں، میں نے ایک دفعہ یہ قسم کھائی تھی کہ کمال الدولہ سے بدلہ ضرور لوں گا، اس وقت اس کی بیوی اور بچہ میرے قبضہ میں آ سکتے ہیں اس لئے کیوں نہ اپنی یہ قسم بھی پوری کر لوں اور لیلیٰ کو بھی توقیر سے چھین کر اپنے قبضہ میں لے لوں، کیوں نہ توقیر کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاؤں اور ان سب کو اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنا لوں ——— یہی سب سوچتے سوچتے حمید اللہ کا دل جیسے خوشی سے لبریز ہو گیا، اس کو ایک لمحہ کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جو کچھ چاہتا تھا اسے مل گیا، چنانچہ وہ مسکراتا اور خوشی میں جھومتا ہوا جامع مسجد کی سیڑھیوں سے اترا ——— ابھی وہ سیڑھیوں پر سے اُتر ہی رہا تھا کہ اچانک انگریزی توپ خانہ کا ایک گولہ اس سے تھوڑے فاصلہ پر گرا اور پورے بازار میں ہل چل مچ گئی، حمید اللہ جانتا تھا کہ صورت حال لمحہ بہ لمحہ ابتر ہی ہوتی جائے گی، انگریزی فوجیں کسی بھی لمحہ دہلی میں داخل ہو سکتی ہیں چنانچہ وہ جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا دوبارہ حوض قاضی پہنچا اور توقیر کے مکان پر دستک دے کر اندر داخل ہو گیا

مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا کہ لیلیٰ آنکھوں میں آنسو بھرے ایک تخت پر بیٹھی ہے، دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی اس نے چونک کر حمید اللہ کو دیکھا اور

پھر نگاہیں نیچی کر لیں، حمید اللہ انتہائی بے باکی کے ساتھ اس کے قریب ہی تخت پر بیٹھ گیا اور پھر بولا "توقیر علی خاں مجھے تمہارے پاس بیٹھنے اور تمہاری طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنے کو کہہ گئے ہیں، میری بدصورتی کی وجہ سے انھیں پورا یقین ہے کہ میں انکی امانت میں خیانت نہیں کروں گا، اس لئے مجھے امید ہے کہ تمھیں بھی میری موجودگی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا"

لیلیٰ:۔ لیکن وہ کہاں گئے ہیں؟ کب تک آئیں گے؟

حمید اللہ:۔ وہ کہیں بھی گئے ہوں تمھیں اس سے کیا غرض؟

لیلیٰ:۔ میں سمجھ گئی وہ کہاں گئے ہیں تمھیں میری جان کی قسم حمید اللہ تم مجھے صرف اتنا بتادو کہ توقیر نے اس فرنگن کو کہاں چھپا رکھا ہے اس کے عوض میں تم جو چاہو گے میں تمھیں دے دوں گی حد یہ کہ میرے پاس جتنا روپیہ اور جتنے زیور ہیں وہ سب تمھیں اس کے بدلہ میں دے دوں گی،

حمید اللہ نے پہلے تو محض لیلیٰ کو توقیر کی طرف سے بدگمان کرنے کے لئے یوں ہی خواہ مخواہ جھوٹ بول دیا تھا کہ توقیر نے ایک فرنگن چھپا رکھا ہے لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ توقیر نے زمرد کو بھگا لیا ہے اور وہ یہیں دہلی میں موجود ہے تو اس کو اپنا جھوٹ نبھانے کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ سچی بات بتا کر ہی اپنا کام بنائے گا چنانچہ اس نے انتہائی پرفریب لہجے میں کہا —— "روپے پیسے کی لالچ دے کر تم مجھ سے کوئی راز معلوم نہیں کر سکتیں —— لیکن فرض کرو کسی مصلحت سے میں نے تمھیں اس عورت کا نام اور پتہ بھی بتادیا تو تم کیا کرو گی ——

لیلیٰ:۔ میں توقیر سے نفرت کرنے لگوں گی، میں اس سے اپنی محبت کا انتقام لوں گی

میں اپنی قبائلی روایات کو زندہ کر دوں گی

حمید اللہ :۔ اچھا تو پہلے یہ قسم کھاؤ کہ تم ساری باتیں سُن کر عام عورتوں کی طرح توفیر کے سامنے دُکھڑا بیان کرنے نہیں بیٹھ جاؤ گی بلکہ جو کچھ میں کہوں گا وہی کرو گی تاکہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ـــــ

لیلیٰ :۔ "میں قسم کھاتی ہوں کہ توفیر پر اس کا حال نہیں ظاہر ہونے دوں گی اور جو تم کہو گے وہی کروں گی

حمید اللہ :۔ "تو سنو ـــــ تم سے محبت کرنے سے قبل توفیر ایک اور عورت سے محبت کرتا تھا، اور اس عورت کا نام تھا زمرد ـــــ جس نے توفیر کی محبت کے باوجود کمال الدولہ نام کے ایک جادوگر سے شادی کر لی تھی، لیکن بعد میں توفیر اسکو کمال الدولہ کے مکان سے بھگا کر یہاں دہلی لے آیا، وہ روز وہیں جاتا تھا اور اس وقت بھی اس کے پاس ہی گیا ہے تاکہ اس کو لے کر یہاں سے بھی بھاگ جائے اور تمھیں یہاں تنہا چھوڑ جائے ـــــ

لیلیٰ (غضبناک ہو کر) لیکن میں اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی ـــــ میں زمرد کا خون پی جاؤں گی۔

حمید اللہ :۔ ابھی اور سنو ـــــ تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا توفیر تمھیں دھوکا دینے کے لئے کیا پروگرام بنا رہا ہے ـــــ وہ اس عورت کو تم سے میری بہن بتائیگا اور یہ کہے گا کہ میری بیوہ بہن بھی اس سفر میں اس کے ساتھ ہو گی تاکہ ابتدا میں تمھیں کوئی شک نہ ہو اور پھر بعد میں وہ دونوں بھاگ نکلیں یا تمھیں راستہ میں کہیں چھوڑ کر فرار ہو جائیں اور تم کسی جنگل یا ویرانے میں بھٹکتی رہ جاؤ ـــــ

لیلیٰ:۔ (بے چین ہو کر) لیکن یہ توقیر کی غداری ہے

حمید اللہ:۔ اور تمہارا فرض ہے کہ تم اس کو اس غداری کی سزا دو ۔۔۔۔۔ لیکن صبر و تحمل کے ساتھ ۔۔۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ توقیر بھڑک جائے، اور پھر وہ اس طرح زمرد کو لے کر فرار ہو کہ تمہیں اس کی دھول بھی نہ مل سکے اس لئے میں جو کچھ کہوں اسی پر عمل کرو، اور جذبات کی زیادتی میں اندھی نہ ہو جاؤ ۔۔۔۔۔

یہ کہہ کر حمید اللہ نے لیلیٰ کو اپنا پورا پلان بنایا اور ہر پہلو سے اس پر روشنی ڈالی، لیلیٰ کے دل کو مضبوط کیا اور پھر دل ہی دل میں مسرور و شاداں وہاں سے رخصت ہو گیا ۔۔۔۔۔ جس وقت حمید اللہ توقیر کے مکان سے باہر نکلا تو شام ہو چکی تھی اور دہلی کی سڑکوں اور گلیوں میں یہ افواہ بہت تیزی سے گرم تھی کہ انگریز فوجیں کشمیری دروازہ سے محض چند سو گز کے فاصلہ پر اپنی نئی مورچہ بندی کر رہی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ جب صبح ہو تو دہلی خون کے آنسوؤں میں نہا چکی ہو لال قلعہ کی ساری عظمت خاک میں مل چکی ہو اور مغلیہ سلطنت کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے گل ہو چکا ہو

(۴۹)

سقیفت اور کمال الدولہ کو ایک دوسرے سے جدا ہوئے عرصہ ہو چکا تھا اور اس دوران میں سقیفت کو اپنے واحد دوست کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی، چنانچہ ایک دن اس نے چاہا کہ عالم تصور میں ڈوب کر کے نہ صرف کمال الدولہ کو دیکھے بلکہ اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر لے کہ آخر اس نے اس دوران میں زمرد کو تلاش کرنے کے لئے کیا کوششیں کیں، اس ارادے سے وہ اپنے

مخصوص کمرے میں داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ اس کی نگاہ میز پر رکھے ہوئے ایک لفافہ پر پڑی جواب سے چند منٹ پیشتر اس میز پر نہیں تھا، لفافہ دیکھتے ہی سقیفت سمجھ گیا کہ یہ خط کمال الدولہ کا ہے ____ اس نے جلدی سے لفافہ چاک کیا اور اسے پڑھنا شروع کیا۔

سقیفت ____ میرے حبیب خاص ____

تمھیں وہ دن یاد ہوں گے جب ہم دونوں روم میں رہتے تھے، شہنشاہ نیرو پورے ملک پر انتہائی ظلم و تشدد کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور پھر ایک دن اس نے ایک شاعر کی نظم سن کر اس نظم کا عملی لطف حاصل کرنے کے لئے پورے روم کو جلوا ڈالا تھا ____ تمھیں تو وہ دردناک چیخیں بھی یاد ہوں گی جو آتش زدگی کے وقت پورے روم سے بلند ہو رہی تھیں ____ روم جل رہا تھا اور روم کا بادشاہ بربط بجا رہا تھا، سقیفت میں نے تمھیں یہ واقعہ اس لئے یاد دلایا کہ آج کل جس شہر میں میں موجود ہوں اس کی بھی یہی حالت ہے ____ یعنی دہلی جل رہی ہے اور دہلی والوں کو اس کی تپش تک نہیں محسوس ہو رہی ہے، یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ہم دونوں کا نہ مرنے والا دماغ اس دنیا کی تاریخ کا مدفن بنتا جا رہا ہے اور ہماری زندگیاں ایک ضخیم تاریخی کتاب کا ورق بن گئی ہیں اس لئے جب میں نے یہاں دہلی میں قتل و غارت گری کی بے تحاشہ گرم بازاری دیکھی تو بہت سی بھولی ہوئی یادیں تازہ ہو گئیں ____ جب انسان نے انسان کا خون بہا دیا تھا ____ خدا کی قسم سقیفت، میں نے اس دنیا کی بہت سی سلطنتوں کو تباہ ہوتے اور قوموں کو برباد ہوتے دیکھا ہے لیکن دہلی آکر میں نے جو کچھ دیکھا اس نے بعض اوقات میرے رونگٹے کھڑے کر دئے اور مجھ سے یہاں کے مناظر نہیں دیکھے جا سکے۔

اب تم پوچھو گے کہ میں دہلی کیسے پہنچا؟

تم سے رخصت ہو کر میں سیدھا آگرہ آیا یہاں مجھے زمرد کا خط ملا اور یہ اطلاع ملی کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے ۔۔۔۔ میں جانتا تھا کہ اس کی تلاش میں میرا مقدس علم میری کوئی مدد نہیں کر سکے گا اور آئینۂ لاہوتی میں مجھے اس کا دھندلا سا عکس بھی نہیں دکھائی دے گا لیکن پھر بھی میں مایوس نہیں ہوا، اور میں نے ہمت نہ ہارتے ہوئے محض اپنی عقل کی مدد سے اس کی تلاش شروع کر دی ۔۔۔۔ میں آگرہ سے متعدد مقامات گیا، شہروں شہروں اس کو ڈھونڈھا اور پھر دہلی آیا ۔۔۔۔ اور اس کے آبائی مکان گیا جو اب تک اس کے بدن کی خوشبو سے معطر تھا ۔۔۔۔ یہاں پہنچ کر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ زمرد اس مکان میں چند روز تک ٹھری تھی اور اس کے بعد یہاں سے بھی چلی گئی ۔۔۔۔ اس زمانے میں چوں کہ دہلی میں بغاوت پورے شباب پر تھی اسلئے میں اس نتیجہ پر تو پہنچ ہی گیا کہ زمرد اس بحرانی دور میں دہلی سے باہر نہیں جا سکتی اور وہ اسی شہر میں کسی دوسرے مکان پہ ہو گی چنانچہ اس کے بعد سے اب تک میں دہلی میں ہوں اور اس کو تلاش کر رہا ہوں اسقیطن ۔۔۔۔ عالم تصور میں میری آنکھوں نے کئی بار تو قیر کو دیکھا ۔۔۔۔ لیکن جب وہ زمرد سے ملنے کے لئے جاتا ہے تو میرا یہ تصور ٹوٹ جاتا ہے اور میری نظریں دھندلی ہو جاتی ہیں ۔۔۔۔ میں نے عالم تصور میں اپنے معصوم بچے کو بھی دیکھا ہے لیکن مجھے وہ اسی وقت دکھائی دیتا ہے جب زمرد اس سے دور ہوتی ہے اور وہ جھولے میں تنہا لیٹا ہوتا ہے ۔۔۔۔ میں اس کو مسکراتے دیکھتا ہوں اور میری روح اس کی روح سے باتیں شروع کر دیتی ہے ۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے، مجھے اس مکان کی بھی خبر نہیں جہاں وہ اپنا بچپن گذار رہا ہے لیکن میں جب چاہتا ہوں اس کو دیکھ لیتا ہوں اور پھر یہ بھی دیکھ لیتا ہوں کہ

سمارع کا بھیانک وجود اس کے بالکل قریب موجود ہے ـــــــ

سقیف ـــــ کیا سمارع سے میری آخری جنگ میں تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟ تم جانتے ہو کہ سمارع کون ہے اور اس کی بظاہر نہ ختم ہونے والی زندگی کا کیا مقصد ہے اس کا وجود خود ہمارے فرقہ کے لئے کتنا تباہ کن ہے؟ اس لئے کیا اس آخری جنگ میں جو میں اس سے لڑنے والا ہوں کیا تم میری مدد نہیں کرو گے؟

یہ ٹھیک ہے کہ میں نے اپنے علم کی مدد سے ابتدا ہی میں اپنے بچے کو بیماریوں اور مصیبتوں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دی ہے اور اپنے اصول قربان کر کے اس کی روح کو بہادر اور مضبوط بنا دیا ہے لیکن پھر بھی سمارع جو ہر وقت اس کے پاس موجود رہتا ہے اور جس کی زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ فرقۂ گردگانہ کو ہمیشہ دو ہی آدمیوں پر مشتمل رہنے دے اس کے لئے ایک خطرہ تو ہے ہی ـــــ سقیف۔ شاید تمھیں نہیں معلوم کہ میں نے عالم تصور ہی میں اپنا سب کچھ اپنے بچے کی روح کو سونپ دیا ہے اور میرے بعد تمھیں خود بخود میرا وجود اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ میرے بچے میں مل جائے گا اس لئے اب تو تمہارا بھی فرض ہے کہ تم اس کی مدد کرو اور سمارع کو اس کا موقع نہ دو کہ وہ فرقۂ گردگانہ کے ایک ایسے ممبر کو جو ابھی اپنی ماں کی گود میں ہے اپنی غذا بنا لے۔

سقیف ـــــ چار ہزار سال ہو گئے مجھے موت سے مقابلہ کرتے کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمھاری طرح موت کو اپنے بس میں بھی کر لیا ہے لیکن اب مجھے دہلی کے بعض مناظر دیکھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے جیسے موت کو اپنے قابو میں کر کے میں نے ایک سخت غلطی کی ـــــ مجھے تو اسی دن دریائے نیل میں ڈوب کر مر جانا چاہئیے تھا جس دن سمارع نے جو اس وقت تک میری لامحدود اور غیر فانی قوتوں سے نا واقف

تھا آج سے چار ہزار برس پیشتر کاہن اعظم کی حیثیت سے مجھے دریائے نیل کے اس حصے میں پھنکوا دیا تھا جہاں تیب مگرمچھ اپنی غذائی تلاش میں ہر وقت منھ پھاڑے پڑے رہتے تھے — سقیف — زندگی اور موت کے بارے میں میرا عقیدہ دن بہ دن کمزور ہوتا جارہا ہے اور اب میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ موت در اصل ایک نہایت تسکین بخش نعمت ہے جو خدا اپنے بندے کو بخشتا ہے۔ میں سوچتا ہوں موت میں کتنا سکون ہوتا ہے اور موت کا ایک ہی وار انسان کو کیسی کیسی اُلجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دلا دیتا ہے — موت تو نجات کا ایک دوسرا نام ہے سقیف — موت ہی تو وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے رب کے حضور میں پہنچ سکتے ہیں اور اس نور کی زیارت کر سکتے ہیں جس نے اس پوری کائنات کو روشن و منور کر رکھا ہے — میں سوچتا ہوں موت سے بھاگنا کتنی بڑی نادانی، کتنی بڑی خود فریبی اور کتنی بڑی غلطی ہے زندگی کا یہ کتنا افسوسناک پہلو ہے کہ ہم موت کو زہر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ شہد ہے — شہد کا ایک ایسا جام جو ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لافانی بنا سکتا ہے —

سقیف — میں نے یہاں وطن میں دیکھا کہ ہزاروں انسانوں نے آزادی کی خاطر کس طرح زندگی کے مقابلہ پر موت کو ترجیح دی، کس طرح بڑھ بڑھ کر موت کے جام اُٹھائے اور پی لئے — مسکراتے رہے اور گولیاں کھاتے رہے — ہنستے رہے اور زندگی کو الوداع کہتے رہے — کیسے عظیم انسان تھے یہ انسان انھوں نے تو مر کر مجھے وہ سبق پڑھا دیا جو فرقہ کردگانہ کی مقدس تعلیم بھی مجھے نہ دے سکی کسی نیک مقصد کے لئے زندگی کو موت کے حوالے کر دینا بھی تو دنیا کا سب سے مقدس کام ہے — پھر سقیف میں یہ مقدس کام کیوں نہ کروں — میں اس دنیا کو سمائع

سکے تجس بھوت سے نجات دلانے کے لئے زندگی اور موت کی جنگ کیوں نہ لڑلوں ——

میں سوچتا ہوں کہ اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا بھی کوئی زندگی ہے موت تو فرشتۂ رحمت ہوتی ہے میرے دوست —— پھر میں اس فرشتۂ رحمت کی آمد کو لبیک کیوں نہ کہوں ——

میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں جب چاہتا ہوں اپنی روحانی آنکھوں سے اپنے بچے کو دیکھ لیتا ہوں اور اس کو دعائیں دے دیتا ہوں —— ابھی وہ اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محسوسات کی دنیا میں رہ کر بھی مجھے دیکھ سکے، وہ میرے دل کی دھڑکن بھی نہیں سن سکتا—— وہ اپنی ماں سے یہ سوال بھی نہیں کر سکتا کہ اس نے اس کو اس کے باپ سے کیوں جدا کر دیا؟

زہرہ نادان تھی سقیف ——!! خیالی خوف سے بھاگتے وقت اس نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ ایک خیالی خوف سے بھاگ کر ایک حقیقی خوف کے منھ میں جا رہی ہے میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ وہ آجکل کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ضرور ہے اور جس خوف سے بچ کر وہ بھاگی تھی اس نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

سقیف —— یہاں دہلی کا آجکل عجیب عالم ہے، حالانکہ یہاں بغاوت ہے اور بظاہر یہاں انگریزوں کا کوئی وجود نہیں لیکن ان کے ہزاروں جاسوس دہلی کی سڑکوں، گلیوں حد یہ کہ لال قلعہ تک میں پھیلے ہوئے ہیں، خدا کی قسم یہ جاسوس ہر شخص کو اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ہیں اور صرف اس دن کا انتظار دیکھ رہے ہیں جب انگریز فوجیں فتح کا بگل بجاتی دہلی میں داخل ہوں گی، یہ جاسوس مجھے بھی اپنی نگاہوں میں چڑھائے ہوئے ہیں لیکن جب بھی وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ایک تیز نگاہ ڈال کر

ان کا علاج کر دیتا ہوں ——— الغرض یہاں کا ایک عجب عالم ہے، ہر شخص ایک دوسرے سے مشکوک ہے اور ہر طرف موت اور زندگی کی لڑائی لڑی جا رہی ہے، پورا دہلی ایک میدان جنگ بنا ہوا ہے اور زمرد اسی میدان جنگ کے کسی گوشے میں موجود ہے ———

سقیفت ——— میں سچ کہتا ہوں کہ آیندہ چند دنوں کے اندر دہلی میں ایک بڑا خونی ڈرامہ دکھایا جائے گا ——— تم اگر چاہو تو اس ڈرامہ کو دیکھنے کے لئے آسکتے ہو اس لئے کہ میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس ڈرامے میں بطور ایکٹر شریک ہو جاؤں ——— شاید اس طرح سے زمرد مل جائے ——— تم کہو گے وہ کیسے؟ تو اس کا جواب تمھیں آئینہ لاہوتی میں مل سکتا ہے، میرا آئینہ تو زمرد کا عکس دیکھتے وقت بالکل دھندلا ہو جاتا ہے

تمہارا ——— موقف تطہیری

(۵۰)

حمید اللہ سے جدا ہو کر جب توقیر دہلی دروازے کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جنرل بخت خاں کی وہ فوج جس کے ذمہ اس پورے علاقے کی حفاظت کا کام سونپا گیا تھا وہاں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے بجائے مرزا مغل کی کمزور سپاہیوں پر مشتمل فوج موجود ہے، وہ سمجھ گیا کہ مرزا مغل اور جنرل بخت خاں کے باہمی اختلافات رنگ لے آئے لیکن اس کو تو زمرد کی فکر تھی اس لئے اس نے اپنی توجہ اس مسئلہ پر مبذول نہیں کی اور شہر پناہ سے باہر نکل آیا ——— اور مبارک پور کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ذہن کے ہر گوشے میں اس وقت زمرد بسی ہوئی تھی، اس کو یقین ہو چکا تھا کہ دہلی کا زوال قریب ہے اور اسی لئے وہ مضطرب تھا کہ کسی طرح جلد از جلد زمرد

تک پہنچ کر اس کو نقل مکان کے لئے آمادہ کرے ـــــ اِدھر تو قبر گو جروں کی نگاہوں سے بچتا بچاتا مبارک پور کی طرف بڑھ رہا تھا اور ادھر مبارک پور میں زمرد اپنے مکان کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھی اپنے بچے کو دیکھ رہی تھی ـــــ جو اُداس اُداس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا ـــــ

وہی زمرد جس کے حسن کا چرچہ ایک زمانے میں دہلی کی گلی کوچوں میں پھیلا ہوا تھا آج بالکل زرد اور بیمار نظر آ رہی تھی، اس کے لبوں کا تبسم رخصت ہو گیا تھا، اُداسیوں اور فکروں نے اس کے چہرہ کا سارا رنگ پن چھین لیا تھا اور اس کے دماغ کی اُلجھنوں نے اس کا سارا سکونِ حیات درہم برہم کر دیا تھا ـــــ لیکن اس کے باوجود زمرد پچھتا نہیں رہی تھی، اس کو اس کا کوئی غم نہیں تھا کہ اس نے کمال الدولہ کو چھوڑا کیوں کہ اب بھی اس کو یہ یقین تھا کہ اس نے کمال الدولہ کے مکان سے بھاگ کر اپنے بچے کو جادو کے اثرات سے بچا لیا تھا ـــــ حالانکہ اس کے بچے کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی ـــــ بچہ کی پر اسرار حرکتیں اب بھی باقی تھیں۔ بچہ کی طرف دیکھ کر اب بھی زمرد کو یہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اب بھی آسیب زدہ ہے اور کوئی اور ہی طاقت اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ بچہ کی نیند حسبِ سابق اب بھی اتنی گہری ہوتی تھی کہ اگر بجلی بھی گرتی تو اس کو خبر نہ ہوتی ـــــ وہ سوتے سوتے اب بھی اپنے ہاتھوں کو اس طرح بلند کرتا جیسے وہ فضا میں کسی سے ہاتھ ملا رہا ہے، اکثر اس کے لب اس طرح ہلتے جیسے وہ کسی سے باتیں کر رہا ہے، جس وقت اس کی یہ کیفیت ہوتی اس وقت بچے کے چہرے پر تازگی اور مسرت جھلکنے لگتی اور وہ بے انتہا خوش نظر آتا جیسے اسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہو ـــــ اکثر اوقات اس کا بچہ

خلاء میں گھورتا رہتا جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہا ہو، بچہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر وہ بچہ کی طرف مخاطب ہوتی لیکن بچہ سے نظریں ملاتے ہی اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے یہ آنکھیں کسی بچے کی نہیں، ان آنکھوں سے بچپن کے بجائے بڑھاپا جھانکتا نظر آتا اور زمرد اس بچے کی ماں ہونے کے باوجود اس سے ڈر جاتی، لرز جاتی، اسکا دل تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگتا اور وہ سوچنے لگتی کہ یقیناً کمال الدولہ اب بھی اس پر جادو کر رہا ہے اور بچہ سے دور رہنے کے باوجود اس کے پاس ہی موجود رہتا ہے —

اس بچہ میں ایک اور خصوصیت تھی، وہ سوتا تو اتنی گہری نیند کہ زمرد کے لاکھ جگانے پر بھی بیدار نہ ہوتا، خود ہی بیدار ہوتا اور بیداری کے بعد جب آنکھیں کھولتا تو اس طرح چاروں طرف دیکھتا جیسے وہ کسی چیز کو تلاش کر رہا ہے ——— اور پھر جب تھک کے وہ ماں کی طرف دیکھتا تو اس کی آنکھوں سے غم و افسوس جھلکنے لگتا جیسے اسے اس وقت اپنی ماں کی نہیں کسی اور کی ضرورت تھی جو عالم خواب میں اس کے نزدیک تو تھا لیکن جیسے ہی اس کی آنکھ کھلی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا

اس دن بھی زمرد دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے بچے کے قریب بیٹھی ہوئی کمال الدولہ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اچانک توقیر علی خاں غیر معمولی گھبراہٹ کے ساتھ مکان میں داخل ہوا، زمرد اس کو دیکھتے ہی چونک پڑی اور پھر انتہائی درد بھرے لہجہ میں بولی

"توقیر ——— آخر تم اتنے دن کہاں رہے جو تم نے پلٹ کر میری خبر بھی نہ لی ———"

توقیر:- غنیمت سمجھو زمرد کہ میں اتنے دنوں کے بعد ہی آ گیا، ورنہ آجکل دہلی میں کسی کی زندگی کی اُمید باقی نہیں ہے ——— انگریز فوجیں فتح کے بالکل قریب ہیں ہم باغیوں کے قدم عملی طور سے اُکھڑ چکے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ کسی وقت انگریزی فوجیں دہلی

یہاں داخل ہو جائیں گی

زمرد :- یہ خبر تو تم نے اور بھی زیادہ وحشتناک سنائی ــــ وہی تو میں کہوں کہ کل رات کو مبارک پور کی چھوٹی سی آبادی میں کیوں ہل چل مچی ہوئی تھی، توقیر ــــ کل رات کو یہاں کی بیشتر آبادی یہاں سے بھاگ گئی ــــ سب کہتے تھے کہ انگریز یہاں آکر ایک ایک آدمی کو قتل کر ڈالیں گے،

توقیر:- خدا کی قسم زمرد ــــ میں نہیں بیان کر سکتا کہ آنے والے واقعات کے خوف سے میرا دل محض تمہاری وجہ سے کتنا کانپتا جا رہا ہے ــــ آج میں سوچتا ہوں کہ کاش ابتدا میں مجھ بدنصیب نے کمال الدولہ کی بات مان کر تم سے شادی کر لی ہوتی اور تمھیں لے کر حیدر آباد چلا گیا ہوتا تو یہ تمام مصیبتیں کیوں برداشت کرنا پڑتیں ــــ بہرحال اب پچھلی باتوں کو یاد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ــــ اور میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اب جب کہ تم نے مجھ پر اتنا بھروسہ کیا ہے میں تمہارے بھروسہ کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا ــــ یہ ٹھیک ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور بڑی سچی محبت کرتا ہوں لیکن یہ محبت، بالکل ایسی ہی ہے جیسی کہ ایک بھائی کو بہن سے ہوتی ہے ــــ اور تمہارے بارے میں میرے احساسات وہی ہیں جو ایک بھائی کے اپنی بہن کے بارے میں ہوتے ہیں ــــ زمرد ــــ آج میں تم سے بہت سی باتیں کرنے آیا ہوں، کیوں کہ ہو سکتا ہے آج کے بعد تم سے کوئی تفصیلی گفتگو نہ ہو سکے ــــ میں فیصلہ کر چکا ہوں زمرد کہ میں تمھیں آگ اور خون کی اس ہولی سے بچا کر کسی محفوظ ترین مقام پر پہنچا دوں جہاں میری بہن سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکے ــــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری

یہ نیکی اور میرا یہ نیک اقدام اس خبیث روح کو بالکل ناپسند ہوگا جو مجھ پر سوار ہے اور جو ادھر چند ماہ سے مجھے نظر نہیں آتی لیکن میں جان کی بازی لگا کر اس بھوت کا مقابلہ کر لوں گا ــــ میں ایک مرتبہ اس سے بھی زندگی اور موت کی لڑائی لڑ لوں گا تاکہ اگر زندہ رہوں تو آئندہ نیک زندگی بسر کر سکوں ــــ"

یہ کہہ کر توقیر کے ماتھے پر پسینہ آگیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا کیوں کہ ایک عرصہ کے بعد یہ جملہ کہتے ہی وہ خبیث روح پھر اس کی نظروں کے سامنے آگئی تھی، توقیر نے مناسب نہیں سمجھا کہ وہ زمرد کو یہ بتا دے کہ اس وقت وہ بھوت اسکی نظروں کے سامنے موجود ہے اور اپنی بھیانک آنکھوں سے اس کو ڈرا رہا ہے چنانچہ اپنی حالت پر قابو پانے کے لئے وہ کچھ دیر تک خاموش رہا اور خاموشی کے ساتھ بھوت کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس نے دیکھا کہ بھوت رفتہ رفتہ زمرد کے بالکل قریب آکر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا ہے ــــ توقیر کو خاموش دیکھ کر زمرد کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ توقیر خود ہی بول پڑا ــــ " میں اس بھوت سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور اسی لئے میں نے دہلی سے بھاگ نکلنے کا پروگرام بنایا ہے ــــ ہم اس شہر کو ہی چھوڑ دیں گے تم بھی میرے ساتھ ہو گی اور لیلیٰ بھی ــــ تاکہ مجھے بیک وقت ایک بہن اور بیوی کی محبتیں حاصل رہیں اور میں ایک خوش گوار زندگی بسر کر سکوں ــــ

زمرد :- لیکن توقیر ــــ میرا دل اب یہاں سے جانے کو نہیں چاہتا ــــ کل رات کو میں نے کمال الدولہ کو بھی خواب میں دیکھا تھا ــــ ان سے جدا ہونے کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب وہ مجھے خواب میں نظر آئے، توقیر، انھوں نے میرے

سارے قصور معاف کر دئے اور کہا ـــــ "زمرّد مرنے سے پہلے تم ایک مرتبہ مجھ سے ضرور ملوگی ـــــ"

توقیر:۔ اس بھیانک انسان کا تذکرہ نہ کرو زمرّد ـــــ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں اس سے نجات دلا دی ـــــ

توقیر کو جواب دینے سے قبل زمرّد نے اپنے بچّے کی طرف غیر ارادی طور پر دیکھا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بچہ توقیر کی طرف انتہائی غصّہ کی نظروں سے دیکھ رہا ہے بالکل اس طرح جیسے وہ اپنے باپ کی مذمّت سُننے کے لئے تیّار نہیں تھا ـــــ زمرّد نے بچّہ کو گود میں اُٹھالیا اور وہ توقیر کو اس کی بات کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ توقیر خود ہی بول اُٹھا ـــــ "میں پوچھتا ہوں آخر تم یہاں سے بھاگنا کیوں نہیں چاہتیں کیا تم ماں ہو کر اپنے بچّے سے دشمنی کرنا چاہتی ہو ـــــ کیا تمھیں اس کا احساس ہے کہ اگر یہاں تم پر کوئی ناقابل بیان مصیبت پڑی تو تمہارے بچّہ کا کیا انجام ہوگا ـــــ اگر کوئی خوں خوار انگریز تمہارے حسُن پر فریفتہ ہو گیا تو تمہاری بے عزّتی کرنے کے علاوہ وہ تمہارے بچّہ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا ـــــ؟

زمرّد:۔ "اچھا خیر ـــــ تم جیتے اور میں ہاری ـــــ میں یہاں سے بھاگنے کے لئے تیار ہوں ـــــ لیکن کب ـــــ؟

توقیر:۔ "کل رات کو میں پھر تمہارے پاس آؤں گا، اس وقت تک میں سفر کی تمام تیاریاں مکمل کر لوں گا اس لئے تم بھی بالکل تیار رہنا ـــــ"

یہ کہہ کر توقیر زمرّد کے بچّے کے رخساروں کا ایک پیار لینے کے بعد وہاں سے رخصت ہو گیا ـــــ مکان سے باہر نکلنے کے بعد وہ کافی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا

رہا اور اس کے بعد وہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا —— اس وقت توقیر اپنی ذہنی پریشانیوں میں انتہائی اُلجھا ہوا تھا اور اس کو اپنے گرد و پیش کی بالکل خبر نہیں تھی لیکن اگر یہ حالت نہ ہوتی تو وہ یہ ضرور دیکھ لیتا کہ اسکے بالکل قریب دیوار کی آڑ میں ایک آدمی چھپا کھڑا ہوا تھا جو اس کے پیچھے ہی پیچھے خود بھی دہلی کی طرف جا رہا تھا ——

(۵۱)

حوض قاضی میں اپنے مکان پہنچ کر توقیر نے لیلیٰ کو آواز دی تاکہ وہ اس کو بھی فرار کے پروگرام سے مطلع کر دے اور اس کو یہ بھی بتا دے کہ حمید اللہ کی بہن بھی اس سفر میں اس کے ہمراہ ہو گی کیوں کہ اس کو یقین تھا کہ حمید اللہ نے اس کی عدم موجودگی میں لیلیٰ کو ہموار کر لیا ہو گا —— اور یہ واقعہ ہے کہ لیلیٰ نے اس دن ظاہرداری میں کمال کر دیا توقیر کی پوری بات سن کر اس نے اپنے چہرے سے یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ اسے پہلے سے ساری باتوں کا علم ہے، اس نے حسب معمول توقیر سے بہت خوش ہو ہو کر باتیں کیں اور اس سے یہاں تک کہہ دیا کہ حمید اللہ کی بہن سے مل کر وہ بہت خوش ہو گی کیوں کہ اس طرح اسے ایک سہیلی بھی مل جائے گی ——

اب توقیر کو لیلیٰ کی طرف سے کوئی شک نہیں تھا وہ بہت خوش تھا کہ حمید اللہ نے اس بحرانی وقت میں جب کہ کوئی شخص ایک دوسرے کا شریک نہیں ہے اس نے حق دوستی ادا کر دیا، وہ اس رات کو اجمیری گیٹ کی کمان سنبھالنے کے لئے مورچہ پر بھی نہیں گیا اور ایک آدمی کے ذریعہ یہ اطلاع بھجوا دی کہ اس کی طبیعت خراب ہے

اس کو تو بس صبح کا انتظار تھا اور پھر آنے والی شام کا جب کہ وہ لیلیٰ، زمرّد اور حمید اللہ کے ساتھ دہلی سے فرار ہو چکا ہوگا —— ساری رات وہ سوتا رہا اور آیندہ زندگی کے حسین خواب دیکھتا رہا —— لیکن جب صبح ہوئی تو اس کے تمام خواب چکنا چور ہو چکے تھے —— اس کے ہی نہیں تمام باغی ہندوستانیوں کے خواب منتشر ہو چکے تھے، سڑکوں اور گلیوں میں ہر طرف ایک شور برپا تھا —— وہ گھبرا کر مکان سے باہر نکلا تو اسے یہ خبر سنائی گئی کہ انگریز فوجیں دہلی میں داخل ہو گئیں —— بہادر شاہ ظفر لال قلعہ چھوڑ کر ہمایوں کے مقبرہ چلے گئے انگریزوں نے چاندنی چوک میں کوتوالی کے سامنے پڑاؤ ڈال دیے اور ان کی فوجیں دہلی میں ہر طرف قتل و لوٹ مار کرتی پھر رہی ہیں ——

ایک رات کے اندر ہی اندر دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے بجائے جنرل ہڈسن کی حکومت قائم ہو چکی تھی —— ابھی توقیر آئندہ کے بارے میں مزید کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے دیکھا حمید اللہ معمول کے بالکل برعکس انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ اس کے مکان کی طرف آ رہا ہے، حمید اللہ نے اس کو دیکھتے ہی اسے گھر کے اندر چلنے کا اشارہ کیا —— دونوں یکے بعد دیگرے مکان میں داخل ہوئے جہاں پہنچکر حمید اللہ نے مسکرا کر توقیر سے کہا —— "باغی ختم ہو گئے توقیر —— بھاگنا ہے تو آج ہی رات کو یہاں سے بھاگ چلو ——"

توقیر:۔ "لیکن ابھی تک میں نے روپے کا انتظام نہیں کیا ہے"

حمید اللہ:۔ "روپے کیسے —— سفر میں روپے کی کیا ضرورت ——"

توقیر:۔ "نہیں حمید اللہ —— سفر میں نہیں آیندہ زندگی میں تو روپیے کی شدید ضرورت

ہوگئی ہی ـــــ میں نے بغاوت کے دوران میں بہت کافی سونا اور جواہرات لوٹ مار کر جمع کر لیا تھا جس کی مالیت کئی لاکھ روپے کی ہے اور اس کو ایک آہنی صندوق میں بند کر کے فیروز شاہ کوٹلہ کے قریب ایک بوسیدہ دیوار کے نیچے دفن کر دیا تھا ـــــ مجھیں بتاؤ اس دولت کو چھوڑنا کتنی بڑی نادانی ہوگی۔

حمید اللہ :۔ " تو جا کر اس کو کھود لاؤ ـــــ میں یہاں تمھارا انتظار دیکھتا رہونگا۔"

توقیر :۔ " لیکن اس وقت دن کی روشنی میں تو اس کو نہیں کھودا جا سکتا، اگر فاتح فوج کے کسی سپاہی کی نظر پڑ گئی تو ـــــ ؟

حمید اللہ :۔ " تو رات کو کھود لانا ـــــ "

توقیر :۔ " لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس وقت کہاں سر چھپایا جائے، اگر کسی نے میری مخبری کر دی اور کسی انگریز کو بھی پتہ چل گیا کہ کئی انگریز افسروں کا قاتل یعنی میں اس جگہ موجود ہوں تو تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ چند لمحات کے اندر میرا کیا انجام ہو جائے گا۔"

حمید اللہ :۔ " میرے خیال میں تم لیلیٰ کو نہیں چھوڑ دو اور خود مراد کے یہاں چلے جاؤ، اس کا اس بغاوت میں کوئی خاص حصہ نہیں رہا ہے اس لئے اس کے مکان کی طرف کوئی انگریز رُخ بھی نہیں کرے گا، پھر جب دن تاریکی کی آغوش میں چھپ جائے تو تم وہاں سے نکل کر پہلے تو فیروز شاہ کوٹلہ جا کر اپنا خزانہ کھود لینا اس کے بعد میری بہن زمرد کو لے کر یہاں چلے آنا ـــــ میں لیلیٰ کے ساتھ یہاں تمہارا منتظر رہوں گا ـــــ "

توقیر :۔ " یہ تجویز ٹھیک ہے ـــــ اچھا تو میں چلا (لیلیٰ سے مخاطب ہو کر) لیلیٰ میں اسی وقت جا رہا ہوں ـــــ کیوں کہ میرا یہاں رہنا واقعی خطرے سے خالی

نہیں، شام کے بعد تم بالکل تیار رہنا ——"

لیلیٰ کا جواب سُنے بغیر توقیر وہاں سے روانہ ہوگیا اور حمید اللہ نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ لالچی نظروں سے لیلیٰ کے حسین چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا —— "توقیر کا پروگرام تو تم نے سُن لیا لیکن میرا پروگرام بھی تمھیں یاد ہے ——" اور لیلیٰ چوٹ کھائی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی —— "بالکل یاد ہے حمید اللہ —— تم مجھے ایک دفعہ اس منحوس عورت کی شکل دکھا دو اور اس کے بعد تم وہی کرنا جو تم مجھ سے کہہ چکے ہو

حمید اللہ :- "وعدہ پختہ ہے نا ——"

لیلیٰ :- "بالکل پختہ —— جیسے کوئی پہاڑی چٹان —— لیلیٰ خوب جانتی ہے کہ اسے کیا کرنا ہوگا" یہ جملہ کہہ کر لیلیٰ نے کچھ ان نظروں سے حمید اللہ کی طرف دیکھا کہ اگر حمید اللہ عقلمند ہوتا تو اسے فوراً محسوس ہو جاتا کہ لیلیٰ کی نگاہوں سے اس وقت نفرت برس رہی ہے، حمید اللہ پر اس کی ملامت بھری نظریں پڑ رہی ہیں ایسی نظریں جس سے وفا کے بجائے دھوکا اور فریب ٹپک رہا تھا —— لیلیٰ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ لیلیٰ کی نگاہوں سے ظاہر ہو رہا تھا لیکن حمید اللہ تو اس وقت صرف اس کے حسین چہرے کے خدوخال میں مگن تھا اس کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ لیلیٰ اس وقت کیا سوچ رہی ہے ——

لیلیٰ اور حمید اللہ اسی طرح کافی دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اس کے بعد حمید اللہ بھی وہاں سے نکل کر سڑک پر آگیا، سڑک پر آکر اس نے پہلے تو کچھ دیر تک سوچا اور اس کے بعد چاندنی چوک کی طرف روانہ ہوگیا —— جب کہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس وقت چاندنی چوک میں

ہڈسن[1] ایک خوں خوار بھیڑیے کی طرح بیٹھا ہوا باغی لیڈروں کے قتل کے احکامات صادر کر رہا ہے

اس وقت حمید اللہ بہت خوش تھا، اس کا سارا پروگرام کامیاب ہو رہا تھا، سازش مکمل تھی، لیلیٰ اس سے بچ کر جا نہیں سکتی تھی، توقیر کا سارا خزانہ اس کا اپنا ہونے والا تھا اور توقیر کے سارے خواب ادھورے ہونے والے تھے ـــــ وہ خوش تھا کہ آج وہ سب کچھ حاصل کرے گا، لیلیٰ کا حسن اور جوانی بھی، توقیر کی دولت بھی اور ہڈسن کی نظر عنایات بھی ـــــ رہی زمرد تو اس کے بارے میں وہ ایک اور فیصلہ کر چکا تھا ـــــ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد میجر ہڈسن سے مل کر اس کو فتح کی مبارک باد پیش کر دے چنانچہ اپنے خیالات میں غرق تھوڑی دیر کے بعد وہ چاندنی چوک پہنچ گیا جہاں کوتوالی کے سامنے میجر ہڈسن نے اپنی عارضی فوجی عدالت قائم کر رکھی تھی جس وقت وہ عدالت کے قریب پہنچا دو انگریزوں نے اسے روک لیا لیکن حمید اللہ نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر انھیں دکھایا جس کے بعد ان دو انگریزوں میں سے ایک نے جا کر ہڈسن کے کان میں کچھ کہا اور ہڈسن نے آنکھ کے اشارے سے حکم دیا کہ آنے والے کو اس کے پاس بھیج دیا جائے ـــــ

حمید اللہ جب ہڈسن کے قریب آیا تو اس کے مکروہ چہرے پر خوف کی کوئی علامت نہ تھی وہ بالکل نڈر ہو کر ہڈسن کے سامنے کھڑا ہو گیا ہڈسن نے اس کو بغور دیکھنے کے

---

[1] یہ ایک انگریز فوجی افسر تھا جس نے غدر کے بعد دہلی دروازہ کے باہر بہادر شاہ ظفر کے لڑکوں کو قتل کر کے ان کا خون پی لیا تھا ـــــ ہڈسن کے ظلم و ستم کی کہانیاں دہلی کی تاریخ میں آج بھی موجود ہیں اور شاید ہمیشہ باقی رہیں گی۔

بعد اس سے کہا ــــــ "کہو کیا بات ہے حمید اللہ ــــــ"

حمید اللہ :- آپ کی کامیابی کی مبارک باد دینے آیا ہوں اور اس کے علاوہ ایک اور خاص بات ہے جو میں آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا تھا ــــــ۔

ہڈسن :- میں جانتا ہوں کہ تم اپنی خدمات کا معاوضہ لینا چاہتے ہو، اچھا لیکن جو کچھ کہنا ہو بے تکلف کہہ دو کیوں کہ میں تمہاری قدر کرتا ہوں

حمید اللہ :- میں اس وقت اپنی خدمات کا معاوضہ لینے نہیں آیا ہوں بلکہ ایک اور خدمت کرنے آیا ہوں، ایسی خدمت جو ایک عرصہ تک میری یاد آپ کے دل میں باقی رکھے گی

ہڈسن :- تو جلدی کہو میرے پاس گفتگو کرنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے

حمید اللہ :- حضور ــــــ میں آپ کی خدمت میں ایک انتہائی حسین اور خوبصورت ہندوستانی عورت کا تحفہ پیش کرنے آیا ہوں ــــــ مجھے یقین ہے کہ یہ عورت آپکے جسم کی ساری تھکاوٹ دور کر دے گی اس کے علاوہ میں آپکو ایک انتہائی مشہور باغی کا پتہ بتانے آیا ہوں جو آج بھی جب کہ بغاوت بالکل ہی ختم ہو چکی ہے آپ سے مقابلہ کرنے کی اسکیمیں بنا رہا ہے ــــــ۔

ہڈسن :- کون ہے وہ بدنصیب ــــــ

حمید اللہ :- توقیر علی خاں ــــــ حضور ــــــ اور وہ آج رات کو دس بجے حوض قاضی میں اسی عورت کے ساتھ جس کو میں آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں موجود ہوگا ــــــ

ہڈسن :- تم مکان کا پتہ لکھ دو ــــــ

حمید اللہ :- میں چاہتا ہوں کہ اس کا مکان گھیر لیا جائے ــــــ اور جیسے ہی وہ مکان میں داخل ہو اس کو گرفتار کر لیا جائے اور اس عورت پر قبضہ کر لیا جائے

اس کام میں ہرگز تاخیر نہ ہو کیوں کہ یہ دونوں آج ہی رات کو یہاں سے فرار ہونے کی تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔

یہ کہہ کر حمید اللہ نے ایک کاغذ پر توقیر علی خاں اور زمرد کا نام لکھ کر مکان کا پتہ لکھ دیا اور یہ کہہ کر وہ نو بجے شب کے قریب خود بھی حوض قاضی پہنچ جائے گا ہڈسن کو جھک کر سلام کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا ـــــ حمید اللہ کے جاتے ہی ہڈسن نے ایک انگریز فوجی افسر کو بلا کر کہا ـــــ "تھامسن، تم آج شب کو حوض قاضی کا یہ مکان جس کا پتہ اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے گھیر لینا اور جیسے ہی اس مکان میں ایک مرد اور ایک عورت داخل ہو دونوں کو گرفتار کر لینا، یہ عورت اگر بے حد خوب صورت ہو تو اس کو قتل نہ کرنا بلکہ اسے بیلی کوٹھی کے زنانے قید خانے میں بھیج دینا اور اگر بدصورت ہو تو وہیں گولی مار دینا رہا وہ باغی مرد تو اس کو قتل نہ کرنا کیوں کہ ہمیں اس کے ذریعہ اور باغیوں کے پتے معلوم ہو سکتے ہیں، اس کو گرفتار کر کے لال قلعہ کے تہ خانے میں ڈلوا دینا ـــــ ہاں ایک اور بات ـــــ یہ آدمی جو ابھی میرے پاس آیا تھا اس کو تم نے خوب اچھی طرح پہچان لیا ہے ـــــ؟ اس کا چہرہ تو تمھیں یاد رہے گا نا ـــــ؟

تھامسن:۔ ہاں میں خوب پہچان گیا ہوں،

ہڈسن:۔ یہ اس وقت تمہارے ساتھ ہوگا لیکن جیسے ہی ان دونوں کی گرفتاری کا کام ختم ہو جائے تم اس کو بھی گرفتار کر لینا، اور اسے قیدیوں کے عام کیمپ میں بھیج دینا اور پھر جیسے ہی تمھیں فرصت ملے تم اسے بھی گولی مار دینا ـــــ

تھامسن:۔ لیکن یہ تو اپنا جاسوس ہے میجر ـــــ

ہڈسن:۔ ہمارا جاسوس اور اپنے وطن کا غدار ـــــ میں نہیں چاہتا کہ یہ زندہ بچے اور

امن و سکون کے دنوں میں جب کہ پورے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہماری حکومت قائم ہو گی ہمارے ظلم و ستم اور ہماری اسکیموں اور غدر ختم کروانے کی سازشوں کا افسانہ سناتا پھرے ـــــ یہ مجھ سے اپنی خدمات کا انعام چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں موت سے بڑھ کر اس کو کوئی دوسرا انعام نہیں دیا جا سکتا

تھامسن نے ہڈسن کو فوجی سلام کیا اور اس کے بعد عدالت سے باہر نکل گیا۔

(۵۲)

توقیر اپنے مکان سے نکل کر سید حامراد کے یہاں پہنچا اور تمام دن اسی مکان میں چھپا رہا، شام کے بعد وہ تاریکی کی آڑ میں وہاں سے نکل کر لوگوں کی نگاہوں سے چھپتا چھپاتا دہلی دروازے کی طرف روانہ ہوا لیکن ابھی وہ دہلی دروازے کے قریب بھی نہ پہنچنے پایا تھا کہ اچانک اس کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے ـــــ ڈر اور خوف کے ملے جلے جذبہ کے تحت اس کے منھ سے ایک چیخ سی نکل گئی ـــــ اس کی نگاہوں کے بالکل سامنے اس کے جسم کے بالکل قریب فلتہ ماہیات کا بھوت کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا تھا ـــــ توقیر کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس وقت وہ کیا کرے اور کس طرح اس بھوت سے پیچھا چھڑائے کیوں کہ اس وقت اس کا ایک ایک منٹ قیمتی تھا وہ جلد از جلد زمرد کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ دہلی سے بھاگنے میں ذرا بھی تاخیر کی جائے ـــــ ابھی وہ مزید کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک وہ بھوت انتہائی تحکمانہ لہجے میں بولا ـــــ بدنصیب انسان گزشتہ ایک سال سے میں سایہ کی طرح تیرے ساتھ ہوں لیکن آج پہلا موقع ہے جب کہ میں تجھ سے

ہم کلام ہو رہا ہوں اور محض اس لئے ہم کلام ہو رہا ہوں کہ آج بلکہ اسی وقت میں تجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہوں ـــــ توقیر تو نے قلعہ ماہیات میں اکسیر سرخ اور روغن سیاہ کا استعمال کر لیا تھا اور تجھے کچھ غیر فطری قوتیں حاصل ہو گئی تھیں جس کا تجھے احساس تک نہ تھا اور میں اسی لئے تیرا سایہ بنا تھا تاکہ تجھے ان قوتوں کا استعمال نہ کرنے دوں میں تجھے کسی اچھے کام کی طرف راغب ہی نہ ہونے دوں تجھے ہمیشہ بُرے کاموں میں مشغول رہنے دوں اور ہر وقت اپنے وجود سے تجھے ڈراتا رہوں ـــــ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب میرا مقصد پورا ہو گیا ـــــ اس لئے میں تجھ سے جدا ہو رہا ہوں ـــــ کیوں کہ اب ایک مجھ سے بھی زیادہ خوفناک اور خونخوار وجود تیرے پیچھے لگ گیا ہے ـــــ توقیر ـــــ تو مجھ سے ایک آخری جنگ لڑنا چاہتا تھا تاکہ مجھ سے نجات حاصل کر لے ـــــ تو مجھ سے ڈرتا تھا اور میرے وجود سے ہمیشہ خوف زدہ رہتا تھا ـــــ لیکن اب میں خود ہی تیرے راستے سے ہٹا جا رہا ہوں ـــــ اور چلتے چلتے تجھ سے صرف اتنا کہے جا رہا ہوں تو مجھ سے ناحق ڈرا تو نے میرے مقابلہ میں خود کو کمزور سمجھ کر بڑی سخت نادانی کی ـــــ تو انسان تھا توقیر ـــــ اور یاد رکھ انسان دنیا کی ہر شے سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے ـــــ اور پھر تو نے تو اکسیر سُرخ اور روغن سیاہ بھی استعمال کر لیا تھا ـــــ کاش تجھے معلوم ہوتا کہ میں تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا ـــــ اور اتنے عرصہ تک تو خواہ مخواہ مجھ سے ڈرتا رہا تھا ـــــ"

توقیر اس خبیث روح کی بات کے جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسکے دیکھتے ہی دیکھتے وہ وجود اس کی نگاہوں کے سامنے سے اس طرح غائب ہو گیا جیسے ابھی

چند سنٹ قبل تک وہاں اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا ـــــ توقیر کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھتا رہا لیکن جب اسے کچھ بھی نظر نہ آیا تو وہ اطمینان کا سانس لے کر اور یہ سوچ کر کہ یہ سب کچھ اس کا وہم تھا وہاں سے روانہ ہو گیا ـــــ توقیر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ابھی کچھ زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک شخص جو ایک لمبی سیاہ عبا سے اپنا بدن چھپائے ہوئے ہے اس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے ـــــ توقیر نے چاہا کہ اس عبا پوش آدمی کی نگاہ سے بچ کر دوسری گلی میں داخل ہو جائے لیکن ابھی اس نے ارادہ ہی کیا تھا کہ اس نے دیکھا کہ برابر کی گلی سے کچھ سرکاری سپاہی چند قیدیوں کے ساتھ باہر نکل رہے ہیں اب تو اس کی بدحواسی اور بھی بڑھ گئی آگے بڑھتا ہے تو سرکاری سپاہی اس کو گرفتار کر سکتے تھے اور پیچھے جاتا ہے تو عبا پوش انسان کے تعاقب سے بچنا محال تھا اس اثناء میں سرکاری سپاہیوں کا دستہ اس کے بالکل قریب آگیا ـــــ توقیر نے چاہا کہ پیچھے مڑ کر عبا پوش آدمی کو دیکھے اور اگر وہ نہ ہو تو پیچھے کے راستے سے ہی بھاگ جائے لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ نقاب پوش اس کے بالکل قریب موجود ہے اور بالکل آہستہ آہستہ اس کے کان میں کہہ رہا ہے ـــــ "سرکاری سپاہی جن قیدیوں کو یہاں لا رہے ہیں ان میں سکندر خاں بھی ہے ـــــ جو تمہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ عالم جوش میں تم سے مخاطب ہو کر نادانستہ طور پر تمہاری گرفتاری کا سبب بن جائے اس لئے تم خاموشی کے ساتھ میرے پیچھے چلے آؤ اور قریب کے ایک مکان میں جو بالکل سنسان ہے پناہ لے لو" ـــــ توقیر

ہر حال میں گرفتاری سے تو بچنا چاہتا ہی تھا اس لئے بلا کسی پس و پیش کے اور بلا یہ جانے پہچانے کہ اس کا یہ اجنبی ہمدرد کون ہے اس کے پیچھے روانہ ہو گیا چند منٹ کے بعد دونوں ایک سنسان مکان میں داخل ہو گئے ــــ جیسے ہی وہ مکان میں داخل ہوا مکان کا صدر دروازہ خود بند ہو گیا توقیر نے گھبرا کر پلٹ کے دیکھا تو اجنبی اپنی عبا اُتار رہا تھا ــــ اب توقیر کو یہ پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ یہ عبا پوش انسان کوئی اجنبی نہیں کمال الدولہ تھا ــــ جس کے چہرے سے انتہائی پریشانی ٹپک رہی تھی ــــ قبل اس کے کہ توقیر خود ہی حیرت اور خوف کے تحت کوئی بات شروع کرتا کمال الدولہ نے کہا ــــ "توقیر ــــ یہاں تم بالکل محفوظ ہو ــــ اس لئے خوف زدہ نہ ہو، بخدا یہ میری اور لعتا دری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ عین موقعہ پر میں نے تمھیں دیکھ لیا ــــ"

توقیر:۔ مجھے اُمید تھی کمال الدولہ کہ تم مجھ سے ایک نہ ایک دن ضرور ملو گے، لیکن اگر اس وقت تم مجھے نہ ملتے تو میں خود کو اور بھی زیادہ خوش نصیب سمجھتا ــــ میں جانتا ہوں کمال الدولہ کہ تم میرے مصائب کا بنیادی سبب ہو لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی اطمینان ہے کہ اب تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ــــ میرا جو کچھ بگڑنا تھا بگڑ چکا ــــ اس وقت میں تم سے صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے اس ہمزاد سے جس نے تمھارے حکم پر صدر دروازہ بند کیا ہو دروازہ کھلوا دو تاکہ میں یہاں سے اسی وقت نکل جاؤں ــــ"

کمال الدولہ:۔ میں نے تمھیں گرفتار نہیں کیا ہے توقیر ــــ یقین جانو اس وقت ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں ــــ

توقیر:۔ "چکنی چپڑی اور فلسفہ میں ڈوبی ہوئی باتیں مت کرو کمال الدولہ ــــ تم شیطان ہو، جادوگر ہو، بھوت ہو ــــ خدا تم پر لعنت بھیجے کہ تم نے میری زندگی برباد کر دی ــــ

کمال الدولہ:۔ "میں نے تمہاری زندگی برباد نہیں کی توقیر ــــ میں نے تمھیں دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال کروا دینا چاہا تھا ــــ یہ میں تھا جس نے تم پر زور ڈالا تھا کہ تم زمرد سے شادی کر لو، یہ میں تھا جس نے تمھیں مال و دولت کی پیش کش کی تھی اور تمھیں سمجھایا تھا کہ تم فرقۂ گردگانہ کے پیچھے دیوانے نہ ہو کیوں کہ میں جانتا تھا کہ تم اس کی ابتدائی مشقت اور ریاضت برداشت نہ کر سکو گے ــــ تم نے جلدی کی، تم منزل کی طرف تیزی سے دوڑے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ تم گر پڑے، اب تم ہی بتاؤ اس میں میرا کیا قصور تھا ــــ تم مجھے ستمہ سمجھتے ہو۔ لیکن ذرا کائنات کی ہر چیز پر نظر ڈالو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ یہاں کی ہر چیز ایک راز ہے، اور یہاں کے ہر ذرے میں ایک نہ سمجھ میں آنے والی طاقت پوشیدہ ہے

توقیر:۔ میرے پاس تمہاری تقریر سننے کا وقت نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ تم مجھے جانے دو ــــ

کمال الدولہ:۔ لیکن میں اپنی بات سنائے بغیر تمھیں نہیں جانے دوں گا ــــ تم مجھے شیطان سمجھتے ہو، جادوگر سمجھتے ہو، ایک بھیانک روح سمجھتے ہو اور اسی لئے تم نے زمرد کو میرے خلاف بھڑکایا، اس کے محبت بھرے دل میں میری طرف سے نفرت پیدا کروائی اور اس طرح سے میری زندگی کا سکون درہم برہم کروا دیا مجھے اپنے انجام کا خوف نہیں توقیر علی خاں ــــ میں اس دنیا کو بہت دیکھ چکا ہوں۔

لیکن مجھے تمہاری، زمرّد کی اور اپنے بچّے کی فکر ضرور ہے ـــــ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری ہر غلط فہمی کا ابھی اور اسی وقت ازالہ کر دوں ـــــ

توقیر:- لیکن میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے کمال الدولہ ـــــ مجھے جلدی ہے ـــــ

کمال الدولہ:- میں جانتا ہوں یہ جلدی کس لئے ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا انجام کیا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو ـــــ !!!

توقیر:- (بات کاٹ کر) پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں کہاں جا رہا ہوں!

کمال الدولہ:- نہیں ـــــ (ٹھنڈی سانس کے ساتھ) بس یہیں میرا علم میرا ساتھ نہیں دیتا ـــــ میں سب کچھ جانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس وقت تم کہاں جا رہے ہو اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کے پاس جا رہے ہو جو میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور میری سب سے بڑی کمزوری ہے ـــــ اس لئے توقیر ـــــ وہاں جانے سے قبل میری باتیں ضرور سنتے جاؤ ـــــ اور جو کچھ میں کہوں وہ غور سے سن لو ـــــ

توقیر:- بخدا تم میرا وقت برباد کر رہے ہو ـــــ تمھیں نہیں معلوم کہ میں اسوقت کتنے ضروری کام سے جا رہا تھا اور یہاں رُک کر میرا کتنا بڑا نقصان ہوا جا رہا ہے۔ جب کہ پہلے بھی تمہارے فرقہ کا ایک بھوت مجھے بہت کافی نقصان پہنچا چکا ہے

کمال الدولہ:- یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے، بھوت نے واقعتاً تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ـــــ بہرحال یقین جانو میری اس وقت کی گفتگو تمہاری بہت سی غلط فہمیاں دور کر دے گی، یہی نہیں تمھیں بہت کچھ فائدہ بھی پہنچا دے گی ـــــ

میں خود نہیں چاہتا کہ تمہارا وقت برباد ہو کیوں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارا یہ وقت بہت قیمتی ہے

یہ کہکر کمال الدولہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا —— پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اپنی بات شروع کی —— اس نے کہا —— "ہزاروں سال پہلے بھی جب کہ تہذیب آج کی تہذیب سے بالکل مختلف تھی اور دنیا بالکل جہالت پسند تھی اس دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کے دلوں میں حصول علم کی آگ لگی ہوئی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ وہ ایک ایسا علم معلوم کرلیں جس کے ذریعہ وہ دنیا کا ہر دکھ جھیل سکیں اور دنیا کو اس کے غموں سے نجات دلا کر ہر قوت پر قادر ہو جائیں۔ یہ لوگ مادہ کی اصلیت روح کی حقیقت اور ستاروں کی گردش پر غور کرتے رہتے تھے۔ صدیاں گذرتی رہیں اور ہزاروں انسان اس علم کے حصول میں اپنی جانیں گنواتے رہے —— آخر ایک دن آیا جب کہ ان عالموں کے ورثاء کو تاریکی میں روشنی نظر آئی اور انھوں نے اس روشنی کو اپنا لیا —— یہ اسی روشنی کا نتیجہ تھا کہ یہ لوگ اس روشنی کا حصہ دار ان لوگوں کو بھی بنا لیتے تھے اور اب بھی بنا لیتے ہیں جن کے خیالات پاکیزہ ہوں، دل بُرائیوں سے پاک ہوں، جن کو زندگی کی رنگینیوں سے قطعی دلچسپی نہ ہو، جو دنیا کے جھمیلے میں نہ گرفتار ہوں اور جن کے دلوں میں نفس کی آگ ہرگز ہرگز نہ روشن ہو ——

یہ لوگ صرف عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، خدا کی قربت حاصل کرنے کی جدوجہد میں یہ اتنا مصروف رہتے تھے کہ ان کو دُنیا و مافیہا کی خبر تک نہ ہوتی تھی، ان کے دلوں میں ہر وقت نور ایزدی کو دیکھنے کی تڑپ رہتی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ وہ جتنا دُنیا کی آلائشوں سے دور ہوتے جاتے تھے اتنا ہی ان کو اللہ سے قرب ہوتا جاتا تھا ——

اسی ریاضت کے دوران میں ایک دن اچانک ان کو یہ معلوم ہوا کہ روح کی آنکھوں سے تمام دنیا کی چیزوں کو دیکھا جا سکتا ہے اور روح کے ذریعہ آناً فاناً دنیا کے کسی علاقہ میں پہنچا جا سکتا ہے، چنانچہ علم کی اس نئی نفسیں تک پہونچنے کے بعد انھوں نے جسم سے محبت ترک کر دی اور روح کو ہی افضل و برتر قرار دے دیا ــــ اور اس کا صاف ولازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی روح کو غیر فانی بنا لیا یعنی موت پر قابو حاصل کر لیا ــــ

ان لوگوں نے موت پر قابو حاصل کرنے کے بعد ایک نئے فرقہ کی تخلیق کی، یہ فرقہ خالص علمی تھا اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا، چنانچہ اس میں مختلف مذاہب کے افراد کو شامل کیا گیا ــــ ان کی تربیت کی گئی ان کے نفس کو مارا گیا، لیکن ابتدائی ریاضت میں نئے لوگ لالچ کی دلدل میں پھنس جاتے تھے اور پھر اس دلدل سے نکلنا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا تھا ــــ یہ نئے لوگ ایک ہی چھلانگ میں فنا سے بقا تک پہنچ جانا چاہتے تھے، حالانکہ یہی ان کی غلطی تھی ــــ جیسی کہ تم نے کی ــــ یعنی علم کی صرف ایک ہی کتاب پڑھ کر تم نے سقراط بن جانا چاہا جس کے نتیجہ میں نہ تم سقراط بن سکے اور نہ اپنی اصل حالت میں ہی باقی رہ سکے،

میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اس وقت پھر کہتا ہوں کہ فرقۂ کرد گانہ میں اب میرے اور سقیف کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا ــــ سب مر گئے حالانکہ انھوں نے بھی ہم دونوں کی طرح موت پر قابو پا لیا تھا ــــ وہ چاہتے تو وہ بھی آج زندہ ہوتے لیکن ان کی روح تھک گئی اور انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اب اس دنیا کو ان کی ضرورت باقی نہیں رہی چنانچہ وہ مر گئے ــــ یعنی ان کا جسم فنا ہو گیا

حالانکہ ان کی روح اب بھی زندہ ہے ہماری رہبری کرتی رہتی ہے اور ہم انکی روحوں کے ذریعہ اپنے بہت سے کام نکالتے رہتے ہیں ـــــ ہمارے فرقہ کا بنیادی اصول ہے کہ ہم کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے، ہم کسی کا نقصان نہیں چاہتے پھر بھلا تو دسوچو کہ ہم تمہارا نقصان کیوں کرتے ـــــ رہا اس بھوت کا سوال جو تمہارے پیچھے لگا تھا تو اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ تم کو تمہاری ان طاقتوں کا استعمال نہ کرنے دے جو تم کو بالکل غیر ارادی طور پر تلملہ ماہیات میں حاصل ہو گئی تھیں اور جن کا تم کو پتہ بھی نہیں تھا ـــــ میں سچ کہتا ہوں توقیر ـــــ اگر تمہارے دل سے اس دنیا کی محبت ختم ہو گئی ہوتی تو تمہیں خود بخود علم ہو جاتا کہ تم کس قوت کے مالک بن گئے تھے ـــــ اور تم نے علم کی کسی غیر فانی دولت پر ٹھوکر ماری ہے ـــــ بالکل میری طرح ـــــ

توقیر :۔ "تمہاری طرح ـــــ یہ میں نہیں سمجھا ـــــ"

کمال الدولہ :۔ "ہاں توقیر ـــــ اس وقت ہم اور تم ایک ہی کشتی میں سوار ہیں مجھے بھی اس دنیا کی بعض چیزوں سے محبت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود میری بعض قوتیں مجھ سے چھین لی گئیں اور میری روح بعض چیزوں کو دیکھنے کے لئے بالکل اندھی ہو گئی ـــــ مثلاً مجھے باوجود اس حقیقت کے کہ میں اب بھی فوق البشر ہوں اور دنیا کی ہر چیز سے باخبر ہوں مجھے یہ نہیں معلوم کہ زمرد کہاں ہے میرا بچہ کہاں ہے ۔

توقیر ـــــ میں تم کو اسی وقت سونے اور چاندی کے مدفون خزانوں کا پتہ بتا سکتا ہوں بشرطیکہ تم زمرد کا پتہ مجھے بتا دو ـــــ مجھ پر رحم کرو توقیر ـــــ تمھیں نہیں معلوم کہ زمرد کی خاطر میں نے کیا کیا قربانیاں کی ہیں ـــــ

توقیر :۔ ناممکن بالکل ناممکن ـــــ میں تمھیں زمرد کا پتہ نہیں بتا سکتا ـــــ اب مجھے

تمہاری دولت کی ضرورت نہیں اس لئے کہ خود میرے پاس اتنی دولت موجود ہے کہ میں اپنی بقیہ زندگی آرام اور اطمینان کے ساتھ بسر کر سکتا ہوں ——— میرے پاس لیلیٰ ہے جس کے ساتھ میں ازدواجی زندگی کی مسرتیں حاصل کر سکتا ہوں، میرے پاس زمرد ہے جو مجھے تاحیات بہن کا پیار دیتی رہے گی ——— مجھے جانے دو کمال الدولہ ———

کمال الدولہ :۔ کہاں جانے دوں ———؟ فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں میں اب تمہارا جانا بالکل بے کار ہے کیوں کہ تمہارا دوست حمید اللہ آج دوپہر ڈھلنے سے قبل ہی تمہارا سارا خزانہ زمین کھود کر نکال چکا ہے ———

توقیر :۔ (بدحواس ہوکر) کیا کہا ——— حمید اللہ میری دولت غائب کر لے گیا ———

کمال الدولہ :۔ ہاں ——— حمید اللہ ——— انگریزوں کا جاسوس، تمہارا دشمن، تمہارا رقیب ——— جو لیلیٰ کو بھی تمہارے مکان سے اغوا کر کے اس کو تمہارے خلاف بدظن کر کے اور اس کو ورغلا کے کہ تم کسی اور عورت کے پیچھے دیوانے ہو اپنے ساتھ لے جا چکا ہے ——— پہلے اس نے تمہارے خلاف میجر ہڈسن کے کان بھرے پھر تمہارا خزانہ نکالا اور پھر لیلیٰ کو لے کر ایک طرف چلا گیا

توقیر :۔ (چیخ کر) کہاں چلا گیا ———؟

کمال الدولہ :۔ کہیں نہیں ——— میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حوض قاضی والے تمہارے مکان سے چلا گیا اور ایک دوسرے محلہ میں منتقل ہو گیا ——— جہاں لیلیٰ اس کے ساتھ ہے ——— وہ لیلیٰ جس کے ساتھ مستقبل میں تم ازدواجی زندگی بسر کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو ———

توقیر:- تم جھوٹ بک رہے ہو، بکواس کر رہے ہو اور یہ ناممکن العمل باتیں محض اس لئے بیان کر رہے ہو تاکہ میں تمھیں زمرد کا پتہ بتا دوں، تم مجھ سے زمرد کا سودا کرنا چاہتے ہو اور یہ سمجھ کر کہ میں لیلیٰ سے محبت کرتا ہوں اُس کے فرار کی خبر سے مجھے بدحواس کرنا چاہتے ہو —— لیکن یاد رکھو میں یہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔

کمال الدولہ:- "میں تمھیں یقین دلاتا ہوں توقیر کہ میرا مقصد تمھیں دھوکا دینا نہیں ہے، میں نے تمھیں لیلیٰ اور حمید اللہ کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کا یقین تمھیں آج رات کو ضرور آجائے گا —— ورنہ ایک دوسری صورت بھی ہے۔

توقیر:- وہ کیا؟

کمال الدولہ:- میں تم سے ابھی کہہ چکا ہوں کہ حمید اللہ فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں سے تمھاری گڑی ہوئی دولت نکال چکا ہے کیوں کہ تم نے اس کی دوستی پر یقین کر کے اس کو اس کا مکمل پتہ بتا دیا تھا، تم میرے ساتھ چل کر ابھی اس کی تحقیقات کر سکتے ہو"

توقیر:- اور اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو ——؟

کمال الدولہ:- تو تم مجھے ہمیشہ کے لئے ایک مکار جھوٹا اور فریبی سمجھ لینا لیکن اگر یہ بات سچ نکلی تو تم میری بقیہ باتوں کا بھی یقین کر لینا اور پھر اس کے عوض مجھے زمرد کا پتہ بتا دینا ——

توقیر:- چلو میں تمھاری یہ بات مانتا ہوں

کمال الدولہ:- تمھارا وعدہ پختہ ہے نا ——!

توقیر:- بالکل پختہ ——

اتنی گفتگو کے بعد دونوں اس مکان سے باہر نکل آئے، اور فیروز شاہ کوٹلہ کے

تمھاری دولت کی ضرورت نہیں اس لئے کہ خود میرے پاس اتنی دولت موجود ہے کہ میں اپنی بقیہ زندگی آرام اور اطمینان کے ساتھ بسر کر سکتا ہوں ــــ میرے پاس لیلیٰ ہے جس کے ساتھ میں ازدواجی زندگی کی مسرتیں حاصل کر سکتا ہوں، میرے پاس زمرد ہے جو مجھے تا حیات بہن کا پیار دیتی رہے گی ــــ مجھے جانے دو کمال الدولہ ــــ

کمال الدولہ:۔ کہاں جانے دوں ــــ؟ فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں میں اب تمھارا جانا بالکل بے کار ہے کیوں کہ تمھارا دوست حمید اللہ آج دو پہر ڈھلنے سے قبل ہی تمھارا سارا خزانہ زمین کھود کر نکال چکا ہے ــــ

توقیر:۔ (بدحواس ہو کر) کیا کہا ــــ حمید اللہ میری دولت غائب کر لے گیا ــــ

کمال الدولہ:۔ ہاں ــــ حمید اللہ ــــ انگریزوں کا جاسوس، تمھارا دشمن، تمھارا رقیب ــــ جو لیلیٰ کو بھی تمھارے مکان سے اغوا کر کے اس کو تمھارے خلاف بدظن کر کے اور اس کو ورغلا کے کہ تم کسی اور عورت کے پیچھے دیوانے ہو اپنے ساتھ لے جا چکا ہے ــــ پہلے اس نے تمھارے خلاف ہیجر ہڈسن کے کان بھرے پھر تمھارا خزانہ نکالا اور پھر لیلیٰ کو لے کر ایک طرف چلا گیا!

توقیر:۔ (چیخ کر) کہاں چلا گیا ــــ؟

کمال الدولہ:۔ کہیں نہیں ــــ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حوض قاضی والے تمھارے مکان سے چلا گیا اور ایک دوسرے محلہ میں منتقل ہو گیا ــــ جہاں لیلیٰ اس کے ساتھ ہے ــــ وہ لیلیٰ جس کے ساتھ مستقبل میں تم ازدواجی زندگی بسر کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو ــــ

توقیر:- تم جھوٹ بک رہے ہو، بکواس کر رہے ہو اور یہ ناممکن العمل باتیں محض اس لئے بیان کر رہے ہو تاکہ میں تمھیں زمرد کا پتہ بتادوں، تم مجھ سے زمرد کا سودا کرنا چاہتے ہو اور یہ سمجھ کر کہ میں لیلیٰ سے محبت کرتا ہوں اس کے فرار کی خبر سے مجھے بدحواس کرنا چاہتے ہو ـــــ لیکن یاد رکھو میں یہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔

کمال الدولہ:- "میں تمھیں یقین دلاتا ہوں توقیر کہ میرا مقصد تمھیں دھوکا دینا نہیں ہے، میں نے تمھیں لیلیٰ اور حمید اللہ کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کا یقین تمھیں آج رات کو ضرور آجائے گا ـــــ ورنہ ایک دوسری صورت بھی ہے۔

توقیر:- وہ کیا؟

کمال الدولہ:- میں تم سے ابھی کہہ چکا ہوں کہ حمید اللہ فیروز شاہ کوٹلہ کے کھنڈروں سے تمھاری گڑی ہوئی دولت نکال چکا ہے کیوں کہ تم نے اس کی دوستی پر یقین کر کے اس کو اس کا مکمل پتہ بتادیا تھا، تم میرے ساتھ چل کر ابھی اسکی تحقیقات کر سکتے ہو

توقیر:- اور اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو ـــــ؟

کمال الدولہ:- تو تم مجھے ہمیشہ کے لئے ایک مکار جھوٹا اور فریبی سمجھ لینا لیکن اگر یہ بات سچ نکلی تو تم میری بقیہ باتوں کا بھی یقین کر لینا اور پھر اس کے عوض مجھے زمرد کا پتہ بتادینا ـــــ

توقیر:- چلو میں تمھاری یہ بات مانتا ہوں

کمال الدولہ:- تمھارا وعدہ پختہ ہے نا ـــــ!

توقیر:- بالکل پختہ ـــــ

اتنی گفتگو کے بعد دونوں اس مکان سے باہر نکل آئے، اور فیروز شاہ کوٹلہ کے

کھنڈروں کی طرف چل دیئے ۔۔۔۔ توقیر نے جب کمال الدولہ کی زبان سے لیلی اور حمید اللہ کے بارے میں پیشگوئیاں سنیں تو ابتدا میں اسے بالکل یقین نہ آیا لیکن جب کمال الدولہ نے بار بار اس بات کو دُہرایا تو اس کے دل کو بھی دھڑکا ہوا اور اس نے سوچا کہ اگر واقعی حمید اللہ نے دھوکا دیا ہے اور وہ بقول کمال الدولہ کے انگریزوں کا جاسوس ہے تو اسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کمال الدولہ کی امداد کی بھی ضرورت پڑے گی اور اس سودے کے عوض میں اگر وہ کمال الدولہ کو زمرد سے ملا دے گا تو اس میں اس کا کوئی نقصان بھی نہ ہوگا، زمرد کے سلسلہ میں کمال الدولہ کے عشق و محبت بھرے خیالات اور الفت بھری باتیں سن کر یوں بھی توقیر کا دل پسیج گیا تھا۔ کمال الدولہ کی طاقتوں کا وہ پہلے سے معترف تھا ہی لیکن پھر بھی اسے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ لیلی اُسے چھوڑ کر جا سکتی ہے لیلی اس سے غداری کر سکتی ہے یہ اس کے گمان میں بھی نہ تھا اور۔۔۔ اس وقت جب کہ اس کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور وہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھا ۔۔۔۔ الغرض توقیر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ انہی سب خیالات میں ڈوبا ہوا چلا جارہا تھا اور مسلسل یہ سوچے جارہا تھا کہ اگر کمال الدولہ کی تمام باتیں سچ نکلیں تو اس کی زندگی کا کیا انجام ہوگا

ادھر کمال الدولہ نے توقیر سے پوری باتیں نہیں بتائی تھیں وہ اگر چاہتا تو توقیر علی خاں کو یہ بھی بتا دیتا کہ حمید اللہ نے نہ صرف اس کی گرفتاری بلکہ موت تک کا بندوبست کر لیا ہے، کمال الدولہ کے نزدیک مصلحت اسی میں تھی کہ وہ حمید اللہ کی سازش کے اس المناک حصہ کی تفصیل توقیر کو نہ بتائے بلکہ اس نے یہ سوچا تھا کہ

جب توقیر کو فیروز شاہ کوٹلہ پہنچ کر یہ معلوم ہو جائے گا کہ حمید اللہ نے اس کا خزانہ نکال لیا ہے تو وہ اس کی باتوں پر مکمل یقین کر کے اسے زمرد کا پتہ ضرور بتا دے گا اور جب زمرد اسے مل جائے گی تو وہ توقیر کو بقیہ خطرات سے بھی آگاہ کر دے گا۔ کمال الدولہ کی نیت بالکل صاف تھی وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ توقیر کو کوئی نقصان پہنچے لیکن وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ سب سے پہلے اسے زمرد کا پتہ معلوم ہو جائے ـــــ اور اس کے بعد وہ توقیر کی مزید کچھ امداد کرے،

دونوں آدمیوں نے راستہ بھر ایک دوسرے سے کوئی گفتگو نہیں کی، اسی اثنا میں کوٹلہ آگیا جہاں پہنچ کر توقیر نے ایک دیوار کی نیو کے قریب خنجر سے زمین کھودنا شروع کی لیکن جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ زمین سخت ہونے کے بجائے انتہائی پولی ہے اور کوئی اسے پہلے ہی کھود چکا ہے، کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ توقیر نے مزید زمین کھودی لیکن اس کی ساری کوشش بے کار ثابت ہوئی ـــــ وہ آہنی صندوقچہ جس میں توقیر نے لاکھوں روپے کے ہیرے جواہرات اور سونے کے مرصّع زیور جمع کر رکھے تھے اپنی جگہ سے غائب تھا ـــــ توقیر سر پکڑ کر بیٹھ گیا ـــــ حمید اللہ اتنا سخت دھوکا دے سکتا ہے یہ اس کے وہم و گمان میں نہ تھا ـــــ بالکل سکوت کے عالم میں اس نے کمال الدولہ کی طرف امداد طلب نظریں اٹھائیں اور کمال الدولہ نے اس کے دل کی بات جانتے ہوئے اس سے فوراً کہا ـــــ "اب اگر تم نے مجھے زمرد کا پتہ بتا دیا اور زمرد مجھے مل گئی تو میں تمہیں حمید اللہ اور لیلیٰ کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا یہاں تک کہ تم اس کے بچھائے ہوئے جال کو کاٹ کر اس سے اپنا انتقام لینے میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے ـــــ"

توقیر:۔ "مجھے صرف اتنا بتا دو کہ اس وقت حمید اللہ اور لیلیٰ کہاں ہیں"

کمال الدولہ:۔ "میں سب بتا دوں گا لیکن زمرد سے ملنے کے بعد ـــــ"

توقیر:۔ "اچھا آؤ مبارک پور کی طرف چلو زمرد وہیں ایک مکان میں رہتی ہے ـــــ"

کمال الدولہ:۔ "مبارک پور ـــــ اُف وہ گاؤں جس کو کل تمام دن گوجروں نے لوٹا اور جہاں آج انگریزوں نے اپنی چھاؤنی بنا رکھی ہے ـــــ"

توقیر:۔ جلدی کرو کمال الدولہ وہاں پہنچنے کے لئے کم از کم دو گھنٹے درکار ہوں گے کیوں کہ راستہ خطرناک ہے اور ہم لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں ہیں ـــــ

کمال الدولہ:۔ راستہ کی طوالت کی فکر نہ کرو توقیر ـــــ آج ہی تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کمال الدولہ کن قوتوں کا مالک ہے ـــــ تم میرا ہاتھ پکڑو اور اپنی آنکھیں بند کرو آخر فرشتہ کردگار کی بخشی ہوئی طاقت میرے کس دن کام آئے گی ـــــ

توقیر نے کمال الدولہ کی اس بات کو حکم سمجھتے ہوئے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنی آنکھیں بند کیں اور جب تھوڑی دیر بعد کمال الدولہ کے دوبارہ کہنے پر آنکھیں کھولیں تو وہ مبارک پور کے اُجڑے ہوئے بازار میں کھڑا تھا ـــــ توقیر کا اُلجھا ہوا خوف زدہ دماغ اس وقت یہ سوچنے سے قاصر تھا کہ آخر وہ چند لمحات کے اندر مبارکپور کیسے پہنچ گیا اسے تو اس وقت کمال الدولہ ایک فرشتہ ہی نظر آرہا تھا چنانچہ اس نے فوراً ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کمال الدولہ کو بتا دیا کہ زمرد اسی مکان میں رہتی ہے ـــــ اشارہ پاتے ہی کمال الدولہ دیوانہ وار اس مکان میں داخل ہو گیا ـــــ لیکن مکان میں بالکل سناٹا تھا، ہر چیز ٹوٹی پھوٹی پڑی تھی، بچہ کا جھولا اوندھا پڑا تھا، زمرد کے قیمتی کپڑے ایک طرف ڈھیر تھے ـــــ تمام سامان تتر بتر

تھا اور زمرد کا کوئی پتہ نہ تھا ــــــــ

کافی دیر تک توقیر اور کمال الدولہ بالکل پاگلوں کی طرح زمرد زمرد پکارتے رہے فضا میں ان کی درد بھری آوازیں بلند ہوتی رہیں لیکن وہاں زمرد ہوتی تو بولتی ــــ وہ تو حمید اللہ کی ایک بالکل نئی سازش کا شکار ہو گئی تھی ــــ ایک بالکل نئی سازش جو اس نے ہیجر ہڈسن سے گفتگو کرنے کے بعد دوبارہ تیار کی تھی

گھر کا کونہ کونہ چھاننے کے بعد جب کمال الدولہ کو بالکل مایوسی ہو گئی تو اس نے توقیر کی طرف خون بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا ــــ "توقیر ــــ تو زمرد کی تمام مصیبتوں کا ذمہ دار ہے، تو نے ہی اس کو میرے خلاف بھڑکایا، تو نے ہی اس کو ورغلا کر اس طرح فرار پہ آمادہ کیا، تو نے ہی اس کی پُرسکون زندگی کو درہم برہم کیا ــــ اس لئے جا ــــ میں تجھے بددعا دیتا ہوں ــــ اور یاد رکھ یہ اس انسان کی بددعا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے جس کو خدا نے اپنی ہر نعمت سے سرفراز کیا ہے اور جس نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کیا ہے ــــ میں تو زمرد کو تلاش کر ہی لوں گا لیکن یاد رکھ میری بددعا بجلی کی طرح تیرے خرمن ہستی کو جلا کر راکھ کر دے گی ــــ"

ڈر اور خوف سے کانپتے ہوئے توقیر علی خاں نے جب نظریں اوپر اٹھا کر بددعا دیتے ہوئے کمال الدولہ کی طرف دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا ــــ صرف کمال الدولہ کے منہ سے نکلے ہوئے جملوں کی صدائے بازگشت تھی جو اب بھی توقیر کے کانوں میں گونج رہی تھی ــــ

ٹوٹے ہوئے دل اور ماؤف دماغ کے ساتھ توقیر بارک پور کی آبادی سے

باہر نکل کر ایک مرتبہ پھر دہلی کی طرف روانہ ہوا ـــــ اور جب دو گھنٹے کی مسافت کے بعد حوض قاضی میں اپنے مکان پہنچا تو کمال الدولہ کی پیشین گوئی کا دوسرا حصہ بھی سچا ثابت ہوا ـــــ یعنی اس کا مکان بھی بالکل خالی تھا ـــــ لیلیٰ مکان سے غائب تھی ـــــ

اور چند لمحات کے بعد جب توقیر لیلیٰ کی طرف سے بالکل ناامید ہو کر باہر نکلا تو چند انگریز سپاہی اس کی گرفتاری کے لئے موجود تھے ـــــ اور حمید اللہ ان کی قیادت کر رہا تھا ـــــ قبل اس کے کہ مسکراتا ہوا حمید اللہ توقیر سے کوئی بات کہتا یا انگریز سپاہی بڑھ کر توقیر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہناتے ـــــ توقیر ایک ہی جست میں حمید اللہ کے سینے میں خنجر پیوست کر چکا تھا یہ خنجر وہی تھا جو قدسیہ باغ میں آج سے تقریباً دو سال قبل کمال الدولہ نے حمید اللہ کے ہاتھ سے چھین کر توقیر کو یہ کہتے ہوئے دیا تھا کہ یہ خنجر ایک دن تمہارے بہت کام آئے گا۔

ادھر حمید اللہ ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ زمین پر گرا اور ادھر توقیر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں ـــــ ایک کی زندگی کا افسانہ ادھورا ختم ہو گیا اور دوسرے نے حراست کے باوجود اس طرح اطمینان کی سانس لی گویا اس نے زندگی کے سارے کام ختم کر لئے ہوں ـــــ توقیر اور انگریز سپاہیوں کے دیکھتے ہی دیکھتے حمید اللہ نے دو ایک دفعہ آنکھیں کھولیں اور بند کیں ـــــ موت کا پسینہ اس کے ماتھے پر ننھے ننھے قطروں کی صورت میں نمودار ہوا اور پھر ایک آخری ہچکی کے ساتھ حمید اللہ اپنی تمام ناکام تمناؤں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا

توقیر سمجھتا تھا کہ حمید اللہ کی موت کے بعد انگریز سپاہی اس کو بھی گولی سے اڑا

دیں گے اور انگریز حکومت کے ایک وفادار جاسوس کو قتل کرنے کی سزا اس کو اسیوقت مل جائے گی لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب انگریز سپاہیوں کے افسر نے اس سے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا ـــــ "باغی نواب ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ تم نے ہمارے ایک کارتوس کو بلا وجہ خرچ ہونے سے بچا لیا ـــــ میجر ہڈسن کا حکم تھا کہ تمہاری گرفتاری کے بعد اسے فوراً گولی مار دی جائے ـــــ

(۵۳)

تلۂ ماہیات کے پرسکون اور ڈراؤنے ماحول میں سقیفہ اپنے ملازم خاص بگوڈا کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا کہ اچانک، وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا بالکل اس طرح جیسے کسی نے اسے آواز دے کر بلایا ہو ـــــ وہ فوراً اپنے کمرے میں آیا اور آئینۂ لاہوتی کو غلاف سے نکال کر اس کو دیکھنے لگا ـــــ آئینہ میں کمال الدولہ موجود تھا ـــــ

سقیفہ :- "کیا بات ہے موقف تم نے مجھے بالکل اچانک کیسے طلب کیا ـــــ"

موقف :- "تمہیں تمہارا ایک پرانا وعدہ یاد دلانے ـــــ"

سقیفہ :- "کونسا وعدہ ـــــ؟"

موقف :- "یہی کہ زندگی کی آخری سانسوں میں، تم میری مدد کرو گے اور میری لاش کی ممی بنا کر دریائے نیل کے مقدس ساحل پر الاقصر[1] کے اسی تہ خانے میں رکھ آؤ گے

---

[1] قاہرہ سے چند میل کے فاصلہ پر الاقصر کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں جن کا سلسلہ کئی میل تک چلا گیا ہے، یہاں فرعون کے بنائے ہوئے کئی معبد خانے اب بھی شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ انہی معبد خانوں کے تہ خانوں سے مصر کی قدیم ممیاں برآمد ہوتی رہتی ہیں۔

جہاں میرے والدین آج بھی میٹھی نیند سو رہے ہیں

سقیف:۔ "لیکن کیا تم نے موت کو گلے لگانے کا فیصلہ کر لیا ——"

موقف:۔ "ہاں —— سقیف میری زندگی کا مشن تمام ہوا —— اب زندگی لا حاصل ہے، —— زندہ رہتے رہتے تھک گیا، اب مجھے الوداع کر دو ——"

سقیف:۔ اتنی جلد —— ابھی سے نا اُمیدی —— کیا زمرد نے کوئی اور دھوکا دیا، میں پہلے ہی کہتا تھا موقف کہ خاکدان عالم کے جھمیلوں میں نہ پھنسو، دُنیا داری کے جنجال میں نہ پھنسو، محبت کی وادی میں قدم نہ رکھو اور کسی خاکی انسان سے رشتہ قائم نہ کرو لیکن افسوس تم نے میری بات نہیں مانی ——"

موقف:۔ "محبت کا وقت نہیں رہا دوست، تم بھی میری طرح ایک نہ ایک دن یہ سوچنے پر مجبور ہو گے کہ موت زندگی سے بہتر ہے اور موت میں وہ سکون ہے جو ہزاروں سال کی زندگی میں نہیں تھا،

سقیف:۔ "خیر —— میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا، لیکن یہ تو بتاؤ کہ زمرد سے ملاقات ہوئی

موقف:۔ "نہیں —— لیکن ہوگی ضرور ——"

سقیف:۔ "کچھ پتہ چلا ——"

موقف:۔ "ہاں —— کافی جدوجہد کے بعد اب صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ ایک زنگی حاکم نے اسے لال قلعہ کے ایک مکان میں قید کر رکھا ہے ——"

سقیف:۔ "لیکن کس جرم میں —— کیا وہ بھی بغاوت کر رہی تھی"؟

موقف:۔ "کوئی جرم نہیں —— اس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ خوب صورت ہے اور یہ

مجھ سے رت کہلواؤ کہ اس فرنگی نے اس کو کسی مقصد کے تحت ایک عالی شان محل نما مکان میں قید کر رکھا ہے

سقیف :- (مسکرا کر) اور تمہارا بچہ ——

موقف :- وہ بھی اس کے ہمراہ ہے

سقیف :- اور سمارع —— ؟

موقف :- اس کا میں نے فیصلہ کر دیا ——

سقیف :- لیکن کس طرح وہ تو ناقابل تسخیر تھا —— اور پھر تم نے تو اس سے کچھ وعدے بھی کر لئے تھے ،

موقف :- وہ سب اس کی موت کے ساتھ ختم ہو گئے، میں نے سمارع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا —— ہم دونوں میں ایک بڑی خوفناک جنگ ہوئی جس کی تفصیل تم جا ہو گے تو تمھیں خود ہی معلوم ہو جائے گی اور اس جنگ میں میں نے سمارع کو ختم کر دیا —— سقیف جس بچے کی خاطر میں اپنی زندگی کو موت کے حوالے کر رہا ہوں، میں اس بچے کو ایک خبیث وجود کے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ دیتا ——

سقیف :- "تو کیا میں بھی دہلی آ جاؤں ——"

موقف :- "ہاں —— اسی وقت، اس لئے کہ میں تم سے بالشافہ کچھ اور گفتگو کرنا چاہتا ہوں —— بڑی اہم، بڑی پر اسرار، بڑی امید افزا اور بڑی کامیاب

سقیف :- "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا موقف ——!

موقف :- "میں مرنے کے بعد بھی تمھیں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا —— اس وقت ہمارے مقدس فرقہ کے صرف دو آدمی دنیا میں باقی رہ گئے ہیں اور اگر میں مر گیا تو

تم تنہا رہ جاؤ گے لیکن میں تمھیں تنہا نہیں ہونے دوں گا، میرے واحد دوست سقیف میں مرنے سے قبل اپنے بجائے تمھیں ایک ساتھی دے دینا چاہتا ہوں تاکہ میرے بعد تمھیں تنہائی کا احساس نہ ستانے پائے ــــ"

سقیف :۔ "آج تم مجھ سے بھی تشبیہوں اور استعارے میں باتیں کر رہے ہو"

موقف :۔ "میرا اور اپنا وقت برباد نہ کرو سقیف ــــ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے دوست اور تمہارے ۴ ہزار سال پرانے رفیق کی عزت وحرمت خاک میں مل جائے ــــ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لال قلعہ کے اس محل میں جہاں زمرد قید ہے تمھارے دوست کی عصمت کے منھ پر کالک مل دی جائے ــــ بتاؤ سقیف کیا تم میری اتنی بڑی بے عزتی گوارا کر لو گے ــــ اگر نہیں تو اسی وقت دہلی کے لئے روانہ ہو جاؤ اور میں جہاں کہیں ہوں مجھ سے ملاقات کر لو ــــ"

سقیف :۔ "تو تیرے ملاقات ہوئی کچھ اس کا بھی پتہ چلا ــــ میں نے قلعۂ ماہیات کے بھوت کو اس سے جدا کر لیا تھا تاکہ اس کی بدحواسی ختم ہو اور وہ جلد از جلد منزل کے قریب پہنچ جائے ــــ"

موقف :۔ اس کی منزل بھی آگئی ــــ عبداللہ کو قتل کرنے کے بعد وہ بھی گرفتار ہو گیا، اس وقت وہ باغیوں کے جنگی کیمپ میں قید ہے اور کل صبح اسے بھی پھانسی دے دی جائے گی ــــ سقیف! میں نے تمھاری مرضی کے بالکل برعکس اس آخری وقت میں بھی یہ چاہا تھا کہ اس کی منزل ابھی کچھ اور دور ہو جائے اور وہ عافیت کی زندگی بسر کر سکے لیکن زمرد کے انجام نے مجھے بدحواس کر دیا، اور مبارک پور کے اس اُجاڑ اور ویران مکان میں جہاں زمرد نے اپنی آزاد لیکن پُرمصیبت زندگی کے

آخری ایام بسر کئے تھے میں نے اسے بد دعا دے دی۔

سقیف :- خیر — میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے دہلی آ رہا ہوں — چاہتا ہوں کہ تمہارے مرنے سے پہلے میں اپنا وعدہ پورا کروں اور تم سے یہ بھی معلوم کروں کہ تم نے سمارع پر کیسے فتح پائی — پھر مجھے تمہاری لاش بھی تو ممی بنا کر الاقصر کے تہ خانے میں رکھنا ہے —

(۵۴)

غدر کے بعد دہلی میں ایک قیامت برپا تھی، تمام باغیوں کو چُن چُن کر گرفتار کیا جا رہا تھا، بہادر شاہ ظفر ہمایوں کے مقبرہ سے گرفتار کر کے بھاگیرتھ پیلس[1] میں قید کر دیئے گئے، راجہ بلبھ گڈھ کو گرفتار کر کے سولی دے دی گئی، جنرل بخت خاں اپنی فوج کے ساتھ نیپال کی طرف نکل گئے، الغرض ہندوستان کی یہ پہلی اور آخری بغاوت انگریز کی حکمت عملی سے نہایت بے دردی کے ساتھ منتشر کر دی گئی — اور چند دنوں کے بعد بظاہر ایسا کوئی باغی نہیں باقی رہا جس کو دہلی میں نہ گرفتار کر لیا گیا ہو انگریز سپاہی اپنے دیسی فوجیوں کے ساتھ تمام دن لوٹ مار کرتے، مکانوں کو نذر آتش کرتے اور محلّے کے محلّے بارود سے اُڑا دیتے، اس ظلم و ستم نے دہلی کے عوام میں ایک سراسیمگی اور بدحواسی پیدا کر دی تھی، کچلے اور ستائے ہوئے یہ لوگ انگریز کے اس ظلم و ستم کو انتہائی نفرت اور حقارت سے دیکھتے لیکن پھر بھی کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ بہادری کے ساتھ اس ظلم کا مقابلہ کرتا اور چھپے ہوئے باغیوں کو جمع کر کے موت و زندگی کی ایک آخری لڑائی لڑتا۔ اس کے برخلاف دہلی میں وہ تمام رئیس زادے جو گل

---

[1] اب بھی چاندنی چوک میں موجود ہے اب اس عمارت میں ٹیلی ڈسٹری بیوٹرز کے دفتر ہیں۔

تک بہادر شاہ ظفر کے گیت گاتے تھے اور باغیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے تھے اب قطعی طور پر انگریز افسروں کے حضور میں سر بسجود رہتے تھے اور ان کے ہر اقدام کی تعریف ہی اپنا دین وایمان سمجھتے تھے ۔۔۔۔ ان رئیسوں کو اس کی کوئی فکر نہیں تھی کہ یہ انگریز حکام حق اور انصاف کے نام پر کتنی زبردست بے انصافی کر رہے ہیں اور آزادی کے نام پر عوام کو کتنی طویل غلامی میں مبتلا کر رہے ہیں ۔۔۔۔ انہی خوشامدی رئیسوں میں ایک رئیس صفدر علی خاں بھی تھا جو آج سے چند سال قبل کمال الدولہ کے دوست کی حیثیت سے کافی بدنام ہو چکا تھا صفدر علی خاں کی اس زمانے میں خوب بن آئی تھی میجر ہڈسن کی خوشامد کر کے اس نے نہ صرف ہندوستانیوں میں بلکہ انگریزوں میں بھی ایک اچھا خاصا اثر پیدا کر لیا تھا، روز شام کو میجر ہڈسن کے بنگلہ پر حاضری دینا وہ اپنا فرض سمجھتا اس کو تمام دن کی خبریں سُناتا، بعض رئیسوں کی خفیہ دولت کے افسانے بیان کرتا باغیوں کے جھوٹے منصوبوں کی تفصیل سمجھاتا اور اس طرح یہ کوشش کرتا کہ ہڈسن کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرے ۔۔۔۔

ایک دن ہڈسن اور صفدر علی خاں شراب پی کر ایک دوسرے سے کیف اور مستی کی باتوں میں مشغول تھے کہ اچانک ہڈسن نے صفدر علی خاں کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ۔۔۔۔ "نواب صفدر ۔۔۔۔ آج میرے افسر مبارکپور کے علاقے سے ایک حسین عورت کو گرفتار کر کے لائے ہیں کہ اگر اس کو تم دیکھ لو تو رُعب حُسن سے بے ہوش ہو جاؤ ۔۔۔۔"

"کیا کوئی بیگم ہے حضور ۔۔۔۔" صفدر علی خاں نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں بیگم تو نہیں لیکن ملکہ بننے کے قابل ہے ـــــ نام ہے اس کا زمرد ـــــ"

ہڈسن نے تقریباً آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا صفدر علی خاں زمرد کا نام سنتے ہی چونک پڑا، اسے اچانک کچھ بھولی ہوئی کہانیاں یاد آگئیں ـــــ شہزادہ والا قدر کا انجام یاد آگیا اور اس کی آنکھوں میں کمال الدولہ کی تصویر گھوم گئی ـــــ چنانچہ اس نے بطور وفاداری انتہائی رازدارانہ لہجے میں ہڈسن سے کہا ـــــ "زمرد کو ہاتھ بھی نہ لگائیے گا سرکار ـــــ اس کا شوہر جادوگر ہے ـــــ مصر کا جادوگر، رب العزت کی قسم لوگ کہتے ہیں اس کی عمر پانچ ہزار سال ہے اور اس نے موت پر قابو پا لیا ہے۔"

"میں جادوگروں پر یقین نہیں رکھتا ـــــ سب بکواس ہے ـــــ" ہڈسن نے سخت نشے کے باوجود کڑک کر جواب دیا "میں نے زمرد کو لال قلعے کے اس تہ خانے میں قید کر رکھا ہے جو مغل بادشاہوں نے موسم گرما میں اپنے عیش کے لئے بنوایا تھا اور وہ دن دور نہیں جب میں اسی تہ خانے میں زمرد کے ساتھ مغلوں کی یاد تازہ کروں گا۔"

اور صفدر علی خاں نے ہڈسن کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر ہڈسن کو اور خوش کرنے کے لئے کہا ـــــ "نیک کام میں دیر نہ کیجئے حضور ـــــ خدا کی قسم ایک زمانے میں دہلی کے گلی کوچوں میں زمرد کے حسن کی دھوم مچی ہوئی تھی ـــــ یہ ہم غلاموں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو دہلی میں ایسا مال مل گیا جس کے لئے دہلی کے بڑے بڑے رئیس اپنی جاگیریں تک لٹانے کے لئے تیار تھے ـــــ میں تو کہتا ہوں کہ آپ آج ہی رات کو ـــــ"

"نہیں آج نہیں نواب ـــــ" ہڈسن نے بات کاٹتے ہوئے کہا ـــــ "میں چاہتا ہوں گورنر جنرل دورہ کر کے واپس لوٹ جائیں تو میں چند دنوں کی تعطیل لے کر

زمرد کے ساتھ کسی پہاڑی مقام کی طرف نکل جاؤں ــــــ یقین جانو میں نے اسی لئے اس ناگن کو دیکھا تک نہیں کہ کہیں اس کو دیکھتے ہی آتش شوق بھڑک نہ اُٹھے"

ہڈسن ابھی کچھ اور کہتا کہ اچانک چند اور انگریز افسر آگئے اور وہ بات ادھوری ہی ختم ہوگئی، صفدر علی خاں بھی تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا ــــــ راستہ بھر وہ زمرد اور کمال الدولہ کے بارہ میں سوچتا رہا ــــــ وہ دل ہی دل میں کہتا رہا کہ کمال الدولہ تو مافوق الفطرت طاقتوں کا مالک تھا آخر اس نے اپنی بیوی کو بچانے کی جدو جہد کیوں نہیں کی ــــــ

ایک دن صفدر علی خاں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے کے لئے خلوت کدہ میں جا ہی رہا تھا کہ اس کے نوکر نے اس کو ایک خط لاکر دیا اور یہ کہا کہ ایک اجنبی جو خود کو آپ کا ایک پُرانا دوست بتاتا تھا آپ کے نام یہ خط چھوڑ گیا ہو صفدر علی خاں نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا ــــــ

صفدر علی خاں ــــــ

شائد تم اپنے پُرانے دوست کمال الدولہ کو ابتک نہ بھولے ہو گے، میں نے سُنا ہے کہ تم نے ہڈسن کی جا اور بے جا خوشامد کر کے اس کا اعتماد حاصل کر لیا ہے اس لئے سابقہ تعلقات کی بناء پر میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں اور مجھے پوری اُمید ہے کہ اس کے کرنے میں تم کسی تساہل سے کام نہ لوگے ــــــ

زمرد کو جو باقاعدہ میرے نکاح میں آچکی ہے جنرل ہڈسن کے حکم سے قید کر لیا گیا ہی اس کے ساتھ میرا ڈیڑھ سال کا معصوم بچّہ بھی ہے ــــــ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ہڈسن کی نیت زمرد کے بارے میں صاف نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم کسی

بھی طرح اس کو اس شیطانی حرکت سے باز رہنے دو ـــــ تاکہ زمرد کی عزت پر کوئی دھبہ نہ لگنے پائے، ورنہ یاد رکھو کہ میرے لئے ہڈسن کو یہ بتا دینا بالکل آسان ہے کہ تم نے زمانۂ غدر میں نہ صرف باغیوں کی مالی امداد کی تھی بلکہ تین ماہ تک ایک انگریز دوشیزہ کو اپنے محل میں قید کرنے کے بعد میں اس کو قتل کر دیا تھا ـــــ اور مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہڈسن تمہارے اس جرم پر تمھیں کیا سزا دے گا ـــــ

"کمال الدولہ"

خط کو پڑھتے ہی صفدر علی خاں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا، وہ جانتا تھا اور اس کے ذاتی تجربے میں بھی یہ بات آچکی تھی کہ کمال الدولہ کن طاقتوں کا مالک ہے، اس لئے اس نے کافی غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر ممکن طریقہ پر ہڈسن کو منع کرتا رہے گا کہ وہ زمرد کے حسن پر نیت اعمال ہاتھ نہ ڈالے شام ہوتے ہی صفدر علیخاں ہڈسن کے بنگلے پر پہنچ گیا ـــــ اور سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا ـــــ

ہڈسن اس وقت بعض سرکاری کاغذات پر دستخط کر رہا تھا، کام ختم کرنے کے بعد وہ صفدر علی خاں کی طرف مخاطب ہوا ـــــ "کیا خبر ہے نواب ـــــ" ـــــ

"کچھ نہیں حضور ـــــ سارے دہلی میں آپ کے نام کا ڈنکا بجا ہوا ہے، ہر طرف آپ کے اقبال کی بلندی کی دعائیں مانگی جا رہی ہیں بلکہ لوگ تو یہاں تک کہتے کہ اگر کمپنی آپ کو گورنر جنرل بنا دے تو ملک ہندستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو جائے ـــــ"

"نہیں نواب ـــــ ابھی مجھے دہلی والوں کا مزاج کچھ اور درست کرنا

پڑے گا ـــــ" ہڈسن نے بالکل چنگیزی انداز میں کہا۔

"اچھا ہٹائیے اس جھگڑے کو ـــــ یہ بتائیے کہ آج کن کن ملعونوں کو آپنے واصلِ جہنم کیا ـــــ" صفدر علی خاں ہمیشہ ہڈسن کے سامنے باغی مظلوموں کو ملعونوں کے نام سے یاد کرتا تھا،

"آج کُل ملاکر چار سو آدمیوں کو یا تو گولی ماری گئی اور یا کوتوالی کے سامنے سولی دی گئی۔" ہڈسن کچھ سوچ کر پھر بولا" ایک بات ضرور کہنے کے قابل ہے آج جن آدمیوں کو قتل کیا گیا ان میں ایک شخص توقیر علی خاں بھی تھا ـــــ پہلے اس کو پھانسی دی گئی لیکن وہ نہیں مرا ـــــ پھر اس کو گولی ماری گئی لیکن وہ صرف معمولی طور پر زخمی ہوا ـــــ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے آدمی ڈر گئے میرے پاس بھی خبر بھیجی گئی میں خود آیا اور پھر میں نے اس کو توپ کے منھ پر باندھ کے بارُود سے اُڑا دیا ـــــ۔

"الٰہی خیر ـــــ آدمی تھا یا بھوت ـــــ" صفدر علی خاں کے منھ سے تقریباً چیخ نکل گئی ـــــ

"آدمی ہو یا بھوت بہرحال وہ قتل ہو گیا ـــــ البتہ یہ بات ضرور قابلِ ذکر ہے کہ بارُود سے اُڑنے کے بعد اس کی لاش کے چیتھڑے اُڑ جانا چاہیئے تھے لیکن وہ فضا سے بالکل صحیح وسالم واپس آگئی ـــــ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اسکی لاش سے ایک خوب صورت عورت چمٹ چمٹ کر رو رہی تھی اور لوگ جمع ہوتے جارہے تھے بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ کوئی ولی اللہ تھا جبھی اسکی لاش کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، چنانچہ میں نے اس کی لاش خفیہ طریقہ پر جمنا میں

پھنکوادی ـــــ"

"اور وہ عورت کیا ہوئی سرکار ـــــ" صفدر علی خاں نے انتہائی بے چینی سے پوچھا ـــــ

"میں نے اس کو بھی قتل کرا دیا ـــ کہتے ہیں کہ اس کا نام لیلیٰ تھا اور وہ مقتول کو پاگلوں اور دیوانوں کی طرح دہلی کی سڑکوں اور گلیوں میں تلاش کرتی پھرا کرتی تھی ـــــ"

صفدر علی خاں نے ہڈسن کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ آج کے تحیّر زا واقعہ نے ہڈسن کو ایک بہت بڑی حد تک ڈرا دیا ہے، چنانچہ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا ـــــ "حضور مقتول ضرور کوئی جادوگر تھا ورنہ بارود سے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ضرور ہو جاتے ـــــ"

"جادو کا تو میں قائل نہیں لیکن کوئی نہ کوئی بات ضرور تھی" ہڈسن نے نیم خوفزدہ انداز میں کہا ـــــ "میں نے انگلستان میں بھی اس قسم کے کئی واقعات سنے تھے، بعض کتابوں میں بھی میں نے پڑھا ہے کہ بعض جڑی بوٹیاں انسانی گوشت کو لوہے میں تبدیل کر دیتی ہیں ـــــ ہو سکتا ہے اس انسان نے کبھی کوئی ایسی جڑی بوٹی کھائی ہو ـــــ"

"لیکن سرکار کو پھر بھی بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے ـــــ وہ زمرّد ہے نا ـــــ جس کا آپ ایک دن تذکرہ کر رہے تھے اس کا شوہر بھی جادوگر ہے بڑا خوفناک جادوگر ـــــ" صفدر علی خاں نے یہ کہہ کر ہڈسن کو کمال الدولہ کے بارے میں لاتعداد جھوٹے سچے قصے سنا ڈالے ـــــ اور کچھ اس انداز سے یہ کہانی

سُنائی کہ ہڈسن واقعی ڈر گیا اور اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ چند دن تک زمرد کا تصور بھی نہ کرے گا ———

کچھ دن اور بیت گئے آخر ہڈسن کے دماغ سے بھوت اور جادوگروں کا خوف نکل گیا اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ گورنر جنرل کا دورہ ختم ہوتے ہی وہ تعطیل لے کر زمرد کے ساتھ کسی تفریحی مقام کی طرف چلا جائے گا ——— اس اثناء میں وہ کئی مرتبہ لال قلعہ جا کر زمرد کو دیکھ بھی آیا تھا ——— اور زمرد کو آرام پہنچانے کے بارے میں ضروری حکم بھی جاری کر چکا تھا ———

ہڈسن یہ بھی فیصلہ کر چکا تھا کہ عین روانگی کے دن زمرد کے بچے کو بھی قتل کر دیا جائے گا تاکہ زمرد کے ساتھ عیش و عشرت میں اس کا بچہ حائل نہ ہو سکے ——— اور زمرد ——— وہ ہڈسن کے ان تمام منصوبوں سے بالکل بے خبر صرف کمال الدولہ کی یاد میں قید کے دن کاٹ رہی تھی ———

(۵۵)

جامع مسجد کے پیچھے ایک تنگ گلی کے ایک بوسیدہ سے مکان میں کمال الدولہ انتہائی بے چینی کے ساتھ ٹہل رہا تھا، آج اس کو اپنے دوست سقیعن کا بہت بے چینی سے انتظار تھا ——— شام ہو چکی تھی، دن کی روشنی کی آخری کرن بھی تاریکی کی آغوش میں چھپ گئی تھی، چاند کی ہلکی ہلکی روشنی نے تاروں کی جھلملاہٹ کو ابھی سے پھیکا کر دیا تھا ——— جیسے جیسے رات بڑھتی جاتی کمال الدولہ کی بے چینی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ——— آخر اس سے نہ رہا گیا ——— ہجوم افکار نے کمال الدولہ کے

ذہن میں یہ خیال پیدا کیا کہ اس وقت یک سوئی سے کام لے کر دعا کے اس طریقہ کو استعمال کرے جو زمین اور آسمان کے درمیان، انسان اور اللہ کے درمیان ہر وقت برگزیدہ بندوں کے لئے ایک واسطہ کی صورت میں موجود رہتا ہے ــــ

کمال الدولہ کافی دیر تک یک سوئی کے ساتھ دعا مانگتا رہا، آخر اس نے آنکھ کھولی، نظر اٹھا کے دیکھا تو تاریک کمرے میں کوئی موجود نہ ہوتے ہوئے بھی موجود تھا ــــ ایک ایسا وجود جس کی موجودگی نے کمرے کی تاریکی میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا اس لئے کہ یہ وہ تھا جو دلوں کو روشن کرنے کے بجائے تاریک بنانا ہی اپنا نصب العین سمجھتا اور ہمیشہ تاریکی ہی میں پوشیدہ رہتا ہے ــــ کمال الدولہ کے دیکھتے ہی دیکھتے کمرے میں ایک آواز بلند ہوئی ــــ "تو نے مجھے فنا کر دیا تھا لیکن میں پھر موجود ہوں ــــ اس لئے کہ روح کبھی فنا نہیں ہوتی، جسم فنا ہوا کرتا ہے ــــ تو نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے بجائے الٹا مجھ سے انتقام لیا لیکن اگر تجھ سے ہو سکے تو اب تو خود اپنی ذات کو میرے وار سے بچا لے ــــ کیونکہ اب تو ایک فانی انسان کی طرح کمزور اور بزدل ہے، تیری زندگی تیرے قابو سے نکل کر اب تیرے بچے کے جسم میں منتقل ہو گئی ــــ تیرے وہ قدم جو حدود قیامت تک پہنچ چکے تھے اب واپس آ چکے ہیں، تیری ساری قوتیں جن کے بل پر تو میرا مقابلہ کرتا تھا ختم ہو چکی ہیں ــــ تیری لحد تیار ہو چکی ہے اور تیرا دوست سقیفہ تیری لاش کا صندوق لے کر قلعہ ماہیات سے روانہ ہو چکا ہے!"

"بدذات سامری ــــ مر کر بھی تجھے چین نہ آیا ــــ" یہ کہہ کر کمال الدولہ نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے اس تعویز پر ہاتھ رکھا جو وہ ہمیشہ پہنے رہتا تھا ــــ "دور

ہو جا میری نظروں کے سامنے سے اور یاد رکھ کہ سقیف اور اسقف اعظم کے ہوتے ہوئے تو میرے جیتے جی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ـــــ میں مانتا ہوں کہ تیری ہی وجہ سے میری بیوی اور بچے کی جانیں بچیں لیکن کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ میں اپنے معصوم بچے کو تیری غذا بنا دوں گا ـــــ اگر تو یہ سمجھتا تھا تو یہ تیری حماقت تھی، جس کی سزا میں تیرا جسم فنا کر دیا گیا ـــــ سمارع ـــــ میرا وقت برباد نہ کر اور یہاں سے نکل جا ـــــ یہ میرا حکم ہے اور مت بھول کہ تو نے کبھی میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی ہے ـــــ

کمال الدولہ کے جواب میں جو آواز کمرے میں گونجی وہ پہلے سے بھی زیادہ نفرت انگیز تھی ـــــ "موقف کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں فنا ہونے کے بعد بھی تیرے حکم کی تعمیل کروں گا ـــــ آج چار ہزار سال ہو گئے تیری اور میری جنگ کو ـــــ جس میں تو نے میرے فانی جسم کو ہرا دیا لیکن یاد رکھ میری روح ہمیشہ تیری دشمن رہے گی اور تیری ہی نہیں تیرے اس ناپاک فرقہ کے خلاف جنگ کرتی رہیگی جس نے مقدس فرعون "اسبوط یاخو" کے دل کو جیت کر اسے میری طرف سے بدظن کرا دیا تھا، موقف ـــــ تو نے موت تک پر فتح حاصل کر لی تھی، لے اب دیکھ کہ تیرے ایسے انسان اگر فانی انسان سے رشتۂ محبت جوڑتے ہیں تو ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ آج میری آمد تیرے لئے موت کا پیغام بن کر آئی ہے ـــــ"

کمال الدولہ اس آواز سے اور اس آواز کی ہیبت سے پھر بھی نہ ڈرا اور اپنے اسی لہجے میں بولا ـــــ "میں مانتا ہوں کہ میری موت نزدیک ہے لیکن تیرے ہاتھوں سے نہیں ـــــ بدنصیب سمارع ـــــ تو اسی حسرت کو لئے

اس دُنیا سے گیا لیکن پھر بھی تیری یہ حسرت باقی رہی ـــــــ رب العزت کی قسم اگر زمرد سے ملنے کی تمنا نہ ہوتی تو میں ابھی اور اسی وقت خود اپنے ہاتھوں سے تیری یہ حسرت پوری کر دیتا ـــــــ"

اب کمرے میں گونجنے والی آواز کچھ مدہم ہوئی ـــــــ "موقف تو نے چار ہزار سال کی عمر کیا اسی لیئے پائی تھی کہ تو ایک عورت کا صدقہ بنے؟" ابھی یہ آواز یہیں تک بلند ہوئی تھی کہ کمال الدولہ نے چیخ کر کہا ـــــــ "ہٹ جا سمار گ ـــــــ میری روح اسقفِ اعظم کے نور کو اس کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہے وہ میری مدد کو آ پہنچے ـــــــ" کمال الدولہ کے منہ سے یہ جملہ نکلتے ہی ایک بھیانک چیخ کے ساتھ کمرے کی تاریکی دُور ہو گئی اور وہ چند لمحات کے بعد اس طرح روشن و منوّر ہو گیا جیسے اس میں لاکھوں شمعیں روشن کر دی گئی ہوں۔

اب کمرے میں ایک نور کا فوارہ اُچھل رہا تھا ـــــــ جس کی نورانی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کیئے دیتی تھیں۔ اور ایک ایسی خوشبو پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے پورا کمرہ معطر ہو گیا تھا ـــــــ اچانک نور کے اس فوارے سے ایک نہایت ملائم اور پُردقار آواز پیدا ہوئی ـــــــ "موقف تیرے پاک ارادوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں تجھ سے ملاقات کروں، یقین جان تیری نیک روح کی کشش ایک مرتبہ مجھے پھر اس دنیا میں گھسیٹ لائی ـــــــ افسوس موقف تو نے اس سے محبت کی جو فنا ہے، خاکی انسان کی محبت نے تجھے آفتاب سے ذرّہ بنا دیا، تیری ہزاروں سال کی ریاضت پر پانی پھیر دیا۔ تو ہزاروں سال اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے دُور رہا اور تیری روح تیرے جسم میں رہتے ہوئے بھی اس کائنات کی سیر کرتی

رہی ـــــ لیکن آج اس فانی دُنیا سے جسمانی رشتہ جوڑنے کے بعد تو پھر وہیں واپس آگیا جہاں سے میں تجھے گھسیٹ کر لایا تھا ـــــ"

"لیکن مجھے اس کا کوئی رنج نہیں اسقفِ اعظم ـــــ" کمال الدولہ نے نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا ـــــ "چار ہزار سال کی طویل زندگی میں ہر طاقت ہونے کے باوجود میں لذّتِ زندگی سے محروم رہا ـــــ آج اسی لذّت نے میرے دل میں جو درد پیدا کیا ہے وہ اس سکون اور آرام کے سامنے بالکل ہیچ ہے جو میں نے تیری سرپرستی میں حاصل کیا اور جس نے مجھے فوق البشر بنا دیا ـــــ خدا کی قسم میں آئندہ پانچ ہزار سال تک زندہ رہنے کے بجائے یہ پسند کروں گا کہ اسی درد کو اپنے کلیجے میں دبائے موت کی آغوش میں ابد تک کے لئے سو جاؤں ـــــ"

"تیرے اسی استقلال نے مجھے دعوت دی کہ میں تیری زندگی کے اس آخری دَور میں تیری مدد کروں ـــــ اور تجھے ایک مرتبہ پھر وہ طاقت دے دوں جسے تو اپنے معصوم بچّے کی رُوح میں منتقل کر کے اسے غیر فانی بنا چکا ہے ـــــ موقف تو مرنے سے قبل ہی اپنی جگہ پُر کر رہا ہے ـــــ اور تو مت گھبرا ـــــ تیرا بچہ تیرے بعد میری آغوشِ شفقت میں پرورش پائے گا ـــــ میں اسے عالمِ غیر فانی کے نغمات سُنا سُنا کر بڑا کروں گا اور جب وہ جوان ہوگا تو وہ خود بخود وہ بن جائے گا جو اپنی جوانی میں تو تھا ـــــ موقف ـــــ تو پریشان تھا کہ تیرے بعد تیرے اس بچّے کا کیا ہوگا جو آج ایک لاوارث کی طرح ظالموں کی قید میں بند ہے ـــــ لیکن افسوس تیری دُنیاوی اُلجھنوں نے تیری عقل کو یہ تک سوچنے کا موقع نہ دیا کہ تیرے بچّے کی حفاظت وہ قادرِ کل کرے گا جو باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے ـــــ

جو کہیں نظر نہیں آتا لیکن ہر جگہ موجود ہے ـــــ جس نے اس کے فانی جسم میں روح ڈالی، جس نے رحم مادر میں اس کو غذا پہنچانے کا بندوبست کیا جس نے اس کی پیدائش پر اس کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ کا سمندر پیدا کیا، اور جو سب سے زیادہ مہربان، سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ رحیم اور سب سے زیادہ قدیر ہے ـــــ موفق تیرے ارادوں کی مضبوطی اور تیری روح کی پاکیزگی کے پیش نظر میں تجھے آج کی رات کے لئے پھر وہی طاقت واپس دے رہا ہوں جب تو زمرد سے شادی کرنے سے قبل قادر تھا ـــــ تاکہ تو اپنی آخری تمنا پوری کر سکے ـــــ"

کمال الدولہ نے یہ سنتے ہی انتہائی ادب واحترام کے ساتھ اپنا سر جھکا لیا اور جب اس نے دوبارہ سر اٹھایا تو یہ نورانی وجود وہاں سے غائب تھا

ایک ہی لمحہ میں کمال الدولہ نے محسوس کیا جیسے اس کو مکمل سکون اور اطمینان قلب حاصل ہو گیا ہے ـــــ

(۵۶)

اب کمال الدولہ کو کوئی اُلجھن نہ تھی، کھوئی ہوئی مافوق الفطرت طاقتیں پانے کے بعد جیسے اس کے بے چین دل کو قرار آ گیا تھا، اب اس کی نظریں دیکھ رہی تھیں کہ اس کی زمرد اپنے بچے کو گود میں لئے لال قلعہ کے ایک کشادہ اور سجے سجائے کمرے میں ٹہل رہی ہے، اس کے چہرے کی تمام شگفتگی غائب ہو کر پژمردگی میں تبدیل ہو گئی ہے اور اسکا معصوم دماغ مسلسل یہ غور کر رہا ہے کہ وہ کس جرم میں قید کی گئی ہے،

کمال الدولہ نے دیکھا کہ زمرّد ٹہلتے ٹہلتے ایک کھمبے سے لگ کر کھڑی ہو گئی اس نے اپنے بچّے کو زور سے بھینچ کر اپنے کلیجے سے لگا لیا اور زیرِ لب کہا ـــــ "افسوس میرے لعل تجھے باپ کی شفقت تک نہ مل سکی ـــــ" بچّہ نے ماں کو غور سے دیکھا اور پھر تفکّرانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد ماں کے گلے میں باہیں ڈال دیں ـــــ جیسے اسے ماں کے دل کی بات معلوم ہو گئی ہو اور وہ اسے تسلّی دینا چاہتا ہو ـــــ

کمال الدولہ سے اس کے بعد زمرّد اور اس کے بچّے کی طرف نہ دیکھا گیا اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر لی ـــــ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر دُور نیلے آسمان پر چمکنے والے چاند کو دیکھنے لگا ـــــ پھر اس نے دیکھا کہ فضا میں کچھ ہوائی صورتیں آپس میں کھیل رہی ہیں اور رات کی شبنم کا لُطف اُٹھا رہی ہیں، فضائے بسیط میں ایک پوری مخلوق آباد ہے، ہر طرف زندگی کے آثار ہیں اور جس چیز کو انسان خلاء کہہ کر نظرانداز کر دیتا ہے اس میں ایک پوری دُنیا کا جشن ہو رہا ہے۔ کمال الدولہ کافی دیر تک اس منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا ـــــ

اس وقت تمام دُنیا کمال الدولہ کی آنکھوں کے سامنے تھی، دُور بہت دُور کاکیشیاء کے سرسبز پہاڑوں پر وہ عام انسانوں کو نہ دکھائی دینے والی پریوں کا ناچ دیکھ رہا تھا، ہندستان کے سر بہ فلک پہاڑوں کے تاریک غاروں میں جو اِن پہاڑوں کی جڑوں تک میں پھیلے ہوئے تھے وہ ان لوگوں کو ہنستے اور قہقہے

لگا تے دیکھ رہا تھا جن پر آتش فشاں مادہ اثر نہیں کرتا اور جو گرم لاوے کو اس

طرح پیروں سے روند رہے تھے جیسے وہ برف پر چل رہے ہوں ــــ درختوں

کے ہر ہر پتے پر اور سمندر کے ایک ایک قطرے میں وہ ایک دنیا کو آباد دیکھ

رہا تھا اور آسمان پر چمکنے والے ہر ستارے میں ایک دنیا بسی ہوئی تھی ــــ

کائنات پر ایک طائرانہ الوداعی نظر ڈالنے کے بعد کمال الدولہ نے مسکراکر

اپنے دوست سقیف پر نظر ڈالی جو دہلی سے سینکڑوں میل دور قلعۂ ماہیات کے

ایک بند کمرے میں بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول تھا ــــ اس نے دیکھا کہ

اس کا دوست سقیف، اس کے مقدس فرقہ کا دوسرا رکن زندہ رہنے پر بھی

اس زندگی سے اس طرح جدا تھا کہ اس کو دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی، وہ اپنے کام

میں اور اپنے تجربوں میں یہ سوچے بغیر مصروف تھا کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا یا برا۔

اس کے علم سے کسی کو ابدی راحت پہنچ سکتی ہے یا نہیں ــــ اس کے تجربے

آج کی اس دنیا کا دکھ اور درد دور کر سکتے ہیں یا نہیں ــــ

دیکھتے دیکھتے کمال الدولہ تھک گیا، اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور

کچھ دیر سوچنے کے بعد خود اپنی روح سے مخاطب ہو کر بولا ــــ " اے میری

چار ہزار سال طویل زندگی تجھے میرا الوداعی سلام ــــ آج میں تجھ سے

رخصت ہو رہا ہوں ــــ میں قسم کھاتا ہوں کہ تو نے میرے ساتھ ہر ممکن وفاداری

کی، تو نے میری جوانی کو باغ کے ایک تر و تازہ پھول کی طرح شگفتہ رکھا لیکن

پھر بھی اب میرا دل تجھ سے بھر گیا ــــ

اے آسمان پر چمکنے والے ان گنت ستاروں ــــ آج تم سے

بھی رخصت ہے۔ اے فضائے بسیط میں رہنے والی مخلوق آج تم کو بھی میرا آخری سلام ـــــ اس لئے کہ آج میری روح اس فانی جسم کی قید سے آزاد ہونے کے لئے تڑپ رہی ہے ـــــ"

قلعۂ ماہیات کے ایک تجربے میں کام کرتے ہوئے اچانک سقیفت کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے دور افتادہ دوست موفنف کی روح اس سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہے ـــــ" اے میرے ہزاروں سال پُرانے رفیق، تجھے میرا آخری سلام پہنچے اس لئے ہیں تیری دُنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر رخصت ہو رہا ہوں، آج میری اور تیری نہ ختم ہونے والی رفاقت کا آخری دن ہے اے میرے دوست میں اپنی مرضی سے اس مقام کی طرف جا رہا ہوں جہاں کے مناظر اب تک میری آنکھوں سے اوجھل رہے ـــــ میں وہاں جا رہا ہوں جہاں زمرّد کی رُوح قیامت تک میرے ساتھ فلک الافلاک کی سیر کرتی رہے گی ـــــ میں وہاں جا رہا ہوں جس کے بعد مجھے اپنی زندگی ایک بجرِ ناپائیدار کی طرح نظر آئے گی ـــــ میں اپنے اس خاکی جسم کو چھوڑ رہا ہوں اس لئے کہ مجھے اپنی ہزاروں سال کی جدوجہد کا انجام مل گیا اور منزل نظر آگئی سقیفت ابھی چند دن کی بات ہے کہ تم میرے بُلانے پر آئے اور تم نے مجھ سے زندگی اور موت کے مسئلہ پر ایک طویل بحث کی ـــــ اور میری طویل وصیت سُن کر تم چُپ ہو گئے ـــــ لیکن اے میرے دوست میری وصیت کا ایک ایک لفظ یاد رکھنا ـــــ میرے بعد زمرّد کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دینا اور جب وہ مر جائے تو میرے بچے کو اپنی تحویل میں لے لینا، اسقفِ اعظم ابھی ابھی

مجھ سے وعدہ کر گئے ہیں کہ میرا بچہ ہمیشہ ان کی شفقتوں سے مالا مال ہوتا رہے گا۔

سقیف ـــــــ تمہیں حیرت ہوگی کہ آج رات میں اپنی تمام سابقہ طاقتوں اور قوتوں کے بل پر زمرد سے ملنے اور اپنے بچے کو دیکھنے قید خانے جا رہا ہوں وہاں سے واپس ہونے پر میں سیدھا الا قصر چلا جاؤں گا جہاں صبح کے قریب تہ خانے میں اپنے والدین کی ممیوں کے قریب تمھیں میری لاش بھی مل جائے گی جس کی ممی بنا کر تم تابوت میں رکھ دینا تاکہ جب قیامت کا صور سنائی دے تو مجھے رب العالمین کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے اپنا جسم نہ تلاش کرنا پڑے ـــــــ

سقیف ـــــــ یاد رکھو کہ جب زمرد مرے تو اس کی لاش کی بھی ممی بنا کر میرے پہلو میں رکھ دینا تاکہ روز قیامت جب وہ بیدار ہو تو ہم دونوں کو ایک دوسرے کی تلاش نہ کرنا پڑے،

سقیف ـــــــ کاش میں تمھیں سمجھا سکتا کہ جب زندگی کی تمنائیں پوری ہو جاتی ہیں تو موت کا جام کتنا شیریں اور کتنا لطیف ہو جاتا ہے، اس لئے اے سقیف ! اکسیر سرخ اور آب حیات کی شیشیاں توڑ ڈالو، روغن سیاہ کی بلوری بوتلیں تباہ کر دو، قلعۂ ماہیات میں آگ لگا دو، گرفتار شدہ بھیانک اور خبیث روحوں کو آزاد کر دو، ہزاروں سال کی عمر کا ناقابل برداشت بوجھ زندگی کے کاندھوں سے اتار کر پھینک دو اور اپنی روح کے انجام کی فکر ترک کر دو ـــــــ خدا کی قسم مجھے معلوم ہو گیا کہ قبر ہی حصولِ عقل وعلم اور تقدس و پاکیزگی کی پہلی منزل ہے اور میں اسی منزل پر پہنچ کر تمھارا انتظار کروں گا۔

(۵۷)

اِدھر کمال الدولہ اس دُنیا کو رخصتی سلام کر رہا تھا اور اُدھر صفدر علیخاں کے لاکھ سمجھانے کے باوجود ہڈسن مسلسل کہے جا رہا تھا کہ آج کی رات وہ زمرّد کے قید خانے کو اپنے عشرت کدہ میں ضرور تبدیل کرے گا، صفدر علیخاں نے اس کو طرح طرح سے سمجھایا، بھوتوں اور خبیث روحوں کے قصّے سُنا کر اسے ڈرایا لیکن ہڈسن کو جیسے ضد آگئی اور اس نے صفدر علی خاں کو ڈانٹتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اسے لایعنی باتوں میں نہ اُلجھائے کیوں کہ زمرّد کے بارے میں وہ اپنے جذبات کو زیادہ دیر تک مشتعل نہیں رکھ سکتا ــــــ

صفدر علی خاں دل شکستہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور اس کے جاتے ہی ہڈسن نے شراب کی بوتل خالی کرنا شروع کر دی ــــــ

تہ خانے میں زمرّد دُعا میں مصروف تھی، اتنی مصروف کہ اس کو دروازہ کھُلنے اور بند ہونے کی آواز تک نہیں سُنائی دی ــــــ اس کا سَر سجدے میں تھا اور اس کا بچّہ اس طرح اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ دُعا قبول ہو گئی ماں ــــــ دیکھو کون آیا ہے؟

آنے والے شخص نے دیکھا کہ دُعا مانگتے مانگتے زمرّد نے سجدہ سے سَر اُٹھایا شمع کی روشنی اس کے مرجھائے ہوئے رخساروں، اُلجھے ہوئے بالوں اور بند آنکھوں پر پڑی جن سے آنسوؤں کی گنگا جمنا بہہ رہی تھی ــــــ زمرّد باری تعالیٰ سے دُعا مانگ رہی تھی ــــــ "اے میرے پروردگار اگر میری محبت سچی ہے

اور اگر میں نیک نیت ہوں تو میرے رب تو مجھے کمال الدولہ سے ملا دے، خدایا مجھے اس معصوم بچے کے طفیل میں جو تو نے مجھے بخشا ہے مجھ پر رحم کر ـــــ مجھے میری مصیبتوں سے نجات دلا تاکہ میں سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنے شوہر کی خدمت کرسکوں اور اپنے بچے کو پال سکوں ـــــ اے میرے خالق اس قید خانے میں تیرے علاوہ اور کون ہے جس سے میں اپنی فریاد کرسکوں ـــــ مجھ بدنصیب کو اب زیادہ نہ رُلا اور مجھ پر اپنی رحمتیں نازل کر ـــــ"

شدت جذبات سے زمرد کی آواز حلق میں پھنس گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اچانک اس نے محسوس کیا جیسے کوئی اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا ہے ـــــ قریب تھا کہ زمرد خوف اور دہشت کے مارے چیخ پڑتی کہ اس کے کانوں میں ایک شہد سے زیادہ شیریں ـــــ اور زندگی سے زیادہ عزیز آواز سنائی دی ـــــ "میں آگیا زمرد ـــــ" اور جیسے زمرد خوشی سے دیوانی ہوگئی اس نے پلٹ کر دیکھا تو کمال الدولہ اپنے اسی حسن مردانہ کا نمونہ بنا ہوا ایک غیر متفکر خدوخال کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا، زمرد نے خوشی کے مارے وہ چیخ ماری جو اس تہ خانے میں اس سے قبل کبھی نہیں سنی گئی تھی اور اس کے بعد کمال الدولہ کے قدموں میں گر گئی۔ کمال الدولہ نے انتہائی محبت کے ساتھ اسے اٹھانا چاہا مگر اس نے اس کے قدم نہ چھوڑے اور مسلسل آنسو بہاتی رہی،

"مجھے معاف کردو میرے سرتاج ـــــ" زمرد نے اسی طرح آنسو بہاتے ہوئے کہا ـــــ "میں اپنی اور تمہاری محبت کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے

کسی بے وفائی کے خیال سے نہیں بلکہ بچّہ کی محبت میں تم سے جدائی اختیار کی، خدا شاہد ہے کہ میری نیت پاک تھی اور مقصد نیک ——— میں نے تم کو بھوت سمجھا اور ڈری کہ کہیں تمہاری وجہ سے میرے بچّہ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے لیکن اب میں نہیں ڈرتی اگر تم بھوت بھی ہو تو میں تم کو فرشتہ سمجھوں گی اور اگر تم خبیث روح بھی نکلے تب بھی میں تمہارے ہی دامن سے وابستہ رہوں گی "۔

ابھی زمرّد نہ معلوم کیا کیا کہتی کہ کمال الدولہ نے اس کو زبردستی اُٹھاکر اپنی چھاتی سے لگالیا، اور پھر انتہائی دھیمی آواز میں کہا ——— " میرے پاس وقت کم ہے زمرّد ——— اس لئے آؤ ہم دونوں بچّے کی عافیت کی دُعا مانگ لیں "۔

یہ کہہ کر دونوں نے بارگاہِ الٰہی میں اپنے پہلے اور آخری بچّے کی عافیت کے لئے دُعا مانگی اور اس کے بعد کمال الدولہ زمرّد کے پاس بیٹھ گیا

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کمال الدولہ نے انتہائی شفقت کے ساتھ زمرّد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے ایک طویل گفتگو شروع کی اور اسے اپنی زندگی کے پاکیزہ راز اور طویل داستانِ حیات سنانے لگا ——— کمال الدولہ نے کہا ——— ایمان ہی وہ شے ہے جس سے عرفان حاصل ہو سکتا ہے ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنے دل کو دُنیا کی آلودگیوں سے پاک کرکے اس کو وسیع النظر بنادیں، یہی وہ وسیع النظری ہے جو روح کا تعلق اس فانی دُنیا سے منقطع کرکے اس کی روحانی آنکھیں کھول دیتی ہے اور اس کو پوری کائنات کی سیر کے لئے پرِ پرواز دے دیتی ہے ——— تمہیں معلوم نہیں زمرّد کہ میں ہزاروں سال پُرانے ایک قدیم فرقے کا رکن ہوں جس کا نام کردگانہ کہا جاتا ہے "۔

کمال الدولہ اپنی زندگی کے یہ پاکیزہ راز زمرد کو سُنا سُنا کر اس کی غلط فہمیاں دور کر رہا تھا اور زمرد اپنی آنسو بھری آنکھوں سے اس روح کی پاکیزگی کو دیکھ رہی تھی جس سے ڈر کر وہ آگرہ سے توقیر علی خاں کے ساتھ بھاگی تھی ——

کمال الدولہ نے فرقۂ کردگانہ کے حالات سُنانے کے بعد کہا —"انسان کی زندگی میں بھی ایک زندگی ہے جو اس عام زندگی سے ہر حال میں پاکیزہ اور بلند ہے، چنانچہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ تمھیں بھی اپنی طرح اُسی زندگی تک پہنچا دوں تاکہ روزِ ابد تک ہم دونوں جوانی کے نغمے گاتے رہیں اور کبھی موت کے قبضہ میں نہ جائیں، لیکن مجھے اپنی کوششوں میں ناکامی ہوئی، تم نے دلکش کئی خواب دیکھے لیکن تم پر کوئی اثر نہ ہوا، میں نے تم کو زندگی کے درس دئے لیکن تم نے ان پر توجہ نہ کی —— تم بس میری محبت کے جذبہ میں سرشار رہیں اور آنے والی کل اور بڑھاپے کے انجام سے بالکل بے خبر ہو کر میرے ساتھ زندگی کی خوش فعلیاں کرتی رہیں ——"

"چھوڑو ان باتوں کو ——" زمرد نے بات کاٹتے ہوئے کہا —"تم مل گئے مجھے سب کچھ مل گیا، پچھلی باتوں کو بھول جاؤ —— میری یہ ساری مصیبتیں بس اب صرف چند منٹ کی مہمان ہیں کیوں کہ اب تم اپنی طاقت کے بل پر قید خانے کے دروازے کھولو گے اور پھر ہم تینوں وہاں چلے جائیں گے جہاں ہم تینوں کے سوا اور کوئی نہ ہوگا —— میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی تمہارے کیمیائی تجربوں پر تمھیں منع نہیں کروں گی، تم اپنی روح کو بھی جہاں چاہے سیر کراتے پھرنا —— میں تو بس دن میں ایک دفعہ تمہاری صورت دیکھ کر ہی زندگی کی

بقاء کی دُعا مانگتی رہوں گی ـــــ لیکن یہ تمہارے چہرے پر وہ مسکراہٹ کیوں نہیں پیدا ہوتی جو مجھے دیکھ کر اور میری باتیں سُن کر پیدا ہو جایا کرتی تھی ـــــ ؟ کیا تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟ نہیں نہیں میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم اتنے سخت فوجی پہرے کے باوجود اس زمین دوز قید خانے میں کیسے گھس آئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی ـــــ ؟ تم مجھ سے ناراض نہ ہو میرے سرتاج ـــــ میں اب تم پر کبھی شک نہیں کروں گی ـــــ"

لیکن کمال الدولہ نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کہا ـــــ

"تم واقعی نہیں جانتیں کہ میں کون ہوں اور تم کو اپنے بارے میں اجنبی رکھنا میں تمہاری اور اپنی محبت کی توہین سمجھتا ہوں ـــــ اس لئے سُنو زمرد میری عمر حقیقتاً چار ہزار سال ہے، اس دُنیا کی تہذیب سے بھی پُرانی ـــــ اہرام مصر سے بھی پُرانی، ہمالیہ کی چوٹی پر جمی ہوئی برف سے بھی زیادہ پُرانی ـــــ اتنی پُرانی کہ میری زندگی دوسروں کے لئے ایک طلسم خیال بن کر رہ گئی ہے ـــــ"

میری اس طویل زندگی کی ابتداء الاقصر سے ہوئی ۔ پہلے اس کا نام "سٹیاکس" تھا لیکن جب یونانیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں اس کو فتح کیا تو اس کا نام "تھیبس" رکھا ـــــ اور اس کے بعد فاتح رومنوں نے بھی یہ نام باقی رکھا لیکن بعد میں عربوں نے اس کا نام الاقصر رکھ دیا ـــــ الغرض اسی الاقصر کے ایک چھوٹے سے دیہات میں جس کے چاروں طرف کھجور کے گھنے جنگل تھے میری پیدائش ہوئی ـــــ اس وقت الاقصر کی وہ شہرت نہیں تھی اور کوئی یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ آئندہ چل کر یہی وہ مقام ہو گا جہاں فراعنہ

کا انمول خزانہ اور ہزاروں سال پُرانی تہذیب زمین کے اندر دفن ہو کر ہمیشہ کے لئے روپوش ہو جائے گی،

میرے مکان کے بالکل قریب دریائے نیل بہتا تھا —— خاموش اور لازوال نیل جس کے پانی کی لہروں پر دھوپ اس طرح چمکتی تھی جیسے نیل میں پانی نہیں سونا چاندی پگھل کر بہہ رہا ہو —— یہ نیل اب بھی وہیں بہتا ہے جہاں پہلے بہتا تھا فرق صرف یہ ہے کہ اب اس میں مصر کی ہزاروں برس کی تاریخ گھُل گئی ہے جس کا پتہ آج کی دُنیا کو ہرگز نہیں ہے ——

مصر کو ہمیشہ زندہ رکھنے والے اسی نیل کے کنارے جس کو خدائے نیل بھی کہا جاتا تھا اور جس کی خوشنودی کی خاطر ہر سال بڑی بڑی قربانیاں بھی دی جاتی تھیں آج سے ۵ ہزار سال قبل ایک عظیم الشان شہر آباد تھا پورے ملک میں اس شہر کی دھوم تھی، مہذب دُنیا اس کے نام سے ڈرتی تھی —— کیوں کہ یہی وہ شہر تھا جس کو فرعون نے اپنا مرکز بنایا تھا —— فرعون خود کو آسمانی دیوتاؤں کا جانشین کہتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ دُنیا کے سب سے بڑے دیوتا "آمون" کی اولاد ہیں ——

میں جس خاندان کا فرد تھا وہ خاندان دیوتاؤں کے کاہنوں کا سب سے بڑا خاندان سمجھا جاتا تھا، ہمارے خاندان کا کہنا تھا کہ فرعون صرف ان کی دُعاؤں سے تخت پر بیٹھا اور چونکہ انھوں نے مقدّس دیوتاؤں کو خوش کیا تھا اس لئے ان کی دُعائیں قبول کرلی گئیں —— عمر کے ابتدائی حصّے میں میرا وقت بھی دیوتا "آمون" کے ایک بڑے مندر میں گذرتا تھا جہاں ہر روز صبح

فرعون اپنی بہترین پوشاک پہن کر آتا اور " آمون " کے مجسمے کے سامنے سر نیاز جھکا کر عبادت کرنے کے بعد اس کی دعائیں حاصل کرتا ـــــــ

جس زمانے کا میں ذکر کر رہا ہوں اس وقت مصر میں ٹھٹمس اول کی حکومت تھی اور میں جوان ہو کر مندر کے اچھے راہبوں میں شمار کیا جاتا تھا ـــــــ اسی زمانے میں میرا باپ جو کاہنِ اعظم تھا مر گیا، اس نے مرتے وقت میرے گلے میں تانبے کا ایک تعویذ باندھ دیا جس پر زبانِ " ہیروغلیفی " میں کچھ حروف بنے ہوئے تھے، میرے باپ نے مجھ سے وصیّت کی کہ میں اس تعویذ کو مرتے دم تک اپنے گلے سے جُدا نہ کروں کیوں کہ یہ تعویذ مجھ کو ہر آفت سے بچاتا رہے گا ـــــ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب زندگی ایک بارِ گراں بن جائے تو اس کو زبان سے چاٹ لینا کیوں کہ زندگی ختم کرنے کے لئے اس کا ذائقہ ہی کافی ہے ـــــ "

باپ کے بعد اصولاً مجھے کاہنِ اعظم بنایا جانا چاہیئے تھا لیکن اس عہدے کے لئے میری عمر کم تھی اس لئے میرے بجائے یہ عہدہ سمارع نام کے ایک بد طینت راہب کو دے دیا گیا ـــــ سمارع ایک بہت بڑا طبیب بھی تھا اُس نے بعض ایسی جڑی بوٹیاں معلوم کر لی تھیں جن کے استعمال سے عمر طویل ہوتی رہتی تھی اور اعصاب پر عمر کا اثر نہیں ہونے پاتا تھا ـــــ سمارع کاہنِ اعظم بنتے ہی مجھ سے جلنے لگا کیوں کہ اسے یہ ڈر تھا کہ سنِ بلوغ تک پہنچنے کے بعد ہی اس کو عہدے سے ہٹا کر مجھے کاہنِ اعظم بنا دیا جائے گا ـــــ

اسی دوران میں میری ایک حسین لڑکی سے محبّت ہو گئی ـــــ اتنی محبّت

کہ سمارع تک کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ لڑکی میری زندگی بن کر رہ گئی ہے اور مجھے اسکے بغیر کسی طرح قرار نہیں آئے گا،

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ خدائے نیل کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے فرعون مصر کی طرف سے ہر سال طرح طرح کی قربانیاں پیش کی جاتیں ـــــ جن میں بلاد مصر کی ایک حسین ترین کنواری نازنین بھی ہوتی جسے وہ مقدس دعاؤں کے بعد خدائے نیل کی جوشیلی اور طغیانی بھری آغوش میں ڈال دیتے ـــــ سمارع نے کاہن اعظم بننے کے بعد خدائے نیل کو قربانی دینے کے لئے محض میری تباہی کے لئے میری محبوبہ کو ہی قربانی کے لئے منتخب کر لیا ـــــ کاہن اعظم کی پسند دیوتا کی پسند تھی میں نے بہت فریاد کی اور بہت احتجاج کیا لیکن سمارع کاہن اعظم کے مقابلہ میں میری کون سنتا ـــــ چنانچہ وہ وقت بھی آ گیا جب میری محبوبہ کو دلہن کی طرح سجایا گیا، بناؤ سنگار سے آراستہ کیا گیا اور اسے ایک خوب صورت کشتی میں بٹھا کر خدائے نیل کے اس دھارے کی طرف لے جایا گیا جہاں اس کے گندے جوشیلے پانی میں بھنور بن رہے تھے ـــــ جس وقت یہ کشتی اس دھارے کے نزدیک پہنچی لہریں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کے شوریدہ پانی میں بھنور بن کے اس طرح پھیل رہے تھے جیسے وہ قربانی کے لئے منہ پھاڑ رہے ہوں میں بھی یہ منظر دیکھنے کے لئے اس کشتی میں موجود تھا ـــــ میرے دیکھتے ہی دیکھتے کاہن اعظم نے میری محبوبہ کو یہ کہہ کر دریا میں پھینک دیا کہ جا اے خوش نصیب کہ خدائے نیل اپنے محل میں تیرا انتظار دیکھ رہا ہے تاکہ تجھے حیات ابدی دے سکے۔"

اپنی محبوبہ کا یہ انجام عقیدے کی مضبوطی کے باوجود مجھ سے نہ دیکھا گیا اور میں نے

بھی اسی وقت دریا میں چھلانگ لگا دی ——

کئی دنوں کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں الاقصر سے تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر دیوی "موات" کے ایک مندر کے حجرے میں تھا اور چند راہب میری تیمار داری کر رہے تھے —— والد کے دئے ہوئے تعویذ سے میری جان بچ گئی تھی جب کہ یہ راہب یہ سمجھ رہے تھے کہ دیوتا میری زندگی اور سلامتی چاہتے تھے اس لئے میری جان نہیں لی گئی —— بس یہیں سے میری نئی زندگی کی ابتدا ہو گئی ——

میں نے قسم کھائی کہ میں سمارع سے اپنی محبوبہ کا بدلہ ضرور لوں گا —— حالانکہ مجھے یہ بات اس وقت بھی معلوم تھی کہ سمارع کو ایسی جڑی بوٹیاں معلوم ہیں جنکا استعمال زندگی کو طویل کرتا رہتا ہے،

رفتہ رفتہ میری ملاقات ان لوگوں سے ہو گئی جو اس زمانہ میں کردگانہ کے نام لیوا تھے —— ان میں سے ایک آدمی آج بھی زندہ ہے —— وہی جس کی آواز سن کر تم اس رات کو جب والاقدر کے آدمی تمھیں اغوا کرنے آئے تھے تم حیرت میں ڈوب گئی تھیں، ان لوگوں کے ساتھ برسوں میں ریاضت کرتا رہا، مشقت کرتا رہا، عبادت کرتا رہا اور آخر میں نے فوق البشریت حاصل کر لی، اپنی موت پر قابو حاصل کر لیا، دُنیا کے اسرار سے واقفیت حاصل کر لی اور ایک دن اپنی انہیں ناقابلِ تسخیر طاقتوں کے بل پر میں نے سمارع کو شکست دے کر چاہِ عظیرت میں قید کر دیا ——

چار ہزار سال تک دُنیا کے سینکڑوں انقلابات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک دن دہلی میں تمھارے باپ عظمت موسیقار کے یہاں میں نے تمھیں دیکھا تو مجھے

اپنی وہ محبوبہ یاد آگئی جس کو سمارع نے خدائے نیل کی غضبناک لہروں کے حوالے کر دیا تھا ــــــ میں سچ کہتا ہوں زمرّد ــــــ تمھاری اور اس کی شکل بالکل مشابہ تھی، تم میں اور اس میں صرف اسی قدر فرق تھا کہ تمھارا نام زمرّد ہے اور اس کا نام تھا "رشاد" اور شائد تم "رشاد" ہی تھیں جس نے زمرّد کے نام سے جنم لیا تھا پہلی ہی نظر میں تمھیں دیکھ کر میرے قدم لڑکھڑا گئے ــــــ رشاد کے تصور میں تم ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہنے لگیں ــــــ اور ایک دن اپنی اس چار ہزار سال پرانی محبت کی آگ کو بجھانے کے لئے اور اپنی اس دبی ہوئی تمنا کو پورا کرنے کے لئے میں نے اپنی فوق البشریت پر ٹھوکر مار دی ــــــ اور پھر تم کو ماں بنا کر اپنا جانشین تخلیق کرنے کے لئے میں نے اپنی زندگی کو ٹھوکر مار دی تم سے شادی کرنے کے بعد بتدریج میری قوت کم ہوتی جاتی تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب تم مجھ سے جدا ہوئیں تو میں اپنے علم کی انتہائی وسعت کے باوجود تمھیں نہ تلاش کر سکا ــــــ

تم دہلی میں توقیر کی نادانیوں اور حمید اللہ کی سازشوں کا شکار بنتے بنتے آخر ہڈسن کے قید خانے پہنچ گئیں جہاں اس نے تم کو محض اس لئے ہر ممکن آرام پہنچایا تاکہ تم کو اپنی ہوس کا شکار بنا سکے ــــــ جب اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے اپنی زندگی کو داؤں پر لگا کر تمہاری عزت بچانے اور تم سے ملاقات کرنے کی آخری کوشش کی اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہو گیا ــــــ

میں بھوت نہیں صرف ایک طویل العمر انسان ہوں جو اپنی ریاضت اور

روحانیت کے ذریعہ صرف رشاد کی محبت کے بل پر فوق البشر ہوگیا اور جب رشاد زمرّد کی صورت میں مجھے مل گئی تو زندگی سے تھک کر موت کی راہ پر گامزن ہو گیا شاید ابھی میں کچھ دن اور زندہ رہتا لیکن تمہاری عزت بچانے کے لئے اور تمھیں اپنی کہانی سُنانے کے لئے میں نے موت کو اپنے بالکل قریب کر لیا اتنا قریب کہ آج کی صبح سے میری ملاقات روزِ قیامت تک نہ ہو سکے گی ـــــــ

تمھیں یاد ہوگا زمرّد کہ تم نے ایک مرتبہ میرے گلے میں پڑے ہوئے ایک تعویذ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تھا اور میں تمھارے سوال کے جواب میں خاموش رہ گیا تھا ـــــــ آج یہی تعویذ جو میرے باپ نے دُنیا کی ہر آفت سے بچانے کے لئے میرے گلے میں ڈالا تھا میں تمھارے گلے میں ڈال رہا ہوں اور میری وصیّت ہے کہ جب تم مرنے لگنا تو یہ تعویذ اپنے بچّے کے گلے میں ڈال دینا ـــــــ تم اپنے بچّے کے مستقبل سے بالکل بے فکر رہنا ـــــــ فرشتہ کر دگانہ اسکا محافظ ہے، میری تمام قوتیں، میری تمام صلاحیتیں اور میرا سارا علم اس میں منتقل ہو چکا ہے اور وہ غیر فانی ہو گیا ہے ـــــــ آسمانی طاقتیں اس کی حفاظت کریں گی اور خدا کی رحمتیں اس پر نازل ہوتی رہیں گی ـــــــ

تم میری قبر تلاش کرنے کی بھی کوشش نہ کرنا اس لئے کہ صبح ہونے سے قبل ہی میرا مُردہ جسم الاقصر کے اس زمیں دُوز تہ خانے میں پہنچ جائے گا جہاں میرے والدین ابدی نیند سو رہے ہیں، میرا ساتھی سقیف وہاں میرا انتظار دیکھ رہا ہوگا جو میری لاش کی ممی بنا کر مجھے بھی اس طلائی صندوق میں لٹا دے گا جو میں نے پہلے سے اپنے لئے بنوا کر رکھ دیا تھا ـــــــ زمرّد ـــــــ میں اپنے مدفن میں تمھارا انتظار بھی

دیکھتا رہوں گا کیوں کہ جب تم مرو گی تو سقیف تمھیں بھی ممی بنا کر میرے پہلو میں لٹا دے گا ــــ ہم دونوں ابد تک سوتے رہیں گے اور اس کے بعد جب اُٹھیں گے تو پھر ہم دونوں کی جدائی کبھی نہ ہو سکے گی ــــ

زمرد ــــ میرا یہ خاندانی مقبرہ دُنیا کی نگاہوں سے بالکل اوجھل اور تاریک ہے لیکن تم یقین جانو رات کو ان کے پتھروں سے خود بخود روشنی نکلتی ہے اور دن میں بھی یہ پتھر آفتاب کی شعاعیں کھینچ کر تاریکی کو دُور کر دیتے ہیں تمھاری اور میری آسائش کا ہر سامان اس تہ خانے میں موجود ہے جہاں ہم دونوں ابد تک میٹھی نیند سوئیں گے اور اس کا انتظار کریں گے کہ ہماری روحیں دوبارہ ہمارے جسموں میں داخل ہوں موجود ہے اور ہمیں نئی بیداری کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی

میرا وقت آگیا زمرد ــــ صبح کے آخری تارے جھلملانے لگے چند گھنٹوں کے بعد تمھاری زندگی کی نئی صبح ہو جائے گی ــــ یعنی بیوگی کی صبح ــــ پاک دامانی اور عصمت مآبی کے امتحان کی صبح ــــ ایک نوق البشر یتیم بچے کی ماں کی صبح ــــ اور اُس زندگی کی نئی صبح جس پر دُنیا کی تمام نزاکت و لطافت کا خاتمہ ہو گیا تھا ــــ

اچھا الوداع زمرد ــــ اب میں اپنی لحد کے پہلو میں تمہارا منتظر رہوں گا ــــ

زمرد نے جو آنکھیں پھاڑے ایک بُت بے جان کی طرح کمال الدولہ کی یہ تحیر زا کہانی سُن رہی تھی اچانک دیکھا کہ کمال الدولہ کے ہونٹوں کا تبسم غائب ہونے لگا، چہرے کا رنگ ڈوبتے ہوئے سورج کی طرح سُرخ ہو کر زرد ہو گیا

اس کے پیر زمین سے اُوپر اُٹھنے لگے، ایک مستقل خوشی نے اس کے چہرے پر درخشانی پیدا کر دی جیسے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھُل گئے ہوں معزز میزبان اس کے استقبال کے لئے قطاریں باندھے کھڑے ہوں اور ہر طرف سے خوش آمدید کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں ــــــــ

زمرد نے کچھ نہیں سُنا کہ مغلوں کے اس زمیں دُوز عشرت کدہ میں اسوقت کونسی آوازیں گونج رہی تھیں البتہ اس کے معصوم بچّے نے جو انتہائی خفیف مُسکراہٹ کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہا تھا ضرور سنا کہ کوئی غیر انسانی آواز اس کے باپ کے بلند ہوتے ہوئے سخت اور ٹھنڈے جسم کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی ــــ

"موقف ــــ تو لافانی ہے ــــ اے غیر فانیوں کے دوست ــــ تو مر کر زندہ ہو رہا ہے ــــ"

زمرد کے دیکھتے ہی دیکھتے کمال الدولہ کا جسم تہ خانے سے اس طرح غائب ہو گیا جیسے اب سے چند لمحے قبل اس کا کوئی وجود نہ تھا اور محض وہ ایک خواب دیکھ رہی تھی ــــ بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ زمرد نے اپنے گلے سے پیتل کا وہ پُر اسرار تعویز اُتارا جو کمال الدولہ نے اُسے اپنی داستانِ حیات سُناتے وقت پہنا دیا تھا ــــ ایک لمحے تک اسے منھ میں رکھ کر چوسا اور اور اس کے بعد اپنے بچّے کے گلے میں ڈال دیا ــــ

ماں کے اس اقدام نے بچّے کے لبوں پر کھیلنے والی انتہائی خفیف مُسکراہٹ کو ایک زندہ اور جوان مُسکراہٹ میں تبدیل کر دیا ــــ زمرد کی آنکھیں بند ہونے لگیں، چہرہ پر موت کا سکون نمایاں ہونے لگا اور وفا شعار بیوی کا جسم

بھی ہوا میں بلند ہو کر القصر کی طرف روانہ ہونے لگا ——

اب بچہ —— بچہ نہ تھا —— اس نے اُٹھ کر اپنی مُردہ ماں کے ٹھنڈے ماتھے پر عقیدت و احترام کا ایک یادگار بوسہ لیا اور اس کے بعد —

.. .. شراب کے انتہائی نشے میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ جب جنرل ہڈسن نے مغلوں کے اس زمیں دوز عشرت کدہ کا آہنی دروازہ کھلوایا تو وہاں کوئی نہ تھا ——

ختم شد

—— سلامت علی مہدی

—— محلہ رستی پٹھان

—— لکھنؤ

M. NAEEM
7.3.56

تین معصوم دلوں کی محبتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں
تین جوانیوں کی ناکام تمنائیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں
تین روحوں کی مسکراہٹیں ایک دوسرے پر بجلی بن کر گریں۔

آخری خط

ایک نوجوان کی داستان —— جو زندگی کو کھیل سمجھتا رہا

آخری خط

ایک عورت کی داستان —— جو زندگی کو شوہر کی پرستش سمجھتی رہی

آخری خط

ایک لڑکی کی داستان —— جو زندگی کو جذباتی محبت سمجھتی رہی

— سلامت علی مہدی —

کا ایک جذباتی ناول —— جس کے ایک ایک لفظ میں ناکام جوانیوں
کی دھڑکنیں چھپی ہوئی ہیں —— قیمت تین روپے

— فوراً آرڈر دیجئے —

— نسیم بک ڈپو لکھنؤ —